واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل
لکلماته ولن تجد من دونه ملتحدا (18-27)

خلاصہ: تابعداری کر اور پڑھ کتاب سے وحی تلو کو جو تیری طرف وحی کی گئی ہے۔ اور اسکے سوا تو کوئی جاء پناہ نہیں پا سکے گا۔

حجت صرف قرآن ہے
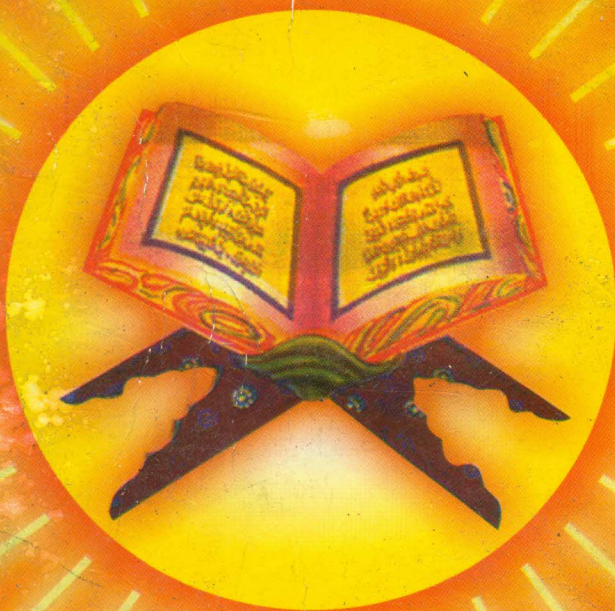
سندھ ساگر اکیڈمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ 6.149

مفہوم:

کہدے! اے مخاطب قرآن! کہ حجت بالغہ صرف اللہ کا کلام ہے اگر اس کے قانون مشیت نے تمہارے اندر انابت کو محسوس کیا تو ایسے تم سب کو ہدایت دی جائے گی۔

حجت صرف قرآن ہے

عزیز اللہ بوہیو

پتہ ڈاکخانہ خیر محمد بوہیو براستہ نوشہرو فیروز سندھ

سندھ ساگر اکیڈمی

قیمت -/200 روپے

فہرست مضامین

=> لونڈی حاملہ ہو تو اس کو فرج کے علاوہ دوسرے راستے سے بھی صحبت کی جا سکتی ہے امام بخاری۔ حـ 76

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا عزیز اللہ بوہیو صاحب

علوم دین سے دلچسپی تو ہر ایک رکھتا ہے، لیکن صحیح معنوں میں ادراک بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عام طور پر لوگ کنفیوشس کے مطابق دینی حقائق پر غور و فکر تضیع اوقات گردانتے ہیں۔ دعویدار ہر ایک ہے مگر دسترس ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ہمارے دور میں صاحب نظر اور صاحب فہم حضرات کم ہی نظر آتے ہیں۔

لکیر کا فقیر ہونا بڑی آسان بات ہے۔ لیکن زندگی کے ڈگر پر چلنے کے لئے نئی راہیں تراشنا ہر ایک بس کی بات نہیں۔ مولانا عزیز اللہ بوہیو صاحب ان چند گنے چنے لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اسی کٹھن راستے کا انتخاب کیا۔

مولانا عزیز اللہ بوہیو صاحب دینی موضوعات پر اردو اور سندھی زبان میں لاتعداد کتابیں لکھ کر صاحبان فہم و فراست سے داد وصول کر چکے ہیں۔ انہیں یہ کمال حاصل ہے کہ یہ دین کے دقیق مسائل پر آسان اور عام فہم زبان میں گفتگو کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے اس مشینی دور میں انسانی ذہن کی برتری تسلیم کرالی ہے۔

ہم جیسے نو آموز مولانا عزیز اللہ بوہیو صاحب کو خراج عقیدت ہی پیش کر سکتے ہیں۔

حسین امیر فرہاد

مدیر ماہنامہ: صوت الحق کراچی

10/10/2006

انتساب

دہلی کے اس بوڑھے ہندو سکالر کے نام اپنی کتاب منسوب کرتا ہوں
جس سے میں اس کا نام پوچھنے کی جسارت نہ کر سکا۔

1997ء اکتوبر کی بات ہے، جب ونوبا بھاوے کی تنظیم اچاریہ کل کے سیمینار میں شرکت کیلئے میں ہندوستان کے شہر واردھا (سیوا گرام) گیا تھا۔ واپسی پر دہلی میں کچھ دن لج پت بھون میں ہندوستان پاکستان دوستی کی تنظیم کے سربراہ ستیہ پال کے پاس میرا قیام ہوا۔ میری اور حکومت پاکستان کی دوستی کچھ چوہے اور بلی کی دوستی کی طرح رہی ہے، اس لئے مجھے اندیشہ ہو رہا تھا کہ واپسی پر مجھے کہیں لاہور ائر پورٹ پر ہی گرفتار نہ کر لیا جائے اور میرے متعلقین یہ سمجھیں کہ میں ابھی تک ہندوستان میں ہوں۔ تو میں نے سوچا کہ اپنی واپسی کی اطلاع پاکستان کے کسی دوست کو بذریعہ خط کر دوں۔ وہاں انڈیا میں دو ہی زبانیں مروج ہیں ایک دیوناگری، دوسری انگریزی، یہ دونوں مجھے نہیں آتیں، اس لئے میں ستیہ پال کے آفس کے ٹائپ کلرک کے پاس گیا اور اسے لفافہ دیا کہ اس پر انگلش میں پتہ ٹائپ کر کے دے۔ پتہ کسی مسجد کے پیش امام کے نام پر تھا، تو اس نے ٹائپ کرتے وقت سوال کیا کہ یہ امام کیا ہے؟ تو میں سوچ میں پڑ گیا کہ اس سوال کا مقصد لفظ امام کے سپیلنگ معلوم کرنا چاہتا ہے یا اس کی کوئی تشریح وغیرہ پوچھنا چاہتا ہے۔ تو اتنے میں میرے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے شخص نے اسے امام کی تشریح سنانی شروع کر دی، کہ اسلام کی دو قسم ہیں، ایک وہ جو ان کی کتاب قرآن میں ہے، دوسری قسم وہ جو ایران کے امام لقب والوں نے بنائی ہے، اور یہ شخص مسجد کے پیش امام کا پتہ آپ کو لکھوا رہا ہے، یہ لوگ ایران کے اماموں والے اسلام کے پیروکار ہیں اور صرف یہ نہیں بلکہ سارے برصغیر ہندوستان و پاکستان کے مسلم لوگ ایرانی اماموں کے بنائے ہوئے اسلام کے پیروکار ہیں۔ میرے لئے لفظ امام کی اس بڑے تناظر میں تشریح نہایت ہی نئی اور انوکھی تھی۔ میں نے اس وقت سوچا کہ اس شخص کو جواب دوں کہ میں اور میرا پیش امام دوست ہم قرآن والے مسلم ہیں، لیکن مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں یہ نہ پوچھ بیٹھے کہ میں

کس فقہ والی نماز پڑھتا ہوں؟ (جو کہ میں ان دنوں پڑھا کرتا تھا) جس کا جواب لازمی طور پر کسی امام کے حوالہ سے ہوتا، تو میں نے اپنی شرم اور بھرم بچانے کیلئے چپ رہنے میں عافیت سمجھی اور آج تک سوچتا رہتا ہوں کہ واقعی امت مسلمہ اماموں والے اسلام سے بڑے ہی پیمانے پر منسلک ہے، اور قرآن والے اسلام کے کیمپ میں کوسوں دور دور تک، کم ہی کوئی نظر آتا ہے۔!!!!!!!!

عزیز اللہ بوہیو

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام على من لا نبي بعده

محترم قارئین! یہ کتاب ''حجت صرف قرآن ہے'' میں نے دو عدد مخالف قرآن کتابوں کے جواب میں لکھی ہے،

ایک کتاب بنام ''حجیت حدیث'' مصنفہ علامہ مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب اور دوسری کتاب ''تفہیم اسلام'' مصنفہ مسعود احمد صاحب بی ایس سی، یہ کتاب انہوں نے غلام جیلانی برق مرحوم کی کتاب ''دو اسلام'' کے رد میں لکھی ہے۔ ان دونوں کتابوں میں ان کے مصنفوں نے قرآن حکیم کے اوپر ایک طرح کے الزامات لگائے ہیں کہ یہ کتاب ہر کسی کو سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ جب تک اسے سمجھنے کیلئے علم حدیث کو ساتھ ملا کر نہ پڑھا جائے، اور علم حدیث کی ایجاد ہی قرآن کی تشریح اور تفسیر کے طور پر ہوئی ہے۔

جناب قارئین! میری نظر اور تحقیق میں ان دونوں مصنفوں کا نظریہ، ان کا اپنا نظریہ نہیں ہے، قرآن کے خلاف یہ تحریک مجوسیوں، عیسائیوں، یہودیوں کی مشترکہ سازش کا شاخسانہ ہے۔ اس اتحاد ثلاثہ کی کارستانیوں کو سمجھنے کیلئے ذیل میں دیا ہوا مضمون بنام ''جنگل کی حویلی'' پڑھیں۔ اس میں چند واقعات درج ہیں، جن کے مطالعہ سے قرآن دشمن لوگوں کی سازشیں، منصوبے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ بعد ازاں میرا واویلا، میرا چلانا، میرا درد اور میرا امت مسلمہ پر رونا سمجھ میں آسکے گا۔ ان واقعات کے بعد اصل کتاب شروع ہوگی۔

جنگل کی حویلی

نواب راحت سعید خان چھتاری 1940ء کی دہائی میں اتر پردیش (UP) کے گورنر تھے۔ انگریز حکومت نے انہیں یہ اہم عہدہ اس لئے عطا کیا تھا کہ وہ مسلم لیگ اور کانگریس کی سیاست سے لاتعلق رہ کر انگریزوں کی وفاداری کا دم بھرتے تھے اور ان کے نہایت بہی خواہ تھے۔ لہٰذا علی گڑھ کا جو بھی کلکٹر نیا آتا تھا نواب صاحب سے برابر ملتا رہتا تھا اور کبھی کبھی آگرہ کا کمشنر بھی۔ ان سب انگریز افسروں کے نواب صاحب سے عمدہ تعلقات تھے اور واپس انگلستان جا کر بھی رابطہ رکھتے تھے۔

نواب چھتاری اپنی یادداشتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک بار برطانوی حکومت نے ہندوستانی صوبوں کے سب گورنروں کو مشورے کیلئے انگلستان بلایا تو نواب صاحب بھی بحیثیت گورنر انگلستان گئے۔ جب نواب صاحب لندن پہنچے تو جو کلکٹر اور کمشنران کے پرانے ملاقاتی تھے اور ریٹائر ہو کر انگلستان چلے آئے تھے نواب صاحب سے ملنے آئے۔ ان میں سے ایک کلکٹر جو نواب صاحب سے بہت مانوس تھا اس نے کہا، ”نواب صاحب! آپ یہاں تشریف لائے ہیں تو آیئے میں آپ کو یہاں کے عجائب خانے دکھادوں جن میں ہزاروں برس پرانی ایسی چیزیں ہیں جو آپ نے کبھی دیکھی اور سنی نہ ہونگی۔“

نواب صاحب نے کہا، ”عجائب خانے تو میں نے سب دیکھ لئے ہیں، حکومت نے دکھادیئے ہیں اور یہاں جو بھی آتا ہے دیکھ کر ہی جاتا ہے البتہ اگر تم کچھ دکھانا ہی چاہتے ہو تو ایسی چیز دکھاؤ جو یہاں سے کوئی اور دیکھ کر نہ گیا ہو۔“

انگریز کلکٹر نے کہا، ”نواب صاحب! ایسی کون سی چیز ہو سکتی ہے جسے کوئی اور دیکھ کر نہ گیا ہو؟...... میں سوچ کر پھر بتاؤں گا۔“

دو روز بعد وہ آیا اور اس نے کہا کہ ”نواب صاحب! میں نے سوچ لیا اور معلومات بھی حاصل کر لی ہیں میں اب آپ کو ایسی چیز دکھاؤں گا جو اور کوئی یہاں سے دیکھ کر نہیں گیا۔“

اس پر نواب صاحب خوش ہو گئے اور کہا، ”بس ٹھیک ہے۔“

انگریز کلکٹر نے نواب صاحب سے پاسپورٹ مانگا اور کہا کہ ”وہ جگہ دیکھنے کیلئے حکومت برطانیہ سے اجازت لینی ہوتی ہے اس لئے پاسپورٹ کی بھی ضرورت ہوگی۔“

دو روز بعد وہ انگریز کلکٹر نواب صاحب کا اور اپنا تحریری اجازت نامہ لے کر آیا اور کہا ”ہم کل صبح چلیں گے لیکن میری موٹر میں۔ سرکاری موٹر لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔“

اگلی صبح نواب صاحب اور وہ انگریز منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر سے باہر نکل کر بائیں طرف جنگل شروع ہو گیا۔ جنگل میں ایک پتلی سی سڑک تھی۔ جوں جوں چلتے گئے جنگل گھنا ہوتا گیا۔ سڑک کی دونوں جانب نہ کوئی پیدل چلتا نظر آیا نہ کوئی ٹریفک، کسی طرح کی آمد و رفت کا سلسلہ نہیں تھا۔ نواب صاحب حیران بیٹھے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ چلتے چلتے کوئی آدھ گھنٹہ گزرا تو نواب صاحب نے دریافت کیا، ”کیا دکھانے لے جا رہے ہو؟ کوئی جنگلی جانور ہے یا کوئی تالاب جس میں خاص قسم کے جانور ہیں؟ اس طرف آبادی ہے نہ آمد و رفت ابھی اور کتنا فاصلہ چلنا ہے؟“

اس انگریز نے کہا، ”بس تھوڑی دیر بعد وہ جگہ آئے گی۔“

تھوڑی دیر بعد ایک بہت بڑا دروازہ سامنے نظر آیا جو ایک بڑی عمارت کے مین گیٹ کی طرح تھا۔ اس میں آگے اور پیچھے دروازے تھے اور دونوں طرف فوجی پہرہ تھا۔ انگریز کلکٹر نے موٹر سے اتر کر پاسپورٹ اور تحریری اجازت نامے دکھائے۔ انھوں نے یہ رکھ لیئے اور اندر آنے کی اجازت دے دی اور حکم دیا کہ اپنی موٹر وہیں چھوڑ دیں اور اندر جو فو۔ موٹریں کھڑی ہیں ان میں سے کوئی لے لیجئے۔

نواب صاحب اور انگریز کلکٹر ان پہرہ داروں کی دی ہوئی موٹر میں بیٹھ گئے اور اس پتلی سڑک پر آگے چلتے گئے۔ نواب صاحب نے دیکھا کہ یہ دروازہ کسی عمارت کا نہیں تھا اور اس کی دونوں طرف دیواروں کی بجائے بہت گھنی جھاڑیاں اور کانٹے دار درخت تھے جن میں سے کسی کا گزرنا ممکن نہ تھا۔

موٹر چلتی رہی مگر گھنے جنگل اور کانٹے دار جھاڑیوں اور درختوں کی دیوار کے سوا،

کچھ نظر نہیں آتا تھا۔نواب صاحب نے گھبرا کر پوچھا،" کب وہاں پہنچیں گے؟"

انگریز نے کہا،" بس منزل آنے والی ہے۔"

دور ایک اور سرخ پتھر کی بڑی سی عمارت نظر آئی۔ عمارت سے تھوڑے فاصلے پر انھوں نے موٹر چھوڑ دی اور پیدل عمارت کی طرف بڑھے تو انگریز کلکٹر نے نواب صاحب سے کہا،" اس عمارت میں جب داخل ہوں گے تو ہر چیز دیکھئے سنئے مگر آپ کسی سے کسی قسم کا کوئی سوال نہیں کریں گے۔ آپ یہاں صرف کچھ دیکھنے آئے ہیں بولنے کی یا سوال کرنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ بالکل خاموش رہنا ہے۔ آپ کو جو کچھ دریافت کرنا ہو وہ مجھ سے بعد میں پوچھ لیجئے گا۔"

نواب صاحب نے کہا،" اچھا،ٹھیک ہے۔"

عمارت کے شروع میں وسیع دالان تھا اس کے پیچھے متعدد کمرے تھے۔ دالان میں داخل ہوئے تو ایک نوجوان باریش عربی کپڑے پہنے سر پر عربی رومال لپیٹے ایک کمرے سے نکلا، دوسرے کمرے سے ایسے ہی دو نوجوان اور نکلے۔ پہلے نے عربی لہجے میں کہا،" السلام علیکم" دوسروں نے جواب دیا،" وعلیکم السلام! کیا حال ہے؟"

نواب صاحب حیران رہ گئے۔ جب لڑکے ان کے قریب سے گزرے تو نواب صاحب نے کچھ دریافت کرنا چاہا مگر کلکٹر نے فوراً اشارے سے منع کر دیا۔ پھر کلکٹر نے انہیں ایک کمرے کے دروازے پر لے جا کر کھڑا کیا۔ دیکھا کہ اندر مسجد جیسا فرش بچھا ہے اور اس پر عربی لباس میں متعدد طلباء بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے ان کے استاد بالکل اسی طرح بیٹھے سبق پڑھا رہے ہیں جیسے اسلامی مدارس میں استاد پڑھاتے ہیں۔ طلباء عربی میں اور کبھی انگریزی میں استاد سے سوال بھی کرتے تھے۔

انگریز کلکٹر نے نواب صاحب کو سب کمرے دکھائے اور ہر کمرے میں جو تعلیم ہو رہی تھی، وہ بھی بتائی۔ نواب صاحب نے دیکھا کہ کسی کمرے میں قرآن مجید پڑھایا جا رہا ہے، کہیں قرأت سکھائی جا رہی ہے، کہیں معنی و تفسیر کا درس ہو رہا ہے، کہیں احادیث پڑھائی

جا رہی ہے، کسی جگہ بخاری شریف کا درس ہو رہا ہے تو کہیں مسلم شریف کا، کہیں مسئلے مسائل سکھائے جا رہے ہیں اور کہیں اصطلاحات کی وضاحت اور کہیں مناظرہ ہو رہا ہے۔ ایک کمرے میں مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان مناظرہ ہو رہا ہے ایک اور کمرے میں فقہی مسائل پر بات ہو رہی ہے۔ سب سے بڑے کمرے میں قرآن کا ترجمہ کرنا مختلف زبانوں میں سکھایا جا رہا ہے۔

نواب صاحب نے نوٹ کیا کہ باریک باریک مسئلے مسائل پر ہر جگہ زور ہے مثلاً غسل کا طریقہ، وضو، نماز، روزہ اور سجدہ سہو کے مسائل، وراثت اور رضاعت کے جھگڑے، لباس اور داڑھی کی وضع قطع، گا گا کر آیات پڑھنا، غسل خانے کے آداب، گھر سے باہر جانا آنا ورد کے ساتھ، لونڈی غلاموں کے مسائل، حج کے مناسک، بکرا دنبہ کیسا ہو؟ چھری کیسی ہو؟ کوّا حلال ہے یا حرام، حج بدل اور قضا نمازوں کی بحث، عید کا دن کیسے طے کیا جائے اور حج کا کیسے؟ میز پر بیٹھ کر کھانا، پتلون پہننا جائز ہے یا ناجائز، عورت کی پاکی ناپاکی کے جھگڑے، حضورؐ کی معراج روحانی تھی یا جسمانی؟ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھی جائے گی یا نہیں، تراویح آٹھ ہیں یا بیس؟ نماز کے دوران وضو ٹوٹ جائے تو آدمی کیا کرے؟ سود مفرد جائز ہے یا ناجائز؟ اعتکاف کے مسائل، تجوید، مسواک کا استعمال، روزہ ٹوٹنے جڑنے کے معاملے، عورت برقعہ پہنے یا چادر اوڑھے، اونٹ پر بہن بھائی بیٹھیں تو آگے بہن ہو یا بھائی؟ وظیفے کون سے پڑھے جائیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

ایک استاد نے سوال کیا پہلے عربی پھر انگریزی اور آخر میں نہایت شستہ اردو میں کہ" جماعت اب یہ بتائے کہ جادو، نظر بد، تعویذ گنڈہ، آسیب کا سایہ برحق ہے یا نہیں؟"

پینتیس چالیس طلباء کی یہ جماعت بیک آواز پہلے انگریزی میں بولی" True, True" پھر عربی میں جواب دیا" صح، مضبوط" پھر اردو میں" برحق، برحق"۔

پھر ایک طالب علم نے کھڑے ہو کر سوال کیا،" الاستاذ! عبادت کیلئے نیت ضروری ہوتی ہے تو مردہ لوگوں کا حج بدل کیسے ہو سکتا ہے؟ قرآن تو کہتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا

ذمہ دار ہے۔"

استاد بولے،"قرآن کی بات مت کرو، روایات میں مسئلے ڈھونڈا کرو، جادو، نظر بد، تعویذ، آسیب، وظیفے، ورد اور استخارے میں مسلمانوں کا ایمان پکا کرو اور ستاروں میں، ہاتھ کی لکیروں میں، مقدر اور نصیب میں۔"

یہ سب کچھ دیکھ کر نواب صاحب بہت حیران ہوئے۔ ان کا جی چاہتا تھا کہ ایک آدھ کوئی سوال کریں مگر انگریز کلکٹر ان کو اشارے سے روک دیتا تھا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر جب واپس ہوئے تو نواب صاحب نے انگریز کلکٹر سے پوچھا،"اتنا بڑا دینی مدرسہ ہے جس میں اسلام کے ہر پہلو کی اس قدر عمدہ تعلیم دی جا رہی ہے اور باریک سے باریک باتیں سکھائی جا رہی ہیں۔ آخر یہ مسلمان طلباء کو اس طرح علیحدہ کیوں بند کر رکھا ہے؟ اتنے عظیم دینی مدرسہ کو آپ نے چھپا کر کیوں رکھا ہے؟"

تب انگریز کلکٹر نے جواب دیا،"ان سب میں کوئی مسلمان نہیں یہ سب عیسائی مشنری ہیں"

نواب صاحب کو مزید حیرت ہوئی اور انہوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو کلکٹر نے بتایا،"تعلیم مکمل ہونے کے بعد انہیں مسلمان ممالک میں خصوصاً مشرقِ وسطیٰ، ترکی، ایران اور ہندوستان بھیج دیا جاتا ہے۔ وہاں پہنچ کر یہ لوگ کسی بڑے شہر کی کسی بڑی مسجد میں جا کر نماز میں شریک ہوتے ہیں اور نمازیوں سے کہتے ہیں کہ وہ یورپی مسلمان ہیں۔ انہوں نے مصر میں جامعہ الازہر میں تعلیم پائی ہے اور مکمل عالم ہیں۔ یورپ میں اتنے اسلامی ادارے موجود نہیں ہیں جہاں وہ تعلیم دے سکیں اور نہ مسجدیں ہیں اس لئے جلاوطنی اختیار کی ہے۔ وہ سردست تنخواہ نہیں چاہتے، صرف کھانا، کپڑا اور سر چھپانے کی جگہ درکار ہے اور وہ مسجد میں مؤذن یا پیش امام یا بچوں کیلئے قرآن مجید کے معلم کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کیلئے تیار ہیں۔ اگر کوئی بڑا تعلیمی ادارہ ہو تو اس میں استاد کی حیثیت سے کام کر سکتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو مسجد یا مدرسہ میں رکھ لیا جاتا ہے تو مقامی لوگ بطور امتحان ان سے مسئلہ مسائل بھی

معلوم کرتے ہیں اور وہ کافی وشافی جواب دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد جب کوئی اختلافی مسئلہ آتا ہے تو لوگ ان کے معتقد بن جاتے ہیں اور وہ اس اختلافی مسئلہ پر ان کی دو پارٹیاں یا فرقے بنا کر خوب اختلاف پیدا کرتے ہیں اور اس طرح مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے ہیں یعنی اس ادارے کا سب سے اولین مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو باہم لڑاؤ۔"

انگریز کلکٹر نے نواب صاحب کو یہ کہہ کر حیران کر دیا کہ اس عظیم مدرسے کا بنیادی ہدف یہ ہے کہ

1۔ مسلمانوں کو روایات، نظری مسائل اور ذکر کے وظیفوں میں الجھا کر قرآن سے دور رکھا جائے۔

2۔ حضورؐ کا درجہ جس طرح بھی ہو سکے گھٹایا جائے۔ کبھی یہ کہو کہ آپ (نعوذ باللہ) رجل مسحور یعنی جادو زدہ تھے۔ کبھی حدیثوں کے حوالے سے یہ کہو کہ آپؐ نے بچی سے نکاح فرمایا تھا اور یہ کہ آپ ہر رات اپنی گیارہ بیویوں کا دورہ فرمایا کرتے تھے۔

نواب چھتاری کو انگریز کلکٹر نے یہ بھی بتایا 1920ء میں"رنگیلا رسول" نامی کتاب راجپال سے اسی ادارے نے لکھوائی تھی۔ اس سے کئی برس پہلے مرزا غلام احمد قادیانی اور بہاء اللہ کو نبی بنا کر کھڑا کرنے والا یہی ادارہ تھا اور ان کی کتابوں کی بنیاد لندن کی اسی عمارت سے تیار ہو کر جاتی تھی۔ خبر ہے کہ سلمان رشدی کی کتاب لکھوانے میں بھی ان کا ہاتھ ہے اور وہ آج کل انہی لوگوں کی تحویل وحفاظت میں ہے

جنگل کی حویلی والے سے ملاقات

ذیل کا واقعہ جناب حسین امیر فرہاد، مدیر ماہنامہ صوت الحق کراچی کو، کویت میں پیش آیا یہ 1979ء کا واقعہ ہے۔ ان دنوں میں کویت کی ایک کمپنی میں پبلک ریلیشن آفیسر (مندوب علاقات العامہ) تھا۔ ہماری کمپنی کے ڈائریکٹر نے سری لنکا سے گھر کے کام کاج کیلئے خادمہ منگائی تھی۔ دوسرے دن مجھ سے کہا کہ اس خادمہ کو واپس بھیج دو۔ وہ ہمارے کسی کام کی نہیں کیونکہ نہ عربی جانتی ہے نہ انگریزی۔ میں اس کے ڈاکومنٹ لے کر منطقہ دلجواسیہ

گیا تو پتہ چلا کہ فی الحال سری لنکن ایمبیسی نہیں ہے البتہ برٹش کونسل سری لنکن باشندوں کو ڈیل کرتا ہے۔

برٹش کونسل میں استقبالیہ نے میرا کارڈ دیکھا تو مسٹر ولسن سے ملایا۔ وہ بڑے تپاک سے ملے، بٹھایا۔ جب اس نے اندازہ لگایا کہ میں انڈین یا پاکستانی ہوں تو اردو میں کہا، ''میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟'' میں نے سری لنکن خادمہ کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا، ''کوئی پرابلم نہیں، اسے ہم رکھ لیں گے۔ آپ کو جو کچھ خرچہ آیا وہ ہم ادا کر دیں گے۔ یہ بتاؤ کہاں کے رہنے والے ہو؟'' میں نے کہا پاکستان کا۔ کہا، ''بہت بڑا ملک ہے۔'' میں نے کہا، پشاور کا رہنے والا ہوں۔ پشتو میں بولا، ''لو یہ ضلع دہ'' (بڑا ضلع ہے) میں نے بتایا، نوشہرہ۔ کہنے لگا، ''بڑی تحصیل ہے۔ گاؤں کون سا ہے؟'' جب میں نے گاؤں کا نام بتایا تو اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوئی۔ پھر ایک ایک کا پوچھنے لگا۔ میں نے بتایا کہ کون مر گیا ہے، کون زندہ ہے۔ میں نے سوچا، ہو سکتا ہے یہ نوشہرہ چھاؤنی میں انڈین آرمی میں رہا ہو یا رسالپور میں۔ اس لئے ہمارے گاؤں والوں کو جانتا ہے جو اکثر چھاؤنی میں ملازمت کرتے رہے ہیں لیکن اس کی عمر زیادہ نہیں تھی۔

مگر اس نے کچھ اور کہانی سنائی۔ پہلے اس نے کافی منگائی، انٹر کام پر ریسپشن سے کہا کہ میرے پاس کسی کو مت بھیجنا۔ وہ اتنا خوش تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کافی کے دوران اس نے بتایا کہ میں آپ کے گاؤں کے محلہ عیسیٰ خیل میں چار سال تک پیش امام رہا ہوں۔ میں نے پوچھا، ''کیا آپ مسلمان ہیں؟'' اس نے کہا، ''میں نے چار سال تک آپ کے گاؤں کا نمک کھایا ہے۔ آپ کے گاؤں والوں نے مجھے بڑی عزت دی ہے۔ میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا، میں عیسائی ہوں یعنی اہل کتاب۔''

پھر میرا اس کا آنا جانا رہا۔ وہ مجھے بالکل اپنا ہم وطن سمجھتا رہا۔ وہ تقریباً میرا ہم عمر تھا اور تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ ہمارے ہاں پاکستان بننے کے بعد رہا تھا۔ ایک دن میں نے پوچھا کہ آپ پٹھانوں کا کھانا کیسے کھاتے رہے؟ کہا، ''آپ لوگوں کا کھانا اتنا مزیدار ہوتا

ہے کہ میں یہاں کویت میں بھی گھر جاتے ہوئے ایرانی تندور سے روٹی لے کر موٹر میں روکھی کھاتا رہتا ہوں۔

جب میں کویت سے آ رہا تھا تو میں نے اس سے وہی سوال پوچھا جسے وہ ہمیشہ ٹالتا رہا تھا۔ میں نے کہا، ''اب تو بتا دو کہ آپ کرسچن ہو کر پٹھانوں کے گاؤں میں روکھی سوکھی کھاتے رہے اور پیش امام کی خدمات انجام دیتے رہے، آخر کیوں؟''

کافی دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا۔ پھر سر اٹھا کر میری آنکھوں میں جھانکتا رہا۔ کہنے لگا، ''اپنے ملک کے مفادات کی خاطر بعض اوقات بہت کچھ کرنا پڑتا ہے اور جوانی ہوتی ہی ہے ایڈونچر پسند۔ ہمارے ہاں لندن کے مضافات میں ایک مرکز ہے جہاں شکل و شباہت دیکھ کر ہمیں بیرونی مذاہب اور زبانوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر ہمیں بھیجا جاتا ہے۔ میری ماں اٹالین تھی اس لیئے میرے بال کالے ہیں۔ مجھے آپ کے ہاں بھیجا گیا تھا۔ بہر حال یہ قصہ پارینہ ہے۔ اب اس قسم کی ضرورت نہیں پڑتی۔ شاید آپ کو علم نہ ہو کہ افغانستان کا ملا شور بازار بھی اسی مرکز کا پروردہ تھا۔''

گاؤں آ کر میں نے محلہ عیسیٰ خیل کے بزرگوں کو یہ واقعہ سنایا تو طالب گل نے کہا کہ مجھے شک پڑا تھا مگر سب ہی کہہ رہے تھے کہ چترالی ہے۔ (یہاں اکثر چترالی مولوی پیش امام ہیں اور وہ گورے بھی ہیں بالکل انگریزوں کی طرح) طالب گل نے کہا کہ چلو بھائی اب چار سال کی نمازیں لوٹائیں جو ہم نے انگریز کی پیچھے پڑھی ہیں۔ خانہ خراب ہو اس کا۔ جب میں نے جنگل کی حویلی کا واقعہ پڑھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ مسٹر ولسن ضرور جنگل کی حویلی کے پروردہ تھے۔

ایک افسانوی حقیقت

کہانی شروع ہوتی ہے تقریباً 300 برس پہلے 1710ء میں۔ مصنف ہے ایک انگریز جاسوس اسی زمانے کا، آرتھر ہمفر Hempher Arthur اور دستاویز کیا ہے؟ وہ رپورٹ جو ترکی سے ہمفر نے خفیہ طور پر برطانوی حکومت کو بھیجی تھی اور اس رپورٹ کی ایک کاپی اپنے خاندانی اثاثے کے طور پر لندن میں اپنی فیملی کو ارسال کی (1720ء) خلافت عثمانیہ ترکی

کے جاسوسوں نے اس رپورٹ کو کاپی کرلیا اور 275 سال بعد 1995ء میں شائع کیا ہے۔

آٹھارویں صدی عیسوی مسلمانوں کی خلافت عثمانیہ کے زوال کا زمانہ ہے۔ اس زوال کو سنبھلنے کا موقع نہ دینے بلکہ تیز تر کرنے میں برطانوی حکومت نے جو گھناؤنا کردار ادا کیا اس داستان کا خلاصہ ہم سے کم اور آرتھر ہمفر سے زیادہ سنیئے۔ ہمفر کہہ گیا ہے کہ مجھ جیسے سینکڑوں، ہمفر بلکہ ہزاروں، ہمفر عالم اسلام میں ہمیشہ بروئے کار رہیں گے۔

پہلے دیکھتے ہیں لندن کی ایک خفیہ عمارت۔ عراق میں ایک جاسوسی مشن سے واپسی پر ہمفر ہمیں ایک عجیب منظر دکھا رہا ہے۔ یہ عمارت برطانوی نوآبادیوں کی وزارت کا مرکز ہے یعنی منسٹری آف کالونیز۔ انتہائی وسیع وعریض عمارت کے اندر بل کھاتی ہوئی راہداریوں سے گزر کر ہم ایک بہت بڑے ہال میں پہنچتے ہیں۔ سیاہ رنگ کی چمکتی ہوئی بڑی سی گول میز کے گردس افراد بیٹھے ہیں۔ پہلا فرد کون ہے؟ خلافت عثمانیہ کے مسلم تاجدار کے بہروپ میں ایک انگریز۔ یہ شخص انگریزی کے علاوہ ترکی اتنی روانی اور خوبی کے ساتھ بولتا ہے اور لباس اور وضع قطع سے خلیفۂ اسلام کے اتنا مشابہ ہے کہ قریبی جاننے والے بھی دھوکہ کھا جائیں۔ دوسرے صاحب استنبول کے شیخ الاسلام کا جبہ اور داڑھی سجائے بیٹھے ہیں۔ تیسرے صاحب ہو بہو شاہ ایران نظر آتے ہیں۔ چوتھے ایران کے وزیر داخلہ ہیں۔ پانچویں نجف کے شیعہ آیت اللہ۔ آخر الذکر تینوں افراد انگریزی کے ساتھ ساتھ فارسی میں رواں ہیں۔ ان پانچوں افراد کے ساتھ ایک ایک فوجی کلرک بھی بیٹھا تھا جو انگریز جاسوسوں کی حاصل کردہ معلومات ان پانچوں افراد کو پہنچا رہا تھا۔

ہمفر کہتا ہے کہ ان پراسرار لوگوں کی تربیت اس خوبی سے کی گئی ہے کہ نہ صرف ان کی چال ڈھال بلکہ سوچنے سمجھنے کا ڈھنگ بھی اپنے اصل کردار جیسا ہو گیا ہے۔ ہم استنبول، تہران اور نجف سے خفیہ معلومات لا کر انہیں فراہم کرتے رہتے ہیں۔ جو شخص سلطان کا بہروپیا ہے اس سے کوئی سوال کیا جائے تو عموماً وہی جواب ملے گا جو سلطان سے حاصل ہوگا۔ مثال کے طور پر جو صاحب نجف کے آیت اللہ کا ڈپلی کیٹ بنے بیٹھے تھے، ان سے پوچھا گیا، ”یا شیخ! کیا

ہمارے لئے حکومت عثمانیہ سے جنگ کرنا جائز ہے؟ کیونکہ وہ سُنی بھی ہیں اور انتہا پسند بھی۔“

بہروپیا آیت اللہ بولا، ”نہیں! صرف سُنی ہونے کی وجہ سے ہم ان کے خلاف جنگ نہیں چھیڑ سکتے۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں ہاں اگر وہ ظلم وستم کی روش اپنائیں تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض ادا کرنے کے بعد ہم قوت استعمال کر سکتے ہیں“

صاحبو! ہمفر لکھتا ہے کہ بالکل یہی سوال اس نے نجف میں اصل شیعہ عالم سے کیا تھا۔ ہمفر لکھتا ہے، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بہروپیے آیت اللہ کا نہ صرف طرز گفتگو ویسا تھا بلکہ جواب بھی تقریباً لفظ بہ لفظ وہی تھا۔

یہ پانچ بہروپیے اپنے رول میں کمال کی حد تک پہنچے ہوئے تھے اور اس طرح کے ماڈلز کا مقصد یہ تھا کہ ہم مسلمانوں کی منصوبہ سازی اور طرز فکر کو بروقت نہیں بلکہ وقت سے پہلے بھانپ لیں مجھے پورا یقین ہے کہ ہماری حکومت ایک صدی کے اندر خلافت عثمانیہ کا تختہ الٹ دے گی پھر اس وسیع سلطنت کے حاکم ہم ہی ہوں گے۔

ہمارے دور اندیش رہنماؤں نے یہ طے کرلیا ہے کہ انیسویں صدی کے ختم ہونے پر یعنی 1899ء تک دنیا میں نہ اسلام باقی رہے گا اور نہ مسلمان (ہمفر صاحب! سوری ویری سوری) اس غرض سے ہم نے دنیا کے کونے کونے میں اپنے جاسوس چھوڑے ہوئے ہیں۔ نہ صرف مقامی لیڈروں میں بہت سے ہم نے خرید رکھے ہیں بلکہ ان گنت علماء ہمارے تنخواہ دار ہیں۔ برطانیہ میں تربیت یافتہ ہر رنگ ونسل کے افراد کو ہم نے مذہب اسلام کی تعلیم دے کر جا بجا مسجدوں میں چھوڑ رکھا ہے۔ ہم نے کافر مسلمانوں سے اسپین کی حکومت واپس چھینی تھی تو شراب اور عورت کے ذریعے۔ مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے یہ حربہ ہم آئندہ ڈیڑھ سو برس میں استعمال کریں گے۔

صاحبو! اس کے بعد ہمفر ایک ہزار صفحات پر مشتمل بڑی میز پر پھیلی ہوئی بڑے صفحات کی ایک کتاب کا ذکر کرتا ہے۔ اس کتاب میں مسلمانوں اور عالم اسلام کی قوت کے راز بھی لکھے ہیں اور ان کی کمزوریاں بھی درج ہیں۔ کمزوریوں کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

1۔ شیعہ سنی اختلاف۔
2۔ قوم پرستی، عرب ایرانی ترک وغیرہ کی تقسیم۔
3۔ نہ صرف عوام بلکہ خواص بے ضمیر ہیں۔
4۔ علماء ہر جگہ جاہل ہیں اور صدیوں پرانی فقہ وتفسیر پڑھتے ہیں۔
5۔ دنیا چھوڑ کر آخرت بنانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔
6۔ مسلمان حکمران ظالم ڈکٹیٹر ہیں۔
7۔ سڑکیں غیر محفوظ ہیں۔
8۔ گھروں، دفتروں، عمارتوں میں صفائی نہیں ملتی۔
9۔ خود بھی اکثر گندے رہتے ہیں۔
10۔ اکثر شہر کھنڈر بن جاتے ہیں لیکن آبادی زیادہ ہے۔
11۔ بغاوتیں اور شورشیں عام ہیں کیونکہ عدل کم ہو گیا ہے۔
12۔ غربت عام ہوتی جارہی ہے، آرام طلبی بڑھ گئی ہے۔
13۔ مسلمانوں کی فوج اور ہتھیار فرسودہ ہیں۔
14۔ یہ لوگ خواتین کا زبردست استحصال کرتے ہیں۔
15۔ مسلمان اپنی بے مثال کتاب قرآن کی تعریفیں تو بہت کرتے ہیں، سمجھتے اسے بالکل نہیں۔ اسے پسِ پشت ڈال کر فقہ کی کتابوں، روایات اور صوفیوں کے ملفوظات میں گھرے ہوئے ہیں۔

صاحبو! ہمفر لکھتا ہے کہ اسلام کی لاتعداد خوبیوں سے ہم آگاہ ہیں لیکن ہماری حکومت اور وزارت نے طے کر رکھا ہے کہ مسلمان کو قرآن کے نزدیک نہ آنے دیا جائے۔

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

بحوالہ:۔ اسلام کے مجرم از ڈاکٹر شبیر احمد۔ ص 95 تا 100

علوم قرآن کے رد کا پس منظر

قرآن حکیم میں تخلیق ارض کے بیان میں فرمایا گیا ہے کہ اس میں جو گذران اور معیشت کی استعداد ودیعت کی گئی ہے وہ باقاعدہ انداز سے حساب کے ساتھ مقرر کی گئی ہے اور وہ حساب، انداز ایسا تو ہے جو حاجت مندوں میں برابری کے ساتھ پورا آنے والا ہے (41.10) سو یہ انتظام جب اللہ کی طرف سے سب کی برابری والا مقدر کیا گیا ہے تو اب سب کیلئے پرمٹ دی جاتی ہے کہ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا (2.35) بے روک بے ٹوک اپنی چاہت اور پسند کے ساتھ کھاؤ پیو۔ اب اللہ کی اس عطا اور رہنمائی کا اصل مقصد یہ ہے کہ بندہ جب دنیا میں استحصالیوں کے بندھنوں سے آزاد ہو کر فکر معاش سے فارغ اور آزاد ہو کر زندگی بسر کرے گا جب ہی وہ اللہ کے حکم اور منشور فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (2.38) پر گامزن ہوگا۔

جناب قارئین آپ نے قرآن حکیم میں ملاحظہ کیا ہوگا کہ آزاد انسان کے مقابل غلام آدمی پر جرم کرنے کی آدھی سزا ہے (4.25) اس سے ثابت ہوا کہ اللہ اپنے منشور، علم وحی پر عمل کرنے کیلئے انسان کو جب مکلف قرار دیتا ہے، جب وہ آزاد ہو۔ اللہ کے حساب سے انسان اللہ کی عبدیت کا حق جب ادا کر سکتا ہے، جب وہ اکیلے اللہ کا عبد بنے۔ کوئی بھی آدمی ایک ہی وقت میں غیروں کا غلام ہوتے ہوئے قوانین خداوندی پر عمل نہیں کر سکتا یا اس طرح اس حقیقت کو سمجھا جائے کہ ڈبل غلامی ممنوع ہے۔ انسان صرف اللہ کا عبد ہے اس لئے غلامی کے منبع اور سرچشمہ لڑائیوں میں فریق مخالف کو قید کر کے غلام بنائے جانے کی ریت اور رسم کو اللہ نے اپنے رسول خاتم الانبیاء کو دیئے ہوئے کائناتی منشور قرآن میں غلامی کو بند کرنے کیلئے واضح طور پر حکم دے دیا کہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ (8.67) یعنی اب اے نبی تیرے عہد سے لے کر لڑائیوں میں کسی کو بھی غلام بنانے کیلئے قیدی بنانے پر بندش لاگو کی جاتی ہے۔ اب ماضی کی جوریت، وسائل رزق کی لوٹ کھسوٹ اور اسے قائم

ودائم رکھنے کیلئے انسانوں کو انفرادی اور اجتماعی طریقوں سے غلام بنانا جاری تھی ان غلام ساز عفریتوں کو جب قرآنی انقلاب سے میدان بدر اور روم وفارس کے محاذوں پر **جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا** (11.82) الٹا لٹکا کر کیفر کردار تک پہنچایا گیا تو ان کی باقیات اور تلچھٹ نے آپس میں سرجوڑ کر ماتم کیا کہ ہماری قیصریت اور کسرویت تو ٹوٹ گئی۔ اب فرعونی جاگیرداریت قارونی سرمایہ داریت اور ہامانی پاپائیت کو نئے سرے سے کس طرح جنم دیا جائے۔ تو قرآن حکیم، ان کی سکیموں کی خبر دیتے ہوئے بتاتا ہے کہ **وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ○ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ** (28.41-42) یعنی جب قرآنی فکر کے انقلابیوں نے ان غلام ساز جاگیردار، سرمایہ دار اور پاپائیت کو لتاڑ کر پچھاڑ کر رکھ دیا تو طیش میں آ کر جذبہ انتقام کے طور پر انہوں نے امامت کے نام سے تحریک چلائی ،جس کا کام ہی قرآن مخالف حدیثوں سے جہنم کی آگ کی طرف بلانا تھا، تو ان کے افکار وفلسفہ کو انقلاب کے وقت تک کوئی نصرت اور تائید حاصل نہیں ہو سکے گی اور انہی افکار کو ہم نے اس دنیا اور قیامت میں قباحت بدصورتی اور ناکارگی چمٹائی ہوئی ہے۔ جناب قارئین غور فرمائیں کہ ان اماموں کی روایات جو خلاف قرآن ہیں کہ نابالغ بچیوں سے شادی کرنا، کیا یہ **يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ** یعنی آگ کی زندگی کی طرف بلانا نہیں ہے؟ ان اماموں کی خلاف قرآن روایات کہ جاگیرداری جائز ہے، کیا یہ آگ کی طرف بلانا نہیں ہے؟ ان اماموں کی روایات کہ انسانوں کو غلام بنانا جائز ہے، کیا یہ آگ کی طرف بلانا نہیں ہے؟ ان اماموں کی خلاف قرآن فقہوں اور حدیثوں سے آج تک عورتوں کو لونڈیاں بنا کر انہیں بیچنا اور ان سے بغیر نکاح کے جماع کرنا، یہ آگ کی طرف بلانا نہیں ہے؟ مسلم امت کے ساتھ یہ سارا مذاق رسول کے نام سے منسوب کردہ قیصری اور کسروی دانشوروں نے امامت کے عہدوں کی آڑ میں علم حدیث کے نام سے علوم قرآن میں ترمیم اور تنسیخ کے ناموں سے کی گئی ہے۔ انہی اماموں کیلئے قرآن نے فرمایا کہ یہ آگ کی طرف بلانے والے ہیں (28.41)

جناب قارئین! ملت اسلامیہ کے علمی میراث میں، افکار قرآنیہ میں ہمالیہ جبل سے بھی بڑی خیانتیں کی گئی ہیں۔ امت مسلمہ کی تاریخ پر اگر ریسرچ کی جائے تو اسے تن ہمہ داغ داغ شدہ پنبہ کجا کجا نہم کی طرح پائیں گے اور فقہ کالمسٹوں کو قرآن مخالف علوم پڑھاتے سکھاتے ہوئے امت مسلمہ کے معلم، قاضی، مفتی اور شیخ الاسلام کے منصبوں پر فائز دیکھیں گے۔ حوالہ کیلئے پڑھیں کتاب "ہمفرے کے اعترافات" اور "جنگل کی حویلی" کے نام اپنے گھر پر ڈاکہ کی روئداد۔

جناب قارئین! اس قسم کی شروع اسلام کے زمانہ کے حویلی کے فضلاء دانشوروں کی پہلی ٹیم کی طرف میں نے اپنی کتاب "افکار شاہ ولی اللہ قرآن کے آئینہ میں" کے مقدمہ میں تفصیلی اشارے دیئے ہیں جو **اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ** امت سے مکمل طور پر معنی اور مفہوم کے لحاظ سے قرآن حکیم کو ہائی جیک کیا ہوا ہے اور خلافت عثمانیہ ترکیہ سے پہلے مرحلے میں یہود و نصاریٰ اور مجوس کے اتحاد ثلاثہ نے اسماعیل صفوی کے ہاتھوں پورے ایران کو نکال کر شیعہ بنا دیا اور اسی اتحاد ثلاثہ کی تھنک ٹینک نے خلافت ترکیہ کے گورنر مکہ شریف کو غداری کروا کے عربوں کی جدا قومی حکومت کے نام سے عرب علاقے علیحدہ کروا کر ہمیشہ کیلئے امت مسلمہ کا ادارہ خلافت ختم کرا دیا۔ جس کی وجہ سے صفحہ ہستی پر جاگیرداریت، سرمایہ داریت ، پاپائیت (خانقاہیت) کو جو ہر دور میں قرآن کی وارننگ **اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ** (21.105) یعنی زمین پر جو ہل چلائے گا محنت کرے گا اس کا وارث وہی ہوگا - **وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ** (2.219) یعنی اپنی کمائی سے ضروریات سے فالتو اور بچت مقدار، سارے کا سارا خرچ کر دو یہ تمہارا نہیں ہے اور زمین میں گزر معاش کے جتنے بھی وسائل ودیعت کیے گئے ہیں وہ جملہ **سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ** (41.10) برابری کے اصول پر حاجتمندوں میں تقسیم کرنے ہیں، دی جاتی رہیں۔ اور قرآن کا یہ بھی ورلڈ آرڈر تھا کہ ریاستوں کے اندر پیداوار کو تقسیم کرتے وقت خیال رکھنا کہ **لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ** (59.7) ایسے نہ ہو کہ دولت ملٹی نیشنل کمپنیوں کے سرمایہ داروں کے

درمیان چرخے کے لوٹوں کی طرح پھرتی رہے اور بقیہ عوام اس سے محروم رہیں۔ جب قرآن حکیم کی ان زواجر کی للکاریں دنیا کے سرمایہ داروں کو ملنا بند ہوگئیں تو اس سے جاگیردار شاہی، سرمایہ دار شاہی اور ملا شاہی بے لگام ہوگئی اور عالمی سرمایہ داریت نے پھر اپنے پر پھیلانے شروع کئے اور ہر خطہ ارض پر زار شاہی بال و پر نکالنے لگی اور محنت کش عوام نان جویں کیلئے فاقے کاٹتے رہے۔ اس رزمگاہ میں قرآن کے کسی مدرسے، استاد یا وکیل نے تو فلسفہ **قُلِ الْعَفْوَ** کا نعرہ نہیں لگایا لیکن قدرت کے قانون مکافات عمل نے ان جبوں قبوں اور چوغوں میں ملبوس قدس سرہ ٹیم کے کسی خانوادہ کا انتظار نہیں کیا۔ اس راز **قُلِ الْعَفْوَ** (2.219) کو اللہ نے یہودی ہیگل مارکس اور لینن کے فکر اور ہاتھوں سے 1917ء میں دنیاء سرمایہ داریت وجاگیرداریت کے محلات کو مٹی میں ملادیا اگرچہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگادو — کاخ امراء کے درودیوار ہلادو

جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی — اس کھیت کے ہر گوشہ گندم کو جلادو

یہ تو اقبال کے فکر کی پرواز تھی، لیکن اس نے اپنے عمل کیلئے خود ہی فرمایا کہ

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے

گفتار کا غازی بن تو گیا کردار کا غازی بن نہ سکا

اس کے ساتھ ساتھ علامہ صاحب نے سورۃ بقرۃ کی آیت **قُلِ الْعَفْوَ** کیلئے بھی فرمایا کہ

جو راز **قُلِ الْعَفْوَ** میں پوشیدہ ہے اب تک اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

اور علامہ صاحب نے اپنے لیے اقرار بے کردار کے ساتھ اپنے دور کے ملاؤں کیلئے بھی فرمایا کہ **قُلِ الْعَفْوَ** کے فلسفہ کو یہ ملاء بھی اب تک نہیں سمجھے۔ فرمایا کہ اس راز کو کیا سمجھے دو رکعت کا امام اور کارل مارکس کیلئے بھی کہا کہ نیست پیغمبر و لیکن در بغل دارد کتاب۔ یعنی کارل مارکس بغیر نبوت کے صاحب کتاب ہے۔ امت مسلمہ کے ملاؤں کے سارے استاد جنگل کی حویلیوں کے فاضل **اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ** والے فضلاء کے تیار کردہ علوم کے دستار بند

ہیں۔ وہ قرآن تو صبح وشام پڑھتے ہیں لیکن انہیں پتہ نہیں یہ کہتا کیا ہے۔

امریکہ کے صدر نکسن نے سوویت یونین کے صدر برزنیف کو خط لکھا تھا کہ ہمیں آپ کے فلسفہ کمیونزم سے اتنا ڈر نہیں جتنا قرآن کے فلسفہ معیشت کا ڈر ہے۔ ہمارے ملاں نے قرآن کیا سمجھا ہے! ملاؤں کی تعویذوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سورۃ انفال کی آیت **وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى** (8.17) یہ کسی شیرینی پر دم کر کے معشوق کو کھلاؤ تو وہ تابع ہو کر قدموں میں آپڑے گا۔ جبکہ اس آیت کا مقصد ہے کہ اے قرآن کے مخاطب، اے محمد! جب تو انقلاب دشمنوں پر تیر برساتا ہے تو ان کے قتل ہونے پر افسوس نہ کرنا، یہ عمل تم نے میرے حکم سے کیا ہے، اب یہ تیراندازی گویا میں نے کی ہے۔ ان انقلاب دشمنوں کی موت ضروری ہے میں اللہ ضامن ہوں، ظالموں کو موت چکھانا ضروری اور لازم ہے۔ عدل اور انصاف کیلئے ضروری ہے کہ ظالموں پر تیر برسائے جائیں۔

جناب قارئین! یہ آیت تو کیا بلکہ پوری سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کیلئے مشہور ہے کہ برطانیہ کا ایک جارج اپنے ساتھیوں سے مرتے وقت کہہ رہا تھا کہ میں نے اپنی زندگی میں بڑی کوشش کی کہ مسلمانوں کی کتاب قرآن سے کم از کم سورۃ توبہ اور انفال گم کروادوں، نکال سکوں، لیکن میں یہ کام کر نہیں پایا۔ تو جناب قارئین جارج صاحب نصرانی تھا وہ ان سورتوں کا عالمگیر فلسفہ تو سمجھ گیا تھا لیکن ہمارے مولانا صاحب ان سورتوں سے دیکھیں کہ کس طرح کے تعویذ ایجاد کر کے اپنی دکان چلا رہے ہیں۔ یہ سب کمالات تصوف کی تعلیم اور جنگل کی حویلیوں کے فاضل آئمہ اور شیخ الاسلاموں کے مرہون منت ہیں۔

جنگل کی حویلی کی داستان کے بعد اب پڑھیں

برطانیہ دینی مدارس سے متنفر نہیں

جناب قارئین میرے سامنے روزنامہ اخبار جنگ کراچی کا ایک تراشہ موجود ہے جو جمعہ 31 مارچ 2006ء کا ہے۔ اس میں ایک چھوٹا سا مضمون ہے۔ لکھنے والے کا نام محمد عبدالمنتقم سلہٹی ہے۔ مضمون کی سرخی ہے کہ "برطانیہ دینی مدارس سے متنفر نہیں" آگے سرخی

کی دوسری لائن ہے کہ ہماری خواہش ہے کہ کوئی مدرسہ دہشت گردی کا مرکز نہ بنے۔ پھر سرخی کی تیسری لائن ہے کہ پاکستانی دینی مدارس کے وفد کی برطانوی وزارت خارجہ کے افسران سے ملاقات۔ مضمون کی چند شروعاتی سطریں یہ ہیں کہ گزشتہ دنوں پاکستان کے وفاق المدارس کے رہنماؤں نے برطانوی وزارت خارجہ کی دعوت پر انگلینڈ کا دورہ کیا جس میں دیوبندی مکتبہ فکر کے وفاق کے صدر مولانا سلیم اللہ خان اور جنرل سیکریٹری مولانا محمد حنیف جالندھری بریلوی مکتبہ فکر سے مولانا مفتی منیب الرحمان اور جماعت اسلامی سے ڈاکٹر عطاء الرحمٰن کے علاوہ اہل حدیث اور شیعہ مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے مدارس کے ذمہ داران بھی شامل تھے۔ آگے مضمون میں ہے کہ برطانیہ کی وزارت خارجہ نے پاکستانی وفد کے سامنے اپنے مقاصد اور اہداف کا کھل کر اظہار کیا اور واضح کیا کہ نہ ہی برطانیہ دینی مدارس سے متنفر ہے اور نہ ہی وہ یہ چاہتا ہے کہ یہ مدارس بند کر دیئے جائیں۔

جناب قارئین آپ نے کچھ محسوس کیا یا نہیں؟ ہماری دینی تعلیم کے جملہ مکاتب فکر جو یہاں آپس میں دست گریبان ہیں وہ نہایت ہی ہم آہنگی سے باجماعت دعوت افرنگ کو لبیک کہہ کر مشرف بہ انگلینڈ ہونے گئے ہیں۔ اصل میں ان کے جانے پر اعتراض کرنا تو فی نفسہٖ بنیادی طور پر قابل اعتراض نہ بھی ہو لیکن یہ جانے کا جواز تو جب ہے جب وہاں کی وزارت تعلیم بلاتی اور تعلیم ہی کے نظریات پر بحث کرنا موضوع بحث بنتے لیکن یہاں برطانیہ کے محکمہ تعلیم کی بجائے ان کی وزارت خارجہ دعوت دیتی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ دعوت ان کی امور سیاست سے متعلق تھی یعنی برطانیہ کو پاکستان کے مدارس دینیہ کے نصاب سے کوئی گلہ شکوہ نہیں تھا البتہ انہوں نے جو خود عالمی افق سے کمیونزم کے خاتمہ کیلئے عالمی سامراج کو ورلڈ آرڈر جاری کرنے کی پوزیشن دلانے کیلئے انہی مہمان علماء کرام کے مدارس کے طلبہ کرام کو برطانیہ اور دنیا کے کچھ اور پاکستان جیسے مقامات میں گوریلا فوجی ٹریننگ دے کر انہیں سوویت یونین کی افواج سے لڑایا اور افغانستان سے انہیں مار بھگایا بلکہ کمیونزم کے کعبہ ماسکو کو بھی فتح کر کے مسمار کیا۔ تو اب صرف یہ مسئلہ جو اس کے بعد ابھر کر آیا ہے کہ پاکستانی

طالب علموں کے اس مختصر عرصہ میں کچھ غیر ملکی اور عرب گوریلوں سے تعلقات ہو گئے تھے اور ان عرب گوریلوں میں اسرائیل کے خلاف نفرت تھی اس لئے ان کے پاکستانی گوریلے دوستوں سے برطانیہ کو شک ہوا کہ وہ عرب گوریلے پرانی دوستی کے ناطے انہیں اسرائیل دشمنی اور عالمی سامراج کی سرپرست یہودیت سے ٹکرانے کیلئے کہیں اپنے ساتھ کسی نئی تحریک میں شامل نہ کرلیں (ویسے اس طرح کے کچھ خدشات اس سے پہلے عالمی سامراج کے نمائندوں نے پاکستان کے صدر پرویز مشرف کے سامنے رکھے تو اس نے فی الفور آرڈر جاری کیا کہ پاکستان کے مدارس عربیہ میں سے غیر ملکی طالب علم فی الفور نکل جائیں۔ اس حکم پر مدارس عربیہ کے سرپرستوں کو بہت پریشانی ہوئی تو اس بارے میں) برطانیہ آئے ہوئے علماء کے وفد کے سامنے یہ معذرت خواہانہ وضاحت کی گئی کہ 7 جولائی کے بعد اگر اسی طرح کی کوئی سوچ اپنائی گئی ہے تو یہ پاکستانی حکومت کی اپنی سوچ ہے، برطانوی حکومت کی خواہش صرف اتنی ہے کہ کوئی مدرسہ دہشت گردی کا مرکز نہ بنے۔

جناب قارئین! اس وفد کے برطانیہ کی طرف جانے اور انہیں ان کے ایک سیاسی ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے دعوت دینے، پھر بات چیت کا انداز ایسا کہ آملے ہیں سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک۔ جیسا کہ پرانی یاری کی تجدید ہو رہی ہو اور بیچ کے گلے شکووں پر مٹی پاؤ، جو گزر گئی سو گئی۔ آئندہ احتیاط۔ یہ انداز برادرانہ سارا کچھ اس لئے تھا کہ برطانیہ کی سیاسی فائلوں میں لکھا ہوا ہے کہ صدیوں سے امت مسلمہ عالمی سامراج کے تیار کردہ پرانے قرآن دشمن نصاب تعلیم کو عین اسلام سمجھ کر چھاتیوں سے لگائے ہوئے ہے۔ ویسے بھی سوویٹ یونین کے خاتمہ کی جنگ میں پاکستانی اکابرین اسلام کو اپنے طالب علموں کو جہاد پر بھیجنے اور روس کو کافر اور منکر قرار دینے کے واعظوں، لیکچروں، فتووں اور تحریروں کا معاوضہ ڈالروں کی شکل میں جو ملا تھا تو وہ ڈالر کارٹونوں میں بھرے ہوئے آتے تھے اور کئی دفعہ تو اتنے ڈالر ہوتے تھے کہ پاکستانی بینکوں میں ایکسچینج کیلئے اتنی کرنسی موجود نہ ہوتی تھی۔ یہ بات شہر کوئٹہ میں مجھے ایسے شخص نے بتائی جس کی ڈیوٹی ان سرغنوں میں ایسے کارٹون پہنچانے اور بانٹنے کی ہوتی تھی۔

جناب قارئین! یہ عرضداشت ملک کے رازوں والی فائل کے حوالہ سے جناب روئیداد خان سابق سیکرٹری وزارت داخلہ اسلام آباد پاکستان کی کتاب کے حوالے سے گزشتہ کتاب میں عرض کر چکا ہوں کہ برطانوی عالمی سامراج نے مسلم لوگوں کو جدا ملک پاکستان کے نام سے اس لئے بنا کر دیا تھا کہ ان کے ذریعہ دنیا سے کمیونزم کے خاتمہ کیلئے انہیں کفرو اسلام کی جنگ قرار دے کر سوویت یونین کو ختم کرائیں۔ اندازاً 1954ء میں مودودی صاحب نے کراچی میں ککری گراؤنڈ کے جلسہ میں تقریر کے اندر امریکہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ عیسائی اور ہم مسلمان اہل کتاب ہونے میں برابر ہیں، آپ بھی اللہ کو مانتے ہو، ہم بھی اللہ کو مانتے ہیں سو آؤ کہ مل کر دنیا سے کمیونزم کا خاتمہ کریں اور اس لئے کہ وہ اللہ کا منکر ہے۔ اس لئے وہ ہمارا اور آپ کا مشترکہ دشمن ہوا۔ کراچی کے ایک فائیو سٹار ہوٹل میں جناب ممتاز بھٹو صاحب نے یو این اے کی طرف سے جلسہ منعقد کرایا۔ میں نے وہاں اپنی تقریر میں جی ایم سید کی ایک روایت بیان کی کہ اس نے بتایا کہ چرچل وزیر اعظم برطانیہ قاہرہ مصر میں آیا۔ ادھر ہٹلر کی فوجوں کا برطانیہ کے محاذوں پر بڑا دباؤ تھا۔ چرچل نے وزیر اعظم پنجاب سر سکندر حیات کو پیغام دیا کہ آپ میرے ساتھ قاہرہ میں آکر ملیں، تو وہ گیا اور اس کی واپسی سی پورٹ کراچی سے ہوئی، تو میں نے شیخ عبدالمجید سندھی سے کہا کہ چلیں سکندر حیات سے ملیں اور اس سے معلوم کریں کہ آپ کو چرچل نے کیوں بلایا تھا؟ سو ہم جا کر سکندر حیات کو ملے اور چرچل کی ملاقات کے حوالہ سے پوچھا تو اس نے جواب میں بتایا کہ چرچل نے بولا کہ آپ مسلمان ہمارے بڑے اچھے دوست ہیں، خیر خواہ وفادار ہیں، ہندو بڑے دھوکے باز ہیں، وہ ہمارے دشمن ہیں، ہم نے اب ہندوستان چھوڑنے کا فیصلہ کیا ہے، اب ہم چاہتے ہیں کہ اپنے دوست مسلموں کیلئے جدا ریاست اور مملکت قائم کر کے بعد میں جائیں، اور مزید یہ کہا کہ پنجاب کی فوجیں یہاں محاذوں پر جرمن سے نبرد آزما ہیں ان میں کوئی جوشیلی تقریر کرو تو ہم فتح یاب ہو جائیں۔ جلسہ میں میرے بعد بیگم فخر امام سیدہ عابدہ حسین کی تقریر کی باری آئی تو اس نے میری تقریر کا حوالہ دے کر کہا کہ یہ جو بات یہاں کی گئی ہے یہ بالکل

درست ہے۔ کتاب "آواز دوست" کے فاضل مصنف مختار مسعود سابق سیکرٹری سنٹرل گورنمنٹ پاکستان اور سابق پرنسپل سٹاف کالج لاہور نے اپنی کتاب میں راجہ محمود آباد صاحب جو مسلم لیگ کے بڑے ڈونر تھے، جناح صاحب کے دوست تھے، پاکستان بنانے پر بڑے پیسے خرچ کئے، ملک بننے کے بعد یہاں آکر رہنے کی بجائے انگلینڈ میں جا کر رہے اور وہیں فوت ہوئے۔ ان سے کتاب میں انٹرویو لیا ہے اور سوال کیا کہ آپ کا بڑا کمال ہے جو آپ نے 1946ء کے الیکشن میں کانگرس جیسی منظم پارٹی کو شکست دلا کر بالآخر مسلم لیگ کو جتوا کر پاکستان بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ تو راجہ صاحب نے جواب دیا کہ اس میں مسلم لیگ یا ہمارا کیا کمال ہے، یہ پورا الیکشن انگریزی حکومت کے ڈی سی اور ایس پی حضرات نے دھاندلیاں کر کے جیتی ہے۔ مسلم لیگ میں اتنا دم کہاں تھا کہ کانگرس کو شکست دے سکے۔ یہ باتیں میں اس لئے یہاں نقل کر رہا ہوں کہ ہمیں اپنی تاریخ سمجھنے میں مدد مل سکے کہ وٹ پرائس آف پاکستان اور ہمارے نعروں کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا دوسرا رخ کیا تھا۔ پاکستان نیا نیا بنا تھا، کچھ عرصہ بعد کسی اسمبلی ممبر نے سوال اٹھایا کہ آپ نے کل ہی کی بات ہے کہ زمین و آسمان کے قلابے ملا کر ایک کر دیئے تھے کہ پاکستان بنے گا تو اس میں اسلام کا سارا نظام لایا جائے گا۔ سو بتاؤ کہ اس کیلئے تم نے کیا کیا کیا ہے؟ تو ایک پارلیمانی سیکرٹری نے اٹھ کر جواب دیا کہ ہم نے اسلام کیلئے سارے ملک کے ریلوے اسٹیشنوں پر کعبۃ اللہ کی طرف تیروں کے رخ سیٹ کر دیئے ہیں ان پر قبلہ کا لفظ لکھا ہے تاکہ نماز پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔ دوسرا کام یہ کیا ہے کہ اسٹیشنوں کی ساری لیٹرینوں پر عربی زبان میں ان کے نام بیت الخلاء لکھوائے ہیں۔ جناب قارئین یہ اسمبلی کے ریکارڈ کی باتیں ہیں جن میں انہوں نے یہ اسلام کی خدمت کی ہے۔ اب ان چند کڑیوں کو ملا کر سوچا جائے کہ کیا ایسی ریاست کے خالق اسلام اور مسلم امت کے بھی خیر خواہ ہو سکتے ہیں؟ قرآن نے ان کیلئے حتمی طور پر سمجھایا ہوا ہے کہ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ (2.145) یعنی اے محمدؐ اے مخاطب قرآن اگر تو ان اہل کتاب کے سامنے دنیا بھر کے علمی

سلمان رشدی نے بھی اسی حدیث کو دلیل بنا کر گالیاں بکی ہیں۔
اور اسی نے گھر کو قحبہ خانہ پیش کیا ہے

استدلالات پیش بھی کرے قرآنی آیات سمیت تو بھی یہ لوگ آپ کے نظریہ کو فالو کرنے والے نہیں ہوں گے تسلیم کرنے والے نہیں ہوں گے۔ تو قرآن کی اس اطلاع کے باوجود آپ نے ابھی لندن گئے ہوئے پاکستانی علماء کے وفد کے ساتھ برطانوی وزارت خارجہ کے افسروں کا یہ خطاب پڑھا کہ برطانیہ دینی مدارس سے متنفر نہیں ہے اور نہ ہی وہ ان مدارس کو بند کرانے کا خواہش مند ہے۔ تو یہ سب کچھ اس لئے کہ امت مسلمہ کے دینی مدارس میں امت کے قبلہ "قرآن" کے خلاف عالمی سامراج کے مفادات والا نصاب پڑھایا جا رہا ہے سو وہ اس سے کیوں ناراض ہوں گے؟

سیرت نبوی کو داغدار بنانے کی حدیثیں

وحی غیر متلو کے نام پر، علم الحدیث کے نام پر، علم السنۃ کے نام پر ان بادشاہ پرستوں نے، ان سامراج پرستوں نے، ان انقلاب دشمنوں نے، ان قرآن دشمنوں نے اپنے علم الروایات کو قرآن کی شرح اور تفسیر مشہور کیا اور دعویٰ کیا کہ قرآن سوائے علم حدیث کے صحیح طریق پر نہیں سمجھا جا سکتا۔ ان یزدجری دانش گاہ کے گندم نما جو فروش دانشوروں نے خود کو امامت کے القاب دے کر رسول اللہ سلام علیہ، جسے اللہ نے لسان وحی سے **وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ** (68.4) کے مرتبت پر فائز قرار دیا یعنی اے محمد! تم اخلاق کی اعلیٰ منزلوں کے مالک ہو۔ اس کی توہین میں امام بخاری نے سورۃ احزاب کی تفسیر کے ذیل میں ایک جھوٹی من گھڑت حدیث لکھی ہے کہ عمر نے رسول اللہ کو عرض کیا کہ آپ کے گھر میں **یدخل علیك البر والفاجر فلو امرت امهات المؤمنين بالحجاب فانزل الله آیت الحجاب** کتاب التفسیر باب نمبر 803 حدیث نمبر 1900 یعنی آپ کے گھر میں نیک اور بدکار لوگ داخل ہوتے ہیں آپ کے گھر میں نیک اور فاجر لوگ داخل ہوتے ہیں آپ کے گھر میں اچھے اور لچے لفنگے لوگ داخل ہوتے ہیں۔

جناب قارئین اس حدیث میں فاجر کا لفظ بَر کے مقابلہ میں لایا گیا ہے تو آئیں کہ اس حدیث کا مفہوم سمجھنے کیلئے بر اور فاجر کی تقابلی ٹکنیک سے قرآن سے معنی مطلب پوچھیں۔ تو

قرآن نے بتایا کہ **إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ** (82.13-14) یعنی ابرار اور بر لوگ جنت کی نعمتوں میں ہوں گے اور فاجر لوگ دوزخ میں ہوں گے۔ تو بخاری کی حدیث والی عبارت کے معنی یہ ہوئے کہ آپ کے گھر میں اچھے جنتی لوگ بھی داخل ہوتے ہیں اور بدکار دوزخی لوگ بھی داخل ہوتے ہیں۔ جناب قارئین مجھ میں یہ مجال نہیں ہے کہ میں کسی شیخ الحدیث صاحب کو یہ کہہ سکوں کہ آپ کے گھر میں بدمعاش دوزخی لوگ بھی آتے رہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس طرح کسی بھی شخص کو اس طرح کہنا یہ ایک گالی ہے، یہ تہمت کے معنی میں ہے، یہ کسی کے اہل بیت پر تبرا ہے اور الزام ہے کہ آپ کے گھر میں بدکار لوگ آتے ہیں۔ غور کیا جائے کہ حدیث سازوں نے یہ تبرا اور گالی کا سا خطاب عمر ابن الخطاب جیسی شخصیت کے نام سے رسول اللہ سے کرایا ہے۔ جناب قارئین اس سورت احزاب میں اللہ نے رسول اللہ کو **دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا** (33.46) یعنی اللہ کے قوانین کی طرف بلانے والا کہا ہے جو اپنی دعوت میں، اخلاق میں، کردار میں سراج منیر ہیں، روشن چراغ ہیں، روشن آفتاب ہیں۔ سورۃ احزاب کی پیش کردہ ایسی مثالی شخصیت کو امام بخاری کی گھڑاوت، یزدجری تھنک ٹینک کی دانش گاہ کی ایجاد کردہ وحی غیر متلو نے سورۃ احزاب کے حوالہ سے رسول اللہ پر عمر بن الخطاب کے حوالہ سے یہ جو تبرا کرائی ہے، کیا یہ قرآن کی تفسیر کے طور پر قبول کی جا سکتی ہے؟ کہ جس ہستی کو سورۃ احزاب میں کائنات کے سب سے بڑے منصب پر فائز گردانا جائے کہ **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** (33.21) یعنی تم لوگوں کیلئے رسول اللہ کی شخصیت میں اسوۂ حسنہ کی نہایت ہی اعلیٰ مثال ہے۔ اسوۂ حسنہ کیلئے رسول اللہ سمبل ہیں، بہتر مثال ہیں۔ اسی سورۃ کی جو امام بخاری نے اپنی روایات سے تفسیر لکھی ہے اور تفسیری حدیثیں لائی ہیں ان میں آپ نے دیکھا کہ رسول کو کہا جاتا ہے کہ تیرے گھر میں فاجر لوگوں کا بھی آنا جانا ہے۔ یہ کتنی بڑی توہین ہے، کتنی بڑی گستاخی ہے۔ کیا قرآن کی حدیثوں سے اس طرح کی تفسیر قبول کی جا سکتی ہے؟ اس طرح کی حدیثیں تو دشمن رسول اور دشمن اسلام اور دشمن قرآن

ہیں۔ یہ نام نہاد وحی غیر متلو نامی اس طرح کی حدیثیں تو ناموس رسالت پر سیاہ دھبہ ہیں، ایک بدنما داغ ہیں۔ بدنام زمانہ کتاب ''شیطانی آیتیں'' ویسے تو وہ انگلش زبان میں ہے جو میں نہیں جانتا لیکن میں نے اس کتاب کے بارے میں جتنے بھی اسے پڑھے ہوئے لوگوں سے معلوم کیا تو انہوں نے اس ناول کی جو بنیاد، جو گراؤنڈ، جو پلاٹ بتائی وہ امام بخاری کی یہی حدیث تھی جسے ہم نے ابھی بحث کیلئے لکھا ہے کہ رسول اللہ کے گھر میں ہرا یرے غیرے فاسق فاجر کا آنا جانا تھا۔ تو کیا ناموس رسالت کا ایکٹ اس حدیث کی کتاب بخاری پر لاگو نہیں کیا جا سکتا؟ اس کے پڑھنے پڑھانے والوں پر عائد نہیں کیا جا سکتا؟ اگر سلمان رشدی اس جھوٹی حدیث کی بنیاد پر ناول لکھنے میں مجرم ہے جس نے تو ایسی وحی غیر متلو نامی گستاخی والی حدیثوں کو شیطانی آیتیں کا بھی نام دے کر گویا کہ ان حدیثوں کو رد کر چکا ہے۔ تو کیا اس کے خلاف قتل کرنے کی حد تک کی باتیں کرنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ اس کی مخالفت اس وجہ سے ہے کہ اس نے صحیح بخاری کی ایسی حدیث کو شیطانی آیت کا کیوں نام دیا؟ اگر میرا یہ گمان غلط ہے اور حقیقت اس طرح ہے کہ مسلم امت میں سلمان رشدی پر اس لئے غم وغصہ ہوا ہے یہ اس نے رسول اللہ پر غلط الزام لگایا ہے کہ ان کے گھر میں آوارہ لفنگے آدمیوں کا آنا جانا تھا تو پھر یہ غم وغصہ تو ضرور درست ہے لیکن پہلے یہ غصہ اس طرح کی حدیثوں کے ماخذ اول بخاری اور مسلم نامی کتابوں پر اور ان کے پڑھانے والوں اور حجت قرار دینے والوں پر ہونا چاہیے۔ سلمان رشدی نے تو اس طرح کی حدیثوں کو شیطانی آیتیں قرار دے کر اپنا مافی الضمیر تو پیش کر دیا لیکن مولوی اور شیخ الحدیث لوگ جو ان حدیثوں کو شیطانی آیتیں قرار دینا تو کہاں وہ تو بخاری ومسلم کو مثل قرآن کا لقب دیئے بیٹھے ہیں اور یہ مولوی حضرات ان تبرا والی حدیثوں کو وحی غیر متلو قرار دیئے بیٹھے ہیں تو جس وقت تک اہل مدارس مولوی لوگ اپنے ہاں فن حدیث اور بخاری ومسلم کو ناموس رسالت کا دشمن قرار دے کر انہیں نصاب سے خارج قرار نہیں دیتے اور گستاخی رسول کی ان حدیثوں کو شیطانی حدیثیں قرار نہیں دیتے تو اس طرح کے سارے مولانا لوگ ناموس رسالت ایکٹ کے جوابدار ہیں اور ہتک عزت رسول کے مجرم ہیں، اور

سلمان رشدی سے بڑھ کر گستاخ رسول ہیں کہ رشدی نے کم از کم اس طرح کی حدیثوں کو شیطانی آیتیں تو کہا۔ لیکن مولوی لوگ تو تادم تحریر ایسی حدیثوں کو حجت اور مثل قرآن قرار دے کر سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

جناب قارئین یہ حدیث کہ نعوذ باللہ رسول کے گھر میں نیکوں کے ساتھ بدکار لوگوں کا بھی آنا جانا تھا۔ امام بخاری نے سورۃ احزاب کی آیت نمبر 53 کی تفسیر کرنے کیلئے لائی ہے، یہ علم حدیث جو مشہور کیا گیا ہے کہ یہ قرآن کی تفسیر کیلئے ہے اور قرآن بغیر ان حدیثوں کے سمجھا نہیں جا سکتا۔ تو آئیں اسی باب کی دوسری حدیث بھی ملاحظہ کریں جو اسی آیت نمبر 53 کی تفسیر میں لکھی گئی ہے۔ جناب قارئین اسی آیت پر امام بخاری نے کل چھ عدد حدیثیں لکھی ہیں۔ میں قارئین کو التماس کرتا ہوں کہ پہلے وہ اس آیت کو اچھی طرح سمجھ کر پڑھیں اور مکمل خلاصہ اور مضمون ذہن میں رکھیں بلکہ پوری سورۃ احزاب کو ہی ایک نظر غور سے پڑھیں کہ یہ سورۃ کچھ دیگر مضامین کے ساتھ زیادہ تر آداب معاشرت کی تعلیم وتربیت پر مشتمل ہے۔ امام بخاری نے اپنی کتاب التفسیر میں سورۃ احزاب کی آیت نمبر 53 پر جو کل چھ عدد حدیثوں سے ایک باب باندھا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ نے جب بی بی زینب کے ساتھ شادی کی تھی اس پر ولیمہ کیا تھا وہ واقعہ اس آیت کا گویا کہ شان نزول قرار دیا ہے جبکہ امام بخاری اور اس کے استاد راویوں کا یہ شان نزول بڑا جھوٹ ہے اور یہ ولیمہ کی جملہ روایتیں جعلسازی کا شاہکار ہیں۔ شان نزول کی ان روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے بی بی زینب سے شادی کے موقعہ پر ولیمہ کیا اور اپنے خادم انس بن مالک کو لوگوں کو کھانا کھلانے کی دعوت پر مامور کیا (حدیث نمبر 1903) لوگ آتے رہے اور کھا کر اٹھتے چلتے رہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ وہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے اور وہ رسول کے گھر میں اس دوران اپنی مجلس رچائے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ رسول نے ان کے سامنے کئی طرح سے مجلس برخواست اور ختم ہونے کا عندیہ دیا لیکن وہ اپنی باتوں میں مگن رہے جو خدا خدا کر کے بڑی دیر سے اٹھے (حدیث نمبر 1901)۔ جناب قارئین اس واقعہ کے راوی نے دو عدد حدیثوں میں ان

آدمیوں کا جو بیت رسول میں کھانا کھانے کے بعد بھی باتیں کر رہے تھے، اُٹھ نہیں رہے تھے تین کا عدد بتایا ہے۔ اور ایک حدیث نمبر 1904 میں ان کا عدد دو بتایا ہے جبکہ اصل راوی وہ ایک ہی، مالک بن انس ہے ان تینوں حدیثوں کا۔ سو قارئین کو راوی کے اس اختلاف عدد کے فالٹ اور جھول کو بھی حدیث کے، اور واقعہ کے جعلی ہونے کیلئے ذہن میں رکھنا ضروری ہے اور حدیث نمبر 1902 میں راوی صاحب کے الفاظ ہیں کہ **قال انس بن مالك انا اعلم الناس بهذه الآية الحجاب لما اهديت زينب الى رسول الله ﷺ كانت معه في البيت صنع طعاما ودعا القوم**---- یعنی راوی کہتا ہے کہ میں اس آیت حجاب کے نزول کے واقعہ کو بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں جب حدیہ میں دی گئی زینب رسول اللہ کی جانب جو زینب رسول کے گھر میں اس کے ساتھ تھی تو رسول نے ولیمہ کیلئے کھانا تیار کرایا اور لوگوں کو دعوت دی ---- جناب قارئین! یہ جملہ کہ زینب رسول کو ھدیہ میں دی گئی اور وہ بھی اس حال میں کہ وہ رسول کے گھر میں اس کے ساتھ تھیں۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ زینب رسول اللہ کو ھدیہ میں کس نے دی؟ زینب کے قریبی وارث تو رسول اکرم خود تھے پھر اگر یہ کہا جائے کہ زینب نے خود ہی اپنے آپ کو رسول اللہ کو ھدیہ کے طور پر حوالے کیا ہے تو پھر حدیث کے متن کی عبارت تو صحیح نہیں بنتی کیونکہ **اهديت زينب** یعنی ھدیہ میں دی گئی زینب، یہ مجہول کا صیغہ ہے تو جملہ میں ھدیہ دینے والا کوئی اور بنتا ہے خود زینب نہیں بنتی۔ اگر زینب کو خود کو ھدیہ دینے والا کہا جائے گا تو جملہ اس طرح ہوگا کہ **اهدىٰ زينب نفسها لنبي** ﷺ یعنی زینب نے خود کو ہبہ کیا یا ھدیہ میں دیا رسول اللہ کو۔ تو جناب قارئین پہلا صاحب الواقعہ راوی انس بن مالک تو عرب ہے، صحابی ہے۔ اس کی عربی زبان میں اتنا جھول نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ازبکستان کے جو لوگ اس وقت فارس کی حکومت کا حصہ تھے اور شاہ فارس یزدجر بھی شکست کے بعد فرار ہو کر اپنے شمال مشرق کے علاقوں میں آ کر اسلامی انقلاب کے فکری ونظریاتی نصاب کی کتاب قرآن کے خلاف رسول اللہ کے نام سے حدیثیں،

بنوا کر اسلام کا متوازی علم بنام حدیث رسول مدون کروا رہا تھا تو ازبکستان کے پرشین اسپیکنگ نام نہاد اماموں نے جو سمرقند و بخارا میں عربی زبان میں حدیثیں ایجاد کی ہیں تو یہ ان کی گلابی عربی ہے، کسی اصل عرب اور صحابہ کی عربی نہیں ہے۔

جناب قارئین اب آئیں اس باب کی آخری اور چھٹی حدیث پر، اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ سودہ نزول حجاب کے بعد گھر سے باہر قضاء حاجت ضروریہ کیلئے گھر سے رات کو عشاء کے وقت نکلیں اور بی بی سودہ اپنی جسامت میں اتنی موٹی تھیں کہ وہ صرف اپنی جسامت سے ہی پہچانی جا سکتی تھیں۔ تو اسے جب عمر بن الخطاب نے دیکھا تو کہا کہ **يا سوده اما والله ما تخفين علينا فانظري كيف تخرجين قالت فانكفات راجعة ورسول الله ﷺ في بيتي** یعنی اے سودہ آپ قسم خدا کی ہم پر مخفی نہیں ہو سکتیں اور غور کرو کہ کس طرح تم نکلی ہو۔ جناب قارئین حدیث کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ قضاء حاجت کیلئے مدینۃ الرسول میں عورتیں گھروں سے باہر کسی جھاڑیوں وغیرہ میں جایا کرتی تھیں۔ (یہ بات ان حدیث ساز دشمنان رسول اماموں نے حدیث افک میں بھی لکھی ہے کہ بی بی عائشہ رات کے وقت بی بی ام مسطح کے ساتھ گھر سے باہر اور شہر سے بھی باہر قضاء حاجت انسانی کیلئے نکلی تھیں) تو عمر بن الخطاب نے بی بی سودہ کو جو ٹوکا ہے بقول اس حدیث کے گھڑنے والوں کے تو کیا عمر جیسے آدمی میں اتنی بھی عقل نہیں تھی کہ وہ کسی کو پاخانہ کرنے کیلئے جانا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ جبکہ حدیث کی عبارت ہی بتاتی ہے کہ بی بی سودہ نے چادر بھی اوڑھی ہوئی تھی اور اس کے باوجود بی بی صاحبہ کو عمر کا پہچاننا صرف اس کے موٹاپے کی وجہ سے تھا (اور موٹاپا تو اسے خلقت کے حوالے سے تھا) پھر عمر کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی کو انسانی ضرورتوں کیلئے جانے سے بھی روکے اور ٹوکے اور بی بی سودہ کے موٹاپے کی وجہ سے شناخت، اس میں تو بی بی صاحبہ کا تو کوئی قصور نہیں تھا کیونکہ موٹاپا ختم کرنا کسی کے بس کی بات تو نہیں ہے۔ اس قسم کے عمر ابن الخطاب کے اعتراض سے فاروق اعظم کی بھی توہین ثابت ہوتی ہے کہ وہ کسی کی طبعی حاجتوں کیلئے معمول کے آنے جانے کو بھی

پسند نہیں کرتے تھے اور اس لئے بھی کہ عمر اپنے شہر کے معمولات کو بھی تو جانتے ہوں گے تو وہ کسی پر رات کے اندھیرے میں بھی پیشاب پاخانے پر کیوں بندش لگائیں گے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اس لئے عمر بن الخطاب اس قسم کی بندش نہیں لگا سکتے تھے۔ (میرے قارئین مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ میں مخالفین کے آداب بجا نہیں لاتا اور سخت لہجہ میں لکھتا ہوں تو آئیں اور آپ انصاف کریں) جناب قارئین ان حدیث سازی پر امام کہنے والوں کو جب رسول اللہ جیسی عظیم المرتبت ہستی کو گالیاں دینا اور ان پر تبرا کرنا مقصود ہوتا ہے تو حدیثوں میں لکھتے ہیں کہ ان کی ازواج مطہرات رات کے وقت شہر سے باہر قضاء حاجت کیلئے جاتی تھیں اور جب خود رسول اللہ پر کسی اور طریقے سے کوئی الزام لگانا مقصود ہوتا ہے تو اس میں لکھتے ہیں کہ **عن عبداللہ بن عمرؓ قال ارتقیت فوق بیت حفصه فرایت النبی ﷺ یقضی حاجة مستد برا لقبلة مستقبل الشام** یعنی ابن عمر فرماتے ہیں کہ ایک روز بی بی حفصہ کے کمرے کی چھت پر چڑھا تو دیکھا کہ (کمرہ کے ساتھ کی بغیر چھت والی لیٹرین میں) رسول اللہ قضاء حاجت کر رہے تھے اور وہ اس حال میں کہ قبلہ کو پیٹھ دے کر شام کی طرف منہ کئے ہوئے تھے۔ اس حدیث کا حوالہ ہے بخاری، کتاب الجہاد والسیر باب نمبر 241 حدیث نمبر 344۔ اس حدیث پر تفصیلی تبصرہ میری سندھی زبان میں کتاب ''قرآن مھجور'' میں پڑھا جائے۔ یہاں صرف اتنا عرض ہے کہ دیکھا جائے کہ رسول اللہ جو کہ مرد ہیں تو ان کیلئے حاجت ضروری کیلئے گھر کے اندر لیٹرین کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس نقشہ سے ان حدیث سازوں کو ابن عمر کو چھت پر چڑھا کر اس سے شہادت دلانی ہے کہ رسول شام کی طرف یہودیوں کے قبلہ کی طرف منہ کر کے قضاء حاجت کر رہے تھے۔ جناب قارئین یہ کہاوت آپ نے سنی ہوگی کہ دروغ گو را حافظہ نبا شد۔ جب ان حدیث سازوں کو رسول اللہ کی ازواج مطہرات کی شان میں لوگوں کے اندر بد گمانیاں پھیلانے کی جی میں آئی ہے تو قضاء حاجت کو گھروں سے باہر دور جھاڑیوں میں دکھاتے ہیں اور جب اہل اسلام سے یہودیوں کو لڑانے کی سوچتے ہیں تو رسول اللہ جو مرد بھی

ہیں ان کیلئے گھروں کے اندر لیٹرین موجود ہونے کی حدیث بناتے ہیں۔

اب آتے ہیں پہلی حدیث پر کہ بی بی سودہ پر جب عمر نے گھر سے باہر نکلنے پر اعتراض کیا تو وہ گھر واپس ہوئیں اور کہتی ہیں کہ اس رات رسول اللہ کی میری گھر میں رات گزارنے کی باری تھی اور میں واپس آئی تو وہ عشاء کا کھانا کھا رہے تھے اور ان کے ہاتھ میں ہڈی تھی۔ **فدخلت فقالت یارسول الله انی خرجت لبعض حاجتی فقال لی عمر کذا وکذا قالت فا وحی الله الیه ثم رفع عنه وان العرق فی یده ما وضعته فقال انه قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن** یعنی جب میں واپس ہو کر گھر میں داخل ہوئی تو رسول اللہ کھانا کھا رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں سالن کی ایک ہڈی تھی۔ پھر میں نے انہیں باہر عمر کی باتوں کا قصہ سنایا تو اس دوران آپ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا اور جب نزول وحی کی کیفیت ختم ہو گئی تو ابھی ہڈی آپ کے ہاتھ میں تھی جواب تک پھینکی بھی نہیں تھی۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے عورتوں کیلئے اجازت دے دی ہے کہ وہ اپنی حاجت کیلئے باہر جا سکتی ہیں (حدیث ختم)

جناب قارئین اس باب کی کل چھ حدیثیں ہیں جن میں سے پہلی پانچ حدیثوں کو امام بخاری نے سورۃ احزاب کی آیت نمبر 53 جسے ان اماموں نے نزول پردہ کی آیت کہا ہوا ہے۔ ان کو شان نزول کا واقعہ قرار دیا ہوا ہے اور اسی باب کی آخری اور چھٹی حدیث کو اس سورۃ کی آیت نمبر 59 کا شان نزول بنا دیا ہے اب اگر غور کیا جائے تو آیت نمبر 53 اور 59 کے نزول کا وقت ان حدیثوں کے حوالے سے تو ایک ساتھ ثابت نہیں ہو رہا، اگر ایک ساتھ ہوتا تو عمر کی مجال نہ ہوتی کہ قرآن کی طرف سے عورتوں کو حاجت کیلئے باہر جانے کی اجازت ملنے کے بعد بھی روکتے اور ٹوکتے۔ ان حدیثوں کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت نمبر 53 جو کہ بی بی زینب کے ساتھ رسول کی شادی کے دن نازل ہوئی ہے اس کے بعد چار آیتوں بلکہ مزید بھی متعدد آیتوں کا موضوع ایک ہی ہے یعنی آداب تمدن و معاشرت۔ جو آیت نمبر 53 سے لے کر 62 تک ایک ہی موضوع ہے۔ اب کوئی بتائے کہ آیت نمبر 53 میں پردہ کے نزول کی

بات آئی ہے۔ اس کے مطابق بی بی سودہ نے چادر بھی اوڑھی ہے پھر بھی عمر نے گھر سے باہر نکلنے پر اعتراض کیا ہے۔ اور آیت نمبر 59 میں جو گھر سے باہر حاجات کیلئے نکلنے کی اجازت ملی ہے تو یہ حدیثوں کا انداز بتاتا ہے کہ یہ 53 سے 62 نمبر تک کی دس آیتیں جدا جدا وقتوں میں نازل ہوئی ہیں جبکہ یہ دس کی دس آیتیں ایک ہی موضوع سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ قرآن حکیم خود اپنے نزول کے انداز سے واقف کراتا ہے کہ وہ کم سے کم کسی موضوع کے متعلق وحی کی رہنمائی کو ادھورا اور ناقص نہیں چھوڑتا۔ اس لئے تو فرمایا کہ **وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُه‘** (20.114) یعنی مسائل حیات کے بتانے میں جلدی نہ کریں جب تک اس موضوع کے متعلق قرآن کی رہنمائی مکمل نہ ہو جائے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ بھی نزول کے سلسلہ میں اسی طرح کرتا ہوگا جس طرح وہ اپنے رسول سے فرماتے ہیں یعنی ایسے ہرگز نہیں ہوا ہوگا کہ اللہ کسی مسئلہ کا ایک حصہ تو ایک وقت میں نازل فرمائیں لیکن دوسرا حصہ چھ ماہ بعد نازل فرمائیں۔ یہاں جو امام بخاری نے سورۃ احزاب کی آیت نمبر 53 کا شان نزول ایک بتایا اور آیت نمبر 59 کا شان نزول دوسرا بتایا ہے تو ان روایات کے جو جھول دکھائے گئے ہیں وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ ان قرآن دشمن اماموں کی اپنے ہاتھ کی صفائی ہے اور نزول قرآن ان کے جھوٹے قصوں والے شان نزول سے کوئی بھی تعلق نہیں رکھتا اور جہاں تک شان نزول کی بات ہے تو وہ قصے بھی اللہ نے ان روایات گھڑنے والوں کیلئے نہیں رکھے بلکہ ایسے واقعات اور قصے اللہ نے خود قرآن میں ہی بیان فرمادیئے ہیں جس طرح **قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِىْ تُجَادِلُكَ فِىْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِىْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا** (58.1) اگر یہ مانا جائے کہ قرآن کیلئے ان حدیثوں میں جو شان نزول کے قصے ہیں قرآن ان کی وجہ سے نازل ہوا ہے پھر تو اللہ پر الزام آتا ہے کہ جو واقعات زمانہ نزول قرآن کے بعد واقع ہوئے ہیں یا ہوتے رہیں گے قرآن ان امور کے متعلق رہنمائی سے عاری ہے اور اللہ کی یہ کتاب اس طرح سے ناقص اور ادھوری ہوئی۔

حدیث سازوں کی طرف سے رسول اللہ کو ایک خانقاہی پیر او رنذرانوں پر گزر بسر کرنے والا دکھانے کی سازش

جناب قارئین میں نے یہ مضمون حدیث ساز اماموں کی طرف سیرت النبی کو داغدار بنانے کی سازش کے عنوان سے شروع کیا ہے یہاں تک اس مضمون کی یہ ایک مختصر تمہید تھی۔ اصل بات جو عرض کرنی ہے کہ آپ کئی ساری ایسی احادیث پڑھیں گے جن میں ہمارے انقلابی رسول کو جو سرداران مکہ کو مکی زندگی میں بھی میدان جنگ میں آنے کے چیلنج کرتا ہے کہ اترو میدان میں پھر دیکھو کہ کس طرح ہم تمہیں سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہیں (96.15) ایسے رسول کو یہ حدیث ساز دکھاتے ہیں کہ چادر اوڑھے ہوئے دیوار کعبہ کے سائے میں دعائیں دے رہا ہے۔ امام بخاری نے کئی ایسی حدیثیں لکھی ہیں جن میں دکھایا ہے کہ رسول اللہ کو پڑوس سے ہدیے ملتے تھے جو زیادہ تر اس رات کو بھیجتے تھے جب آپ وہ رات بی بی عائشہ کے گھر میں ہوتے تھے۔ جناب قارئین اس قسم کی روایات میں تو ایک طرح سے ان حدیث ساز اماموں نے گویا عائشہ پر بلکہ خود رسول پر بھی تبرا کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ ہدیے دینے سے اگر رسول اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا مقصود ہے تو پھر رسول اپنی کسی بھی گھر والی کے ہاں رہائش پذیر ہوں تو اس کی شخصیت میں تبدیلی نہیں آسکتی یعنی جہاں بھی ہوں ہدیہ ملنے پر خوشی ایک ہی طرح کی ہوگی اس میں یہ کون سی فلاسفی ہے کہ عائشہ کے گھر ہوں تو زیادہ خوش ہوں اور اگر کسی دوسری بیوی کے پاس ہوں تو ہدیے ملنے پر اتنی خوشی نہ ہو۔ یہ منطق یہ من گھڑت فلاسفی ان روایت سازوں کی ہے جن لوگوں نے عائشہ کی زندگی پر تہمت والی جھوٹی حدیث گھڑی ہے اور عائشہ سے اس طرح کی رقابت کی آپ حدیثیں پڑھ کر دیکھیں تو محسوس کریں گے کہ بقیہ ازواج مطہرات نے جیسے کہ عائشہ کے خلاف یونین بنا رکھی ہے، ہر وقت سٹرائیک کے نمونہ پر وفد کے طور پر بی بی فاطمہ کے پاس شکایت لے جاتی ہیں کہ تم اپنے والد کو سمجھاؤ کہ ہدیے ہمارے گھروں میں بھی لوگ بھیجیں۔ کبھی بی بی ام سلمہ کو کہتی ہیں کہ آپ رسول اللہ کو سمجھائیں، کبھی زینب بنت جحش کو کہتی ہیں کہ آپ رسول اللہ کو سمجھائیں

حوالہ کیلئے پڑھ کر دیکھیں باب فضائل عائشہ، کتاب مسلم صفحہ نمبر 285 قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی اور بخاری (مع اردو ترجمہ) دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور حدیث نمبر 941 باب نمبر 414

جناب قارئین رسول اللہ کی سیرت پر ان حدیث سازوں نے نہایت ہی غلط حدیثیں بنائی ہیں۔ آپ نے جو بھی سورۃ احزاب کی آیت نمبر 53 پڑھی اس کا شان نزول کہ یہ رسول کے ولیمہ کے موقعہ پر اتری تھی یہ سراسر غلط ہے۔ آپ غور سے تدبر سے ان آیات کو پڑھیں ان کا ولیمہ کے موقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ آیت مکمل طور پر بتاتی ہے کہ رسول اللہ کے معمولات میں یہ تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کی وقت بوقت کھانا کھلانے کی دعوتیں کیا کرتے تھے اور مدنی زندگی تو بالخصوص **وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ** کا دور ہے لیکن قرآن نے تو رسول اللہ کے تنگ دستی سے آزاد ہو کر غنی بن جانے کی بات **وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ** (93.8) یہ تو مکی زندگی کی ہے اور انقلاب لانے والے کیلئے ضروری ہے کہ اس کا دسترخوان کشادہ ہو اور رسول اللہ ان گدی نشینوں کی طرح ہرگز نہیں تھے جن کی ہمیشہ مریدوں کے نذرانوں پر زندگی کا گزر بسر ہوتا ہو۔ میرے اس دعویٰ کہ رسول اللہ وقت بوقت اپنے ساتھیوں کیلئے انقلابی امور سے متعلق میٹنگوں کے مواقع پر ان کے کھانے کا بھی انتظام کرتے تھے اور مہمانوں کیلئے مطلوبہ ضروریات کا سامان بھی رسول اللہ کے گھر سے جایا کرتا تھا جسے حاصل کرنے اور وصول کرنے کیلئے اللہ نے تعلیم دی کہ ایسے ہی بن پوچھے کسی کے گھر میں گھس کر اور اندر جا کر کوئی چیز نہ مانگا کرو بلکہ پرائیویسی جو ہر اہل خانہ کا حق ہے اس کا خیال رکھتے ہوئے دروازہ سے باہر کھڑے ہو کر مانگو اور وہ بھی اس طرح کہ کھلے ہوئے دروازہ کے اوپر کھڑے ہو کر گھر میں اندر نہ جھانکو بلکہ دروازہ سے ہٹ کر دیوار کو اوٹ بنا کر سائیڈ میں کھڑے ہو کر اپنی حاجت پیش کرو۔

جناب قارئین آپ کتاب تفہیم اسلام مصنف مسعود احمد بی ایس سی پڑھ کر دیکھیں بلکہ یہ بھی کیوں؟ کیوں نہ اہل فارس کے حدیث ساز اماموں کی حدیثیں براہ راست پڑھ کر

دیکھیں کہ ان میں رسول اللہ کو نہایت ہی نادار مسکین محتاج کر کے پیش کیا گیا ہے اتنا کہ وہ کئی کئی دن بھوکے رہتے تھے اور فاقہ کشی کے عالم میں پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، گھر میں کئی کئی دن چولہا نہیں جلتا تھا، درختوں کے پتے اور چھوڑے پیس کر کھاتے تھے۔ خبر نہیں اور بھی کیا الا بلا قسم کی حدیثیں لکھی ہوئی ہیں جبکہ سورۃ **وَالضُّحَىٰ** کو غور سے پڑھا جائے تو **وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ** کی آیتوں سے یہ پکا ثبوت ملتا ہے کہ رسول اللہ کو نبوت اور خوشحالی دونوں ایک ساتھ ملی ہیں بلکہ اس سورۃ میں ہے کہ اللہ نے رسول کو پہلے خوشحالی دی اس کے بعد نبوت دی۔ یہ بات آیت نمبر چھ میں فرمائی گئی ہے کہ **أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ** (93.6) یعنی یتیم محمد کو اللہ نے اپنی پناہ عطا کی تو پھر قرآن نے اس پناہ کی اگلی سات اور آٹھ نمبر آیتوں میں تفصیل سمجھائی ہے کہ **وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ** یعنی اے محمد تو انقلاب لانے کیلئے دستور حیات اور منشور سے بے خبر تھا ہم نے آپ کو نبوت دے کر منشور، ہدایت، قرآن عطا کیا اور آپ تنگ دست تھے تو آپ کو غنی بنایا۔ اب اللہ کی پناہ کا پہلا تعلق رسول کی یتیمی حالت کے ساتھ ہے اور یتیمی تو شروعات زندگی سے ہی شریک سفر ہو گئی تھی۔ اس بے سہارا دور میں اللہ کی پناہ شامل حال ہو گئی ہے یعنی خوشحالی پہلے آئی ہے۔ اور آیت (33.53) میں ہے کہ جب تم رسول اللہ کے دروازہ پر آکر اہل خانہ سے کوئی سامان طلب کرو۔ تو جناب عالی متاع اور سامان کسی بھی کنگلے آدمی کے گھر میں نہیں ہوتا، صاحب متاع کسی خوش حال شخص اور گھرانہ کو کہا جاتا ہے۔ تو آیت (33.53) کا سیاق وسباق بتاتا ہے کہ یہ ولیمہ کے موقع کی بات نہیں ہے۔ یہ معمولات مستمرہ کی بات ہے اور کسی کے دروازہ پر آکر سامان طلب کرنا یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ یہ کوئی گھر والا نہایت ہی خوشحال ہے۔ اس آیت سے رسول اللہ کیلئے فقر و فاقہ کی گھڑی ہوئی جملہ حدیثیں جھوٹی ثابت ہوتی ہیں اور جو آیت (9.92) میں ہے کہ **وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ** یعنی لڑائی میں شریک ہونا ان لوگوں کیلئے بھی معاف کیا جاتا ہے کہ وہ شرکت کیلئے آپ کے ہاں آئے تو سہی مگر آپ نے ان سے معذرت

کی کہ میرے پاس سواریوں کی کمی ہے اس لئے آپ کو شریک جنگ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر وہ لوگ عدم شرکت کی حسرت لئے ہوئے واپسی پر روتے گئے۔ اس طرح کی آیتوں سے کئی لوگ دلیل لیتے ہیں کہ قرآن سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ نادار اور مسکین تھے۔ جناب قارئین یہ آیت میں مسکینی کی مثال رسول اللہ کی شخصی زندگی کی نہیں ہے، یہ تو رسول کی قائم کردہ گورنمنٹ ریاست اور حکومت کی ہے جو کہ ان حدیث پرستوں کو ہر وقت چبھتی رہتی ہے کہ اسلام حکومت سازی کیلئے نہیں آیا حوالہ کیلئے کوئی رائیونڈی لوگوں کے ساتھ چلا لگا کر دیکھے۔

یزد جر کی دانش گاہ والی حویلی اور آج کے سامراج کی جنگل والی حویلی کو ملانے والی کچھ کڑیاں

جناب قارئین کوئی بھی شخص مسلم امت کے بڑے فرقوں شیعہ اور اہل سنت اور اہل حدیث نامی کی حدیثوں کے نام سے ان کی صحاح اربعہ اور صحاح ستہ نامی سب کتابوں کو کھول کر پڑھے سب کے ہاں آپ کو فضائل قرآن کے ابواب ملیں گے جن کے اندر یہ تو آپ کو نظر آئے گا کہ تلاوت قرآن کے فضائل اور ثواب کتنے کتنے ہیں۔ مسلم امت کے جملہ فرقوں کی کتب احادیث میں کہیں بھی آپ کو نظر نہیں آئے گا کہ مسائل حیات قرآن سے اخذ کیا کریں۔ میں چیلنج سے دعوٰی کرتا ہوں کہ کسی بھی مسلک کی حدیثوں میں یہ نہیں لکھا گیا کہ قرآن حکومت چلانے کیلئے بطور منشور و دستور حیات دیا گیا ہے جبکہ اللہ نے اپنے رسول کو قرآن دیتے ہوئے فرمایا کہ **إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتَٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ** (4.105) یعنی ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل کی ہے جس کے نزول کی غرض وغایت یہ ہے کہ اس کے ذریعے آپ لوگوں کے اندر قرآن کی حکومت قائم کریں اور سورۃ مائدہ میں فرمایا کہ **وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْكَٰفِرُونَ** (5.44) یعنی جو بھی شخص ہماری نازل کردہ کتاب کی حاکمیت نہیں قبول کرتا ایسے سارے لوگ کافر ہیں۔ میں اس اکیسویں صدی تک دیکھ رہا ہوں کہ مسلم امت کے جملہ فرقوں کی مسلکی درسگاہوں میں مسائل حیات کی خاطر قرآن مخالف، انسانیت دشمن اماموں کے

ناموں کی فقہیں پڑھائی جاتی ہیں۔ میں چیلنج سے کہتا ہوں کہ مکہ، مدینہ، قاہرہ، دیوبند اور اسلام آباد کی شاہ فیصل مسجد میں جو اسلامی یونیورسٹی قائم کی گئی ہے اور اس میں قاضی اور اسلامی قانون چلانے کیلئے جو جج تیار کئے جاتے ہیں یا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کا قائم کردہ دار العلوم کورنگی کراچی یا جامعہ اسلامیہ بنوریہ کا مدرسہ یا اہل حدیثوں اور اہل شیعہ کے مدارس ان سب کے اندر مسائل حیات کیلئے قرآن کی جگہ علم حدیث سے اخذ کردہ فقہیں پڑھائی جاتی ہیں جو کسی نہ کسی امام ہی کی طرف منسوب ہیں اور یہ سارے قرآن دشمن امام یزدجر کے جاری کردہ امامی ناموں سے قرآن مخالف تحریک سے منسلک ہیں اور یزدجر کی دانش گاہ کے مفکروں نے قرآن کی کشش ختم کرنے کیلئے جس طرح کے اقوال رسول کے نام سے علم حدیث ایجاد کیا تھا اسی طرح سے شخصی اور نسبی طور پر آل رسول کے نام سے بھی جعلی شجرہ ہائے نسب سے رسول اللہ کو آل بھی چمٹادی۔ جس کا قرآن نے واضح طور پر انکار بھی کیا ہوا ہے کہ **مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ** (33.40)

جناب قارئین آپ حیران ہوں گے کہ مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب جو بانی دار العلوم کورنگی کراچی مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے فرزند ہیں جن کی کتاب ''حجیت حدیث'' پر میں نے اپنی اس کتاب ''حجت صرف قرآن ہے'' میں تردیدی تنقید، تبصرے اور جوابات لکھے ہیں۔ تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب میں ایک سو سے زائد بار رسول اللہ کیلئے آل کا ذکر کیا ہے۔ ایک بات قارئین ذہن میں رکھیں کہ قرآن نے ہر نبی کے دشمنوں کیلئے جملہ **قَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِهِ** سے ان کا تعارف کرایا ہے۔ ملاء کا معنی ہے جن کے سٹور، گودام لوٹے ہوئے، استحصال کئے ہوئے مالوں سے بھرے ہوئے ہوں۔ وہ ہوئے ہر دور کے سرمایہ دار اور جاگیردار تو موجودہ دور میں **قَالَ الْمَلَأُ** کے معنی ہوں گے آئی ایم ایف کے ممبر سرمایہ دار، ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن اور ورلڈ بینک کے ممبر سرمایہ دار، ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مالک۔ یہ سب کے سب کل کے قیصر و کسریٰ اور قارونیت کے وارث ہیں، ان کا تسلسل ہیں۔ تو کل کے شاہ کسریٰ کی دانش گاہ کے دانشوروں نے رسول اللہ کی ختم نبوت کو مٹانے کیلئے جو

آل رسول ایجاد کی تھی جس کی چوٹ سے آج کوئی بھی امامی مسلکی فرقہ قرآن کو مسائل حیات
کا ماخذ نہیں تسلیم کر رہا تو جناب تقی عثمانی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں سو سے بھی زیادہ بار
رسول اللہ پر صلوٰۃ بھیجنے کیلئے جو اللہ کو کہا ہے تو یہی سفارش اللہ کو آل رسول پر بھیجنے کیلئے بھی کی
ہے جبکہ اللہ نے تو ہم مومنوں کو حکم دیا ہوا ہے کہ تم بھی میرے رسول انقلاب پر صلوٰۃ و سلام
سے اس کا ساتھ دو (33.56) تو جناب تقی عثمانی صاحب کی غیر قرآنی آل کیلئے صلوٰۃ یہ ایک
قسم کا انڈیکشن ہے اس قرآن دشمن کسروی سامراج کی وارث آئی ایم ایف قسم کی مافیا کو
جنہوں نے کل کو ختم نبوت کو توڑنے کیلئے رسول کے نام جعلی آل ایجاد کی تھی۔ عالمی سامراج
کی ان کڑیوں کی طرف میں اپنی پہلے لکھی ہوئی کتابوں میں بھی مختصر اشارے کرتا ہوا آیا ہوں
کہ جس طرح جنگ قادسیہ میں شکست کے بعد بدلہ لینے کیلئے میدان جنگ کی بجائے میدان
علم میں کلام اللہ قرآن کو یزدجر شاہی نے ختم کرنے کیلئے اپنا ہدف بنایا سو متن قرآن کو تو وہ ذرہ
پھر بھی ہلا نہ سکے پھر لگے وہ مفاہیم اور قرآنی معانی کو زیر و بالا کرنے اور آگے چل کر تحریفات
معنوی کیلئے انہوں نے تفسیر القرآن بالاحادیث کے حربہ کو اتنا تو اچھالا کہ اللہ نے تفسیر القرآن
بالقرآن کو قرآن فہمی کا جو ذریعہ واحد بنایا ہے کہ **انظر کیف نُصَرِّفُ الْأٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَفْقَهُوْنَ** (6.65) یعنی اے مخاطب قرآن دیکھ کہ ہم کس طرح تصریف آیات
کرتے ہیں تاکہ اس سے لوگ قرآن کو سمجھ سکیں، لیکن اہل فارس کی امامی نام والی تحریک
حاملین قرآن اور قرآن کے وارثوں سے قرآن کی بتائی ہوئی اس تفسیری ٹیکنالوجی کو چھیننے اور
چھڑانے میں کامیابی ہوگئی **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ** میں عزیز اللہ عارضی طور پر بلکہ
سقوط بغداد پھر دور صفوی سے لے کر آج تک کیلئے عارضی طور پر اپنی شکست قبول کرتا ہوں۔
وہ اس وجہ سے کہ اگر موجودہ امت مسلمہ میں سے ہونے کی دعویٰ کنندہ نسل نے خرافاتی قسم
کے علم الروایات کو نہ چھوڑا تو یہ تو **فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ** (23.41) بقیہ اجل کیلئے تیار ہو
جائیں۔ لیکن قانون فطرت سے امید ہے کہ **ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ** (23.42) یعنی نشأۃ ثانیہ کیلئے اللہ کا قانون ان ملاء قسم کے مترفین اور ان کے

پروردہ دانشوروں کو لے ڈوبے گا اور **یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ** (47.38) یعنی ان منحرفین قرآن کی جگہ ایسے لوگ آئیں گے جو ان کی طرح کے
نہیں ہوں گے۔ لیکن یاد رکھا جائے کہ اس قانون کی حرکت میں آنے کیلئے پہل ہمیں کرنی
ہوگی کیونکہ حکم ہے کہ **اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ** (13.11) یعنی اللہ کسی قوم کی حالت کو اتنے تک نہیں بدلتا جتنے تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی
لانے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ سو بڑے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ 1857ء کی جنگ آزادی
میں شکست کھانے کے بعد انگریزوں نے جملہ شرکاء جنگ، جن کو وہ گرفتار کر سکے ان کو پھانسی
پر لٹکایا اور ان کے سر قلم کروا کر لال قلعہ دہلی سے جامع مسجد دہلی تک دہشت کیلئے کئی دنوں تک
لٹکائے رکھا۔ جنگ بغاوت کے کچھ قائدین میں سے بڑی اہم شخصیت علامہ محمد قاسم نانوتوی
سے انگریز حکومت نے جان کی امان کے بدلے میں سودا کیا کہ ان کے دو کام اگر وہ کرے گا تو
اسے معافی ملے گی۔ ایک یہ کہ اسلامی دینی درسگاہوں میں مروج سیالکوٹی نصاب میں تھوڑا سا
اضافہ کر کے علم الروایت کی صحاح ستہ نامی کتابوں کو پڑھانے کا اضافہ کریں اور ایک تحریر اور
فتویٰ جاری فرمائیں کہ خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ کے بعد اگر کوئی بھی شخص نبوت کا دعویٰ
کرے گا تو اس سے ختم نبوت کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ تو یہ دونوں کام جناب نانوتوی صاحب
نے سر انجام دیئے۔ جو سب لوگ جانتے ہیں کہ درس نظامی میں دورہ حدیث آج تک پڑھایا
جا رہا ہے اور نانوتوی صاحب کے فتویٰ کہ کسی کے نبوت کا دعویٰ کرنے سے جناب محمد رسول
اللہ کی ختم نبوت کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ اس کی کتاب تحذیر الناس میں موجود ہے جو کہ مکتبہ
دارالاشاعت اردو بازار کراچی والوں نے چھاپی ہوئی ہے کے اندر موجود ہے۔ یہ مکتبہ جناب
مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے فرزند مفتی ولی رازی کا ہے جو جسٹس تقی عثمانی صاحب کے
بڑے بھائی ہیں۔ جنہیں پرویز مشرف گورنمنٹ کے اوائل دور میں سندھ گورنمنٹ کا وزیر بھی
بنایا گیا تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ یہ سیاسی عہدے کسی غیر سیاسی آدمی کو کس صلے میں دیئے
جاتے ہیں اور کس کے حکم پر دیئے جاتے ہیں؟

جناب قارئین علامہ نانوتوی صاحب نے پھانسی کی رسی کو پیٹھ دے کر دیوبند میں کسی درخت کے نیچے مدرسہ دار العلوم کی بنیاد قائم کی جس کو مولانا مناظر احسن گیلانی نے سوانح قاسمی میں **متحرفالقتال اومتحیزا الی فئة** سے تعبیر کیا ہے یعنی لڑنے کیلئے مورچہ کی تبدیلی قرار دیا ہے۔ میں اس حسن ظن کو ہرگز برا نہیں مانتا لیکن یہ سوال جان نہیں چھوڑتا کہ جنگ آزادی کے سپاہیوں کو تو تختہ دار پر لٹکایا جائے لیکن کمانڈر افواج کو موقعہ دیا جائے کہ وہ اس اعلان کے کور میں جاکر مدرسہ کھول کر بیٹھے کہ اس مدرسہ میں حکومت وقت سے کبھی مالی مدد وصول نہیں کی جائے گی۔ کیا کریں مفہوم مخالف کی انگل سے سوچنے کا روٹ بتا رہا ہے کہ ابھی اندازاً ایک صدی پہلے شاہ اسماعیل شہید نے برصغیر سے انگریزوں کو بھگانے کی تحریک چلائی تو اس میں انگریزوں نے اپنے سی آئی ڈی محکمہ کے لوگوں کو سید احمد شہید کے ہاتھ پر بیعت جہاد کروا کر جہاد پر بھیج دیا۔ جن کے مشوروں سے یہ دونوں بزرگ بجائے انگریزوں سے جہاد کرنے کے دھرتی کے باسیوں سے لڑتے ہوئے شہید کروائے گے اور ان کی سپاہ میں بھرتی کرائے ہوئے انگریزی جاسوسوں نے اہل حدیث مسلک کے قیام کا سنگ بنیاد رکھ لیا اور یہاں علامہ نانوتوی نے جو نیا مورچہ سنبھالا تو اس کے سلیبس میں قرآن دشمن حدیثوں کو عین انگریزوں کی ہدایت کے موافق دینی تعلیم قرار دیا اور نانوتوی کی وفات کے ساتھ ہی مدرسہ میں دھڑے بندی ہوگئی۔ نانوتوی کا بیٹا محمد احمد صاحب اور پوتا قاری محمد طیب صاحب انگریزوں کے وفادار بن گئے جن کا ساتھ شبیر احمد عثمانی، اشرف علی تھانوی وغیرہ نے دیا۔ پاکستان کے مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب بھی اس گروہ کے حامی تھے۔ اس کے مقابل شیخ الہند محمود الحسن، عبیداللہ سندھی، مفتی کفایت اللہ، حسین احمد مدنی اور کئی سارے علماء انگریزوں کی مخالفت میں نانوتوی کی اولاد کے بھی مخالف ہوگئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ابھی تھوڑا ہی عرصہ پہلے مدرسہ دار العلوم دیوبند کا اہتمام نانوتوی صاحب کی اولاد سے چھین کر انگریز دشمن دھڑے شیخ الہند کے جانشین حسین احمد مدنی کے بیٹوں کے حوالے ہوگیا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد نانوتوی صاحب کے پوتے جناب قاری محمد طیب صاحب کا پاکستان آنا

متعدد بار ہوا ہے۔ اندازاً سال 1961 یا 62ء کی بات ہے کہ قاری محمد طیب صاحب پاکستان آئے تھے اور شہر حیدرآباد سندھ میں بھی آئے تھے۔ میں ان دنوں پڑھتا تھا۔ رات کے بعد نماز عشاء میانی روڈ پر جلسہ ہوا تھا۔ قاری صاحب نے جو تقریر فرمائی تھی اس کا سارا موضوع یہ تھا کہ بغیر علم حدیث کے قرآن نہیں سمجھا جاسکتا۔ ان دنوں میں میں اگرچہ اوسط درجوں کا طالب علم تھا لیکن قاری صاحب کا تقریر میں جحیت حدیث کیلئے پیش کیا ہوا پورا استدلال مجھے ابھی بھی یاد ہے۔

جناب قارئین! مسلم امت نے تو اب تک انہیں ملی ہوئی کتاب قرآن کو نہ سمجھا ہے نہ پہچانا ہے۔ البتہ **قَالَ الْمَلَاُ** کی باقیات عالمی سامراج آج بھی یہ یقین کئے ہوئے ہے کہ قرآنی فلسفہ عمرانیات اور معاشیات ایسا تو شیر کی مانند ہے کہ اگر اسے ہر ایک کو براہِ راست آزادانہ پڑھنے دیا گیا تو ڈبلیو ٹی او کی اجارہ داری کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا۔ تو مسلم امت کو حدیثوں کے جال میں پھنسائے رکھنا نہایت ضروری ہے۔ جس کیلئے درس نظامی والے مدارس اور اس کے شیوخ الحدیث علماء کی ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے۔

جناب قارئین غلام ہندوستان کے زمانہ میں انگریزوں نے کس طرح تو یز دجری دانش گاہ اور اپنی جنگل کی حویلی کا مشترکہ نصاب تعلیم ہم پر مسلط کرایا کہ ان منتشر کڑیوں کو ملانے سے آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ لیکن جب عالمی سامراج کو مارکسی کمیونزم اور لینن کے انقلاب کو شکست دینے کی سوجھی تو انہیں سوائے اس کے کوئی صورت نظر نہیں آئی کہ ہندوستان کی دھرتی کا مذہب کے نام پر بٹوارہ کر کے مسلم لوگوں کو کمیونزم کے خاتمہ کیلئے استعمال کیا جائے۔ تو انہوں نے برطانیہ واپس جاتے ہوئے اسلام کے نام پر پاکستان کے نام سے الگ ریاست بنوادی۔ جناب قارئین عالمی سامراج نے اسلامی تعلیمات کے اوپر نگرانی کیلئے اور اپنے فکری اور نظریاتی مفادات کے تحفظ کیلئے اسلام اور مسلمان دوستی کے نام کا ایک ادارہ قائم کیا ہوا ہے جس کا اصل انگریزی نام مجھے اس وقت یاد نہیں ہے اس ادارے کا دفتر پاکستان بننے کے دنوں میں جنیوا میں تھا اور ان دنوں اس کا ڈائریکٹر سیٹھ ابراہیم باوانی تھا اور کافی عرصہ

بعد ظفر احمد انصاری لنگڑے کو بھی اس کا ڈائریکٹر بنایا گیا تھا جو صدر ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ کا ممبر بھی بن گیا تھا۔ تو پاکستان کو جب اسلام کے نام سے مستقل مملکت بنایا گیا تو عالمی سامراج کو اس بات کی اہمیت محسوس ہوئی کہ اس مملکت کے ذریعے اپنی قرآن دشمن دسیسہ کاریوں کو رو بعمل کسی مدرسہ کی شکل میں لائیں جو مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے فکری پس منظر کی حامل درسگاہ ہو تو خود دیوبند سے ہی ایسی شخصیت کو لا کر اس طرح کا ایک دارالعلوم قائم کیا جائے اور وہ شخصیت بھی نانوتوی صاحب سے کئے ہوئے معاہدہ سے وابستہ دھڑے سے منسلک ہو۔ سو ہندوستان سے آئے ہوئے مسلم لیگی سیاست کے حامی علماء بالخصوص دیوبند سے وابستہ اور مولانا اشرف علی تھانوی سے وابستہ علماء پاکستان آئے۔ ان کے سرخیل اور اسے اگر بانیان پاکستان کا دست راست کہا جائے تو بھی درست ہوگا یعنی مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب بھی تشریف لائے اور ادارہ علی گڑھ کی نامور شخصیت مولانا حسرت موہانی بھی تشریف لائے لیکن لیاقت علی خان کسی کو گھاس ہی نہیں ڈالی۔ ان کے لحاظ سے دوسری صف کے جو علماء کرام پاکستان تشریف لائے تو جنیوا والے ادارے کے ڈائریکٹر سیٹھ باوانی نے کورنگی کے ایریا کے قریب مفتی محمد شفیع صاحب کو اپنا ایک بنگلہ کچھ کوارٹر اور چھ سات ایکٹرز مین کا رقبہ اپنی عاقبت سنوارنے کیلئے فی سبیل اللہ دیا کہ اس میں آپ دارالعلوم قائم کریں۔ وہ اراضی صدر ایوب کے دور اقتدار میں سات سے بڑھ کر اندازاً ساٹھ ایکٹر تک وسیع ہوگئی۔ اب اس ادارہ کے بانی مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے صاحبزادہ جسٹس تقی عثمانی صاحب جو اس وقت ادارہ کے پالیسی ساز بھی ہیں، ترجمان بھی ہیں، اور اسلامی سکالر کے طور بھی مشہور ہیں، وہ صاحب قرآن کے اعلان کہ **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ** کو پورے قرآن کیلئے تسلیم نہیں کر رہے اور پورے قرآن کو ذکر بھی تسلیم نہیں کر رہے اور آیت **يٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ** کا بھی انکار کئے ہوئے ہیں کہ قرآن حکیم کتاب نہیں ہے، قرآن میں حکمت نہیں ہے، حکمت قرآن سے گویا کہ خارج اور جدا چیز ہے جو قرآن کے اندر نازل نہیں کی گئی ہے وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال اس خانوادہ علمی پر حکومت کی نظر عنایت کسی نادیدہ قوت کا کمال نظر آتا

ہے جو قوت قرآن کو دنیا میں حاکم ہونے نہیں دیتی اور پاکستان کو اپنے جبر سے چلانا چاہتی ہے کیونکہ اس ملک کو بنایا جو اس نے ہے۔ وہ نادیدہ قوت اتنی تو طاقتور ہے کہ ایک دن صدر ضیاء الحق کراچی میں ورلڈ ہیلتھ کانفرنس کی افتتاحی تقریر میں غفلت سے فرما گئے کہ ورلڈ ہیلتھ کے سلسلہ کا جو فنڈ پاکستان کو اقوام متحدہ نے دیا تھا وہ اسرائیل لے اڑا ہے جسے اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں اس وقت اپنے رسالے کا مواد سنسر افسر کے پاس سنسر کرانے کیلئے بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں ٹیلی پرنٹر موجود تھا اس پر گھڑی گھڑی یہ فرمائش آ رہی تھی کہ خبردار صدر کی یہ اسرائیل کی شکایت والی تقریر کسی اخبار میں چھپنے نہ پائے۔ تو یہ ملک صحیح قرآنی حکومت کس طرح قائم کر سکے گا جس کی مہار اور لگام اس کے اپنے ہاتھ میں نہ ہو۔ چودھری زاہد نے اپنی کتاب ''پاکستان کی سیاسی تاریخ'' میں لکھا ہے کہ جب یہ ملک نیا نیا بنا تھا تو ایک یہودی نو مسلم بن کر بنام شیخ محمد اسد لاہور کے ریڈیو اسٹیشن سے اہالیان پاکستان کو اسلام سکھاتا تھا۔ جناب قارئین یہی حال حکومت سعودیہ کے مشرف باسلام ہونے کا ہے کہ ان کا اسلام بھی برطانوی پیکیج والا ہے اس کیلئے ہمفرے برطانوی جاسوس کی ڈائری والی کتاب بطور ثبوت مارکیٹ میں موجود ہے۔ امریکہ کے اسٹیٹ سیکرٹری برزنسکی نے افغان انقلاب کے خلاف پشاور میں آکر ڈیرہ جمایا اور اسلام خطرہ میں ہے کے دکھ کا رونا اپنی تقریروں میں روتا تھا۔

حکمرانوں نے ملک کے قیام کے اغراض و مقاصد ہی اپنی عوام سے چھپائے رکھے ہیں۔ اس کے باوجود عوام جان چکے ہیں کہ وہ آزاد نہیں ہوئے اور پاکستان کو سامراجی مفادات کا گن مین مقرر کیا ہوا ہے۔ جس کا ثبوت صدر پرویز مشرف کی کتاب ''ان دی لائن آف فائر'' میں بھی ہے کہ امریکی افسر آرمیٹج نے کہا تھا کہ تم پاکستانیوں نے اگر جنگ افغانستان میں ہمارا ساتھ نہ دیا تو تمہارا ایسا حشر کیا جائے گا کہ واپس پتھروں کے دور میں جا پہنچو گے۔ اور عالمی سامراج کا یہ بھی فیصلہ کیا ہوا ہے کہ مسلم امت کو ہر قیمت پر قرآن سے دور رکھا جانا ضروری ہے تا کہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں کیونکہ وہ انہیں عالمی حکمرانی کیلئے **كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ** کی معراج سے روشناس کرانا چاہتا ہے۔ میں نے اس لئے یہ کتاب ''حجت صرف قرآن ہے'' اس عالمی سازش کے جواب میں لکھی ہے۔

قرآن نے اپنے مقابل وحی غیر متلو نام کے علم حدیث کو لھو قرار دیا ھے

جناب قارئین جیسا کہ یہ کتاب "حجت صرف قرآن ہے" جناب جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی کی کتاب "حجیت حدیث" اور جناب مسعود احمد صاحب بی ایس سی، کی کتاب "تفہیم اسلام" میں اس کے موقف حجیت حدیث کے متعلق جو کہ وہ بھی تقی عثمانی صاحب کے موقف سے مکمل طور پر ملتا ہے کے جواب میں اور رد میں میں نے لکھی ہے۔ اس لئے گویا کہ اس کتاب کے دو حصے ہوں گے۔ ایک حصہ عثمانی صاحب کے استدلالات کا جواب اور دوسرا حصہ مسعود احمد صاحب کے استدلالات کا جواب۔ ویسے اگرچہ موضوع ایک ہی ہے لیکن میں نے بجائے صرف موضوع کے حوالے سے اکیلے طور پر اس کا رد لکھنے کے دونوں فاضلوں کے استدلال کا جدا جدا جواب دینا مناسب سمجھا ہے۔ سو کہیں تکرار سے بچنے کیلئے یہ لکھا ہے کہ اس سوال کا جواب دوسرے فاضل مصنف کے حصہ کے جواب میں دے دیا ہے اس لئے اس بحث کو وہاں پڑھا جائے اور کہیں جواب دینے میں باتوں کا تکرار بھی ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ قارئین کو تکرار والی عبارت اور جواب پڑھنے میں بوریت نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ جوابوں کے تکرار کے باوجود عبارت میں جدت اور اضافے ہی ملیں گے۔ اس کے باوجود تکرار اور بوریت کی معافی طلب کرتا ہوں۔

کتاب کے دونوں حصوں سے پہلے مطلق موضوع سے متعلق یہ مضمون کتاب کے شروع میں لکھنا ضروری سمجھتا ہوں وہ اس لئے کہ جناب عثمانی صاحب اور مسعود احمد صاحب کو اگر اپنی بات اور موقف سمجھانے کا حق پہنچتا ہے تو کتاب اللہ کیلئے بھی مجھے حق پہنچتا ہے کہ میں اس کے موضوع سے متعلق کہ حجت کون سی اتھارٹی ہے اور کون سی نہیں ہے، کو پیش کروں اور اللہ کی نظر میں، قرآن کی نظر میں، یہ نام نہاد وحی غیر متلو نامی علم حدیث کیا حیثیت رکھتا ہے۔

قرآن کا فرمان ہے کہ **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ**

عَذَابٌ" مُّهِيْنٌ" (31.6) یعنی لوگوں میں سے ایسے بھی لوگ ہیں جو **لھو** قسم کی حدیثوں کو خرید کرتے ہیں (ان کے فروغ کیلئے بڑا دھن دولت خرچ کرتے ہیں) یہ سب کچھ اس لئے کہ گمراہ کریں (لوگوں کو) اللہ کے حق والے راستے سے بغیر علمی دلائل کے، بغیر علمی حقائق کے جن کے ذریعے یہ لوگ اِس دین حقہ کو مذاق بنا ڈالیں (یاد رکھا جائے کہ) ان کیلئے رسوا کن عذاب ہو گا۔ (خلاصہ ختم)

جناب قارئین اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کا نام **اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ** (39.23) رکھا ہے یعنی قرآن احسن اور اعلیٰ قسم کی حدیثوں والی کتاب ہے۔ اب اس کے مقابل میں یہاں سورۃ لقمان (31.6) میں اللہ نے حدیثوں کی ایک اور قسم بھی سمجھائی ہے جس کا نام خود بتایا ہے **لَهْوَ الْحَدِيْثِ**۔ الفاظ **اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ** اور **لَهْوَ الْحَدِيْثِ** میں احسن کے معنی زیادہ بہتر بھی مسلم ہے اور الحدیث کے معنی بھی کامن اور مشترک ہیں۔ رہی بات (31.6) میں **لَهْوَ الْحَدِيْثِ** کی قرآنی اصطلاح کے لفظ **لھو** کے معنی؟ سو وہ بھی قرآن حکیم نے خود سمجھا دیئے تا کہ علم اللغت کے دوسرے اماموں اور کتابوں کی طرف جانے کی ضرورت نہ پڑے۔ تو قرآن نے **لَهْوَ الْحَدِيْثِ** کا ترجمہ سکھایا کہ وہ حدیثیں کہ جن کے ذریعے اللہ کے حق والے راستہ سے لوگوں کو گمراہ کیا جائے (**لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ**)

جناب قارئین میرا خیال ہے کہ آپ پہلے اس آیت میں **لَهْوَ الْحَدِيْثِ** کی قرآنی اصطلاح کے یہ معنی کہ مسلم امت کے پاس جو یزدجردی دانش گاہ سے امامت نامی تحریک کی آڑ میں قرآن کا رد کرنے کیلئے جو علم حدیث کے نام سے علم ایجاد کیا گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں **لَهْوَ الْحَدِيْثِ** قرار دیا ہے اور بادشاہ پرست دانشوروں نے اسے وحی غیر متلو کا نام دیا ہے تو پہلے اس کا فیصلہ قرآن سے معلوم کریں اس کے بعد **لَهْوَ الْحَدِيْثِ** کا معنی کہ حق سے گمراہی کی طرف موڑنے والی حدیثیں وحی غیر متلو سے پیش کریں گے تو آگے آنے والی آیت (31.7) میں اللہ نے فرمایا کہ جب ان **لَهْوَ الْحَدِيْثِ** کے خریداروں اور گاہکوں کے اوپر ہماری وحی متلو والی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو بڑی نخوت سے

اپنی روایت بازی والی علمیت کے گھمنڈ میں پیٹھ پھیر کر ایسے تو چلے جاتے ہیں جیسے کہ وحی متلو (قرآن) کی آیات کو انہوں نے سنا ہی نہیں ہے یا جیسے کہ ان کے کانوں کے میں نہ سننے کا کوئی عارضہ ہے۔تو ایسی صورتحال میں اے مخاطب قرآن! ان کو دردناک عذاب کی نوید سنا دو

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (31.7) (خلاصہ پہلے آ چکا ہے)

قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ یہاں چھ اور سات دونوں آیتوں پر عمیق غور فرمائیں۔آیتوں کے جملوں **لَهْوَ الْحَدِيثِ** اور اس کے بعد اس کے قرآنی معنی **لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ** پھر لفظ **هُزُوًا** پر بھی غور فرمائیں۔اس کے بعد دوسری آیت میں پہلی آیت کی اصطلاح **لَهْوَ الْحَدِيثِ** کے تناظر میں **وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا** لانے سے وحی متلو کو **لَهْوَ الْحَدِيثِ** کا مقابل بنانا جو **لَهْوَ الْحَدِيثِ** اس کے خریداروں کے ہاں وحی غیر متلو ہے۔تو اب آئیں اور دیکھتے جائیں اور انصاف بھی کریں کہ ان کا وحی غیر متلو والاعلم الحدیث **لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ** اللہ کے راستہ سے گمراہی کی طرف لے جانے والا ہے یا نہیں ہے یعنی **لَهْوَ الْحَدِيثِ** بنتا ہے یا نہیں بنتا۔

کتاب بخاری کی پہلی حدیث ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ **انما الاعمال بالنيات لكل امرىء ما نوىٰ فمن كانت هجرته الى دنيا يصيبها اوالى امراة ينكحها فهجرته اله ماهاجراليه** یعنی اعمال نیتوں پر موقوف ہیں، ہر آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی جس کی نیت دنیا کے اسباب کیلئے ہوگی تو وہ اسے ملیں گے یا اگر کسی عورت کا پیچھا کرنے کیلئے ہجرت کی ہوگی تو وہ اس سے شادی کر لے گا پھر جس کی ہجرت جس کیلئے ہوگی وہ اسے پائے گا (خلاصہ ختم)

جناب قارئین! لفظ نیت پورے قرآن میں استعمال نہیں کیا گیا۔سو رسول اللہ نے جو بھی قرآنی مسئلہ یعنی دین کی بات بتائی ہوگی وہ یقین سے لفظاً اور معناً قرآن سے موافقت کرتی ہوگی۔ویسے نیت لفظ کا جو معنی اور مفہوم ہے اسے قرآن حکیم نے **فِي قَلْبِكَ، فِي**

قُلُوبِكُمْ، فِي قُلُوبِهِمْ سے تعبیر فرمایا ہے۔امام بخاری کی حدیث سے جو تاثر ملتا ہے اس میں یہ ایک شکایت محسوس ہوتی ہے کہ رسول اللہ کے ساتھیوں میں سے جن لوگوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی نیت دنیا کے حصول کیلئے ہو سکتی ہے یا کسی ایسی عورت کیلئے اس نے ہجرت کی ہے جسے وہ چاہتا ہو اور اس نے پہلے ہجرت کی ہو اور اس کے چاہنے والے نے صرف اسے حاصل کرنے کیلئے ہجرت کی ہو۔

جناب قارئین بخاری کی اس حدیث میں جو کتاب کے شروع شروع میں لائی گئی ہے تو کتاب کی شروعات ہی اصحاب رسول کے عمل پر بدگمانی سے کی گئی ہے اور وہ بھی ایسے عظیم انسانوں کی شان کے خلاف جن کیلئے قرآن فرماتا ہے کہ اے محمد تیرے ساتھیوں کی مثال ایسے ہے کہ جس طرح کسی کسان نے کھیتی بوئی ہو اور اس کھیتی کی کونپلیں نکلی ہوں اور اس کے شگوفے اور تنے مضبوطی پکڑ چکے ہوں جو کسان کو تو دیکھتے وقت بہت ہی بھاتے ہوں لیکن دشمنوں کو، مخالفوں کو اے محمد! تیرے ساتھیوں کی یہ کھیتی یہ جماعت **لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ** (48.29) کہ جو تیرے ساتھیوں سے بغض رکھتا ہوگا، جو ان کو دیکھ کر جلتا ہوگا جو اپنے اندر کی غیظ اور نفرت سے جلتا ہوگا وہ کافر ہی ہو سکتا ہے۔تو بخاری اور اس کے استاد اماموں نے جو یہ حدیث گھڑی ہے، یہ اصحاب رسول کے عمل ہجرت میں کیڑے نکالنے کی ایک ناپاک امامی جسارت ہے کیونکہ اللہ تو اپنے رسول کے ساتھیوں کی جو تعریف کرتا ہے کہ وہ سارے کے سارے جملہ اصحاب کیلئے **أَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا** (9.100) ان کیلئے ایسی جنتیں تیار کی ہوئی ہیں جن کے باغوں کے نیچے نہریں جاری رہتی ہیں اور یہ اصحاب رسول بلکہ ان کے متبعین بھی ان جنتوں میں ہمیشہ **ابدالآباد** تک رہیں گے۔تو جناب قارئین اللہ نے یہ نوید سناتے وقت اصحاب رسول کا تعارف جو کرایا تو وہ **وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ** کے الفاظ سے کرایا یعنی اصحاب رسول کے عمل ہجرت کو مدینہ کے اصحاب کی طرف سے ان کی نصرت کو اللہ نے اتنا پسند فرمایا کہ ان کا نام بھی مہاجر اور انصار کے القاب سے ذکر فرمایا ہے (9.100) سو

اللہ نے جن اصحاب رسول کے عمل ہجرت کو جنت کے استحقاق کے ساتھ متصف کیا ہے یہ بخاری نیشاپوری از بک لوگ اپنی اندر کی آگ سے جلتے ہوئے عمل ہجرت میں دنیا کے حصول اور عورتوں سے شادیاں کرنے کے الزام لگاتے ہیں۔ سو محترم قارئین میں آپ کو زحمت دوں گا کہ آئیں اور یہ مسئلہ بھی قرآن سے معلوم کریں کہ ہجرت کرتے وقت بعد از ہجرت یا قبل از ہجرت مالی خوشحالی کی تمنا کرنا کیسا ہے؟ یا کسی عورت سے ہجرت کے بعد ان مہاجر عورتوں سے شادی کرنا کیسا عمل ہے؟ تو قرآن حکیم جواب دیتا ہے کہ **وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً** (4.100) یعنی جو اللہ کے دیئے ہوئے منشور کی حاکمیت اور نفاذ کیلئے ہجرت کرے گا تو اللہ کی زمین میں کشادہ پناہ گاہیں ملیں گی جہاں انہیں معاشی استحکام بھی حاصل ہوگا۔ دیکھا جناب قارئین قرآن حکیم ہجرت کرنے کی ترغیب تو دے رہا ہے لیکن ساتھ ساتھ وہاں نئی زمین پر رزق کی کشادگی کی بھی نوید سنا رہا ہے۔ اب آپ فیصلہ دیں وحی متلو قرآن کیا سکھا رہا ہے اور اس کے مقابلے کا وحی غیر متلو کس طرح ہجرت کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ یہاں تو جناب ابھی بخاری کے اس الزام کی صفائی باقی ہے کہ ہجرت کرنے کے بعد کسی عورت سے شادی کرنا کیسا ہے؟ تو قرآن نے فرمایا کہ **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ** (60.10) یعنی اے ایمان والو جب تمہارے پاس انقلابی عورتیں انقلاب کیلئے ہجرت کرنے والی عورتیں آئیں تو ان کا امتحان لو (کہ کہیں یہ دشمن وغیرہ کی جاسوس نہ ہوں) ویسے تو اللہ ان کے ایمان سے بخوبی واقف ہیں لیکن اللہ کی علیمت کا معاملہ اللہ تک ہے چونکہ یہ ہجرت کا عمل انقلابوں کیلئے قیامت تک جاری رہنا ہے اس لئے اس معاملے میں تمہیں اپنی تحقیق اور جسٹیفیکیشن کرنا بھی لازم ہے۔ تو اس آیت میں آگے فرمایا ہے کہ **وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ** یعنی ان ہجرت کر کے آنے والی عورتوں میں سے کسی سے شادی کرنے، نکاح کرنے میں بھی تم پر کوئی حرج نہیں ان کو ان کا مہر دینے کی صورت میں۔ تو محترم قارئین اس آیت کو غور سے

پڑھیں کہ قرآن حکیم **لا جناح** کے جملہ سے گویا ان مہاجر عورتوں کی سنبھال کیلئے بھی ان سے شادی کرنے کی اجازت دے رہا ہے بلکہ اس عمل کو مہر دینے کی شرط سے ایک طرح سے ترغیب بھی دے رہا ہے۔ اب غور فرمائیں کہ قرآن کہاں لے جا رہا ہے اور یہ یزدجری دانش گاہ کے امام نامی دانشور اپنی گھڑی ہوئی نام نہاد وحی غیر متلو کی حدیثوں سے کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ میری اس تنقید کو کوئی شاید علم حدیث سے دشمنی کی الزام بازی سے تعبیر کرے کہ عزیز اللہ منکر حدیث ہونے کے ناطے علم حدیث پر جھوٹے الزام لگا رہا ہے تو پھر زحمت دیتا ہوں کہ خدارا انصاف کریں اور ایک ہی مسئلہ میں قرآن کا موقف بھی دیکھیں تو فن امامت کی جھوٹی سندوں سے جھوٹی اور قرآن دشمن حدیثوں کو بھی پڑھیں۔

بخاری کی کتاب الجہاد والسیر کے باب نمبر 46 میں حدیث نمبر 52 پڑھیں۔ میرے پاس یہ نسخہ اردو ترجمہ والا ہے مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور کا۔ حدیث ہے کہ **قال رسول الله ﷺ لا هجرة بعد الفتح ولكن جهاد ونية واذا استنفرتم فانفروا** یعنی فرمایا رسول اللہ نے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی، ہاں جہاد اور نیک نیتی کا ثواب اب بھی ملتا ہے۔ اگر تمہیں جہاد کیلئے بلایا جائے تو پھر اس کیلئے نکل پڑو۔

جناب قارئین اس حدیث میں فتح مکہ کے بعد مطلق ہجرت کی نفی کی گئی ہے اور آگے کیلئے دنیا بھر میں جو بھی ترک وطن اور نقل مکانی کی صورتیں پیش آئیں گی تو ان کیلئے حدیث گھڑنے والوں نے صرف دو ہی قسمیں بتائی ہیں، ایک جہاد کیلئے چلے جانا اور دوسرا نیت خیر سے کسی جانب نقل مکانی کرنا۔ محترم قارئین اس حدیث کی تضمینات پر تنقید کا بہت ہی موقعہ ہے جسے میں طوالت کی وجہ سے چھوڑ رہا ہوں۔

ہجرت کا فلسفہ

اب آئیں قرآن حکیم سے معلوم کریں کہ ہجرت کا فلسفہ کیا ہے اور ہجرت صرف فتح مکہ سے پہلے مکہ سے مدینہ جانے تک محدود ہے جس طرح کہ بخاری کی وحی غیر متلو والی حدیث نے بتایا، یا فتح مکہ کے بعد بھی دنیا میں ہجرت ہو سکتی ہے؟ ہجرت کی اصل فلاسفی جسے یہ انقلاب دشمن حدیث ساز امامی گروہ چھپانا چاہتا ہے اسے قرآن حکیم نے اس طرح واضح فرمایا ہے **وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً** (16.41) یعنی جن لوگوں نے ہجرت کی ظلم کئے جانے کے بعد تو ہم انہیں دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے۔ اس آیت میں قرآن نے مظلوموں کو ترغیب دلائی ہے کہ ظلم برداشت کرنے کی بجائے نکل جاؤ، واک آؤٹ کرو تمہارے ہجرت کر جانے سے ظالم کی کھیتی اجڑ جائے گی، اس کے ڈھور ڈنگر بھوکے مریں گے، اس کے کارخانے بند ہو جائیں گے، اس کے بنگلوں محلاتوں کی صفائی ان کی بیگمات نہیں کریں گی۔ دوسری جگہ فرمایا کہ **ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جَاهَدُوْا وَصَبَرُوْا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** (16.110) یعنی جن لوگوں نے اپنے اوپر اذیتیں اور عقوبتیں آنے کے بعد ہجرت کی اور جہاد کیا اور اپنے کاز اور نظریہ پر ڈٹے رہے تو اللہ ان کی نقل مکانی کے بعد انہیں وہاں تحفظ دے گا اور اپنی رحمت سے نوازے گا۔ مزید فلسفہ ہجرت کیلئے فرمایا **فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَأُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوْذُوْا فِي سَبِيْلِي وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ** (3.195) یعنی جن لوگوں نے ہجرت کی اور ان کو ان کے گھروں سے نکالا گیا اور انہیں ہم نے جو منشور اور نظریہ حیات دیا تھا اس پر کار بند رہنے کی وجہ سے انہیں ایذائیں پہنچائیں گئیں اور یہ لوگ مخالفوں سے لڑتے ہوئے ان کو مارا بھی اور خود بھی مارے گئے تو ان کی اس استقامت سے ہم ان کے گناہوں کو مٹا دیں گے۔

جناب قارئین آپ نے دیکھا کہ قرآن حکیم نے ہجرت کی فلاسفی کیا تو سمجھائی ہوئی

ہے۔ اب اس کے بعد بخاری کی حدیث پر غور کریں جو فتح مکہ کے بعد ہجرت کو بند کرنے کا حکم سنا رہی ہے۔ جناب قارئین ہجرت کی قرآنی فلاسفی کو ان یزدجری بادشاہ پرست اماموں نے خوب سمجھا تھا اس لئے انہوں نے چاہا کہ ایسی حدیثیں بنائیں جن کی وجہ سے مظلوم وہیں کچلا جاتا رہے اور غلامی پر راضی رہے اور آزاد فضاؤں کو ہجرت اور واک آؤٹ سے سونگھ بھی نہ سکے لیکن ہمارے شیخ الحدیث لوگ جو خیراتوں زکوتوں پر پلے ہوئے ہیں وہ قرآنی فلاسفی کو سمجھ نہیں سکے اور نہ ہی حدیث سازوں کی سازشی ذہنیت کو سمجھ سکے۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا — کہاں سے آئے صدا **لا الہ الا اللہ**

میرے ناقص خیال میں قرآن کی اس وضاحت سے قارئین کو اس فلسفہ ہجرت کے قرآنی موقف اور حدیثی موقف سے یہ سمجھنا آسان ہو گیا ہو گا کہ قرآن انسانوں کو کس سمت لے جانا چاہتا ہے اور حدیثیں اسے کس سمت لے جانا چاہتی ہیں۔

حدیث سازوں کا جبریل امین اور رسول اللہ پر خیانت کرنے کا الزام

عن ابی هريرة قال كان النبی ﷺ بارزا يوما للناس فأتاه رجل فقال ما الايمان قال الايمان ان تومن بالله وملائكته وبلقائه ورسله وتؤمن بالبعث قال ما الاسلام قال الاسلام ان تعبدوالله ولا تشرك به وتقيم الصلوة وتؤدی الزكوة المفروضة وتصوم رمضان قال ما الاحسان قال ان تعبدوالله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك قال متى الساعة قال ما المسئول با علم من السائل وسأخبرك عن اشراطها اذا ولدت الامة ربها واذا تطاول رعاة الابل البهم فی البنيان فی خمس لا يعلمهن الا الله ثم تلا النبی ﷺ ان الله عنده علم الساعة الآية ثم ادبر فقال ردوه فلم يرو

شیئا فقال هذا جبریل جاء یعلم الناس دینهم بخاری حصہ اول کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والسلام والاحسان وعلم الساعۃ باب 37 حدیث 48 یعنی ایک دن رسول اللہ لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کے پاس ایک آدمی آیا پھر اس نے کہا کہ ایمان کیا ہے تو جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ تم اللہ اور اس کے فرشتوں پر اور آخرت میں اللہ کے ملنے پر اور اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو پھر اس شخص نے کہا کہ اسلام کیا چیز ہے؟ تو جواب میں آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو اور نماز پڑھو اور فرض کردہ زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس شخص نے کہا کہ احسان کیا چیز ہے؟ جواب میں آپ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت تم ایسے خشوع وخضوع سے کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسے نہیں تو یہ خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ قیامت کب ہوگی؟ تو جواب میں آپ نے فرمایا جس سے یہ بات پوچھی جارہی ہے وہ خود سائل سے زیادہ نہیں جانتا اور میں تم کو اس کی علامتیں بتائے دیتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے پالنے والے کو جنے اور جب سیاہ اونٹوں کے چرواہے بلڈنگوں میں رہنے لگیں یہ ہیں قیامت کی علامتیں اور قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر رسول اللہ نے آیت **اِنَّ اللّٰهَ عِندَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ** پڑھی تو پھر وہ شخص واپس چلا گیا۔ پھر رسول اللہ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس شخص کو واپس لوٹا کر آؤ۔ تو لوگ اس کے پیچھے گئے اور کچھ بھی نہ دیکھ پائے۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ جبریل تھا اس لئے آیا تھا کہ لوگوں کو دین کی تعلیم سکھائے۔

تبصرہ

جناب قارئین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس حدیث میں جبریل کو انسانی شکل میں رسول اللہ کی مجلس میں لایا گیا ہے اور یہ بات تو طے ہے کہ جبریل اللہ کے حکم کے سوا ہرگز نہیں آیا ہوگا۔ اچھا تو اللہ نے اگر جبریل کو بھیجا اور بقول اس حدیث کے کہ وہ ان سوالوں سے لوگوں کو دین کی تعلیم سیکھنے سکھانے آیا تھا سو اگر یہ بات درست مانی جائے تو اس سے تو یہ ثابت

ہوتا ہے کہ جس رسول اللہ کو اللہ نے **يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ** یعنی تعلیم کتاب اور حکمت کیلئے بھیجا تھا وہ اپنے طور پر لوگوں کو اس طرح کے سوال وجوابوں والی تعلیم بغیر جبریل کے سکھا نہیں سکتا تھا، جو اس کیلئے جبریل کو انسانی شکل میں بھیج کر یہ حدیث والے قرآن دشمن جوابات رسول جیسے امین شخص سے دلائے گئے ہیں۔ جناب قارئین جبریل تو ایک میسینجر اور قاصد ہے۔ قرآن کا موضوع تو انسان ہے۔ قرآنی علوم کی فہم تو انسان ہی سمجھ سکتا ہے۔ ویسے بھی یہ ملکوتی مخلوق **اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ** کے مناظرہ کے وقت انسان سے پہلے ہی شکست کھا چکی ہے۔ قرآن کی فہم، دین کی فہم کا تعلق تو انسان سے ہے۔ اگر اس حدیث کو درست مانیں گے تو رسول اللہ پر الزام آتا ہے کہ وہ تعلیم کتاب کیلئے اکیلے ناکافی تھے۔ وہ اپنی طرف سے جو قرآن کی تعلیم اپنے ساتھیوں کو دیتے تھے اس میں یہ ایمان، اسلام، احسان اور قیامت سے متعلق سوال سکھانے کے رسول اللہ کو طریقے نہیں آتے تھے جس کیلئے جبریل کو بھیجنے کی ضرورت درپیش آئی۔ یہی حدیث کتاب مسلم میں بھی لائی گئی ہے۔ اس میں یہ حدیث ساز لوگ دکھاتے ہیں کہ جبریل رسول کے جوابوں کی تصدیق بھی کرتے جاتے تھے کہ ہاں آپ نے درست جواب دیئے ہیں۔ جناب قارئین آئیں اس حدیث جبریل نامی روایت کے پس منظر کو سمجھنے کی کوشش کریں، جو یہ ہے کہ یہ قرآن دشمن یزدجری مافیا اس حدیث میں دکھارہے ہیں کہ ایمان کی تفصیل میں اللہ اور قیامت میں اس کے سامنے آنے اور ملائکوں اور رسولوں پر ایمان لانا ہے۔ جناب قارئین اس حدیث میں قرآن کی اس آیت کی ایک طرح سے تردید کی گئی ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ **اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ "اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ** (2.285) اب آپ ہی غور فرمائیں کہ اس آیت میں جن پر ایمان لانے کی بات کی گئی ہے وہ ہے قرآن، اللہ، ملائکہ اور سارے رسول اور ان کی جملہ کتابیں۔ اب یہی جملہ چیزیں اس حدیث میں نہیں ہیں۔ حدیث میں قرآن اور دیگر انبیاء کی کتابوں پر قینچی چلائی ہوئی ہے۔ وہ بخاری کی اس حدیث میں گم ہیں، کیوں گم ہیں؟

اور اس حدیث میں قرآن اور دیگر انبیاء کے صحائف کی جگہ ایک نئی چیز لائی گئی ہے وہ ہے **لقاء اللہ** پر ایمان لانا جو کہ پورا قرآن کھول کر دیکھیں کہ کہیں بھی **لقاء اللہ** پر ایمان لانے کا حکم یا بات نہیں کی گئی ہے۔لقاء اللہ کا حاصل ہونا تو نہایت بڑے مرتبے والی بات ہے اس کیلئے حکم ہے کہ اپنے اعمال صالحہ کا اتنا تو معیار بڑھائیں کہ **لقاء اللہ** کا موجب بن سکے اور ہمیشہ اس امید میں رہیں کہ **لقاء اللہ** کے آپ اہل بن سکیں تو **لقاء اللہ** کے حصول کی امید رکھنے کا حکم اور ترغیب دی گئی ہے جس کا تعلق صحیح نظریہ اور درست اعمال سے ہے۔تو حدیث سازوں نے جو یہ حدیث گھڑی اس میں یہ لوگ چالاکی اور عیاری سے قرآن کو کاٹ چکے ہیں۔یہ کوئی معمولی بھول نہیں ہے اس کے پیچھے بڑی سازش پنہاں ہے۔اور جو کتاب مسلم کی حدیث جبریل میں رسولوں اور ان کے کتابوں پر ایمان لانے کی بات کی گئی ہے تو وہاں پھر ایک اور شاطرانہ قرآن دشمن چال ان حدیث سازوں نے روایت میں شامل کی ہے۔وہ یہ ہے کہ **والقدر خیرہ وشرہ** یعنی ایمان لانا اس بات پر کہ خیر اور شر یہ سب مقدر کئے ہوئے ہیں یعنی تقدیر پر ایمان لانا۔جناب قارئین یہ نظریہ بھی ایک بڑی قرآن دشمن آفت ہے۔ان حدیث سازوں کے اس تھوڑے سے ایک جملہ **والقدر خیرہ وشرہ** کے اضافہ سے جو کہ آیت (2.285) میں ایک قسم کی ترمیم ہے یعنی قرآن کی ایمان کیلئے گنوائی ہوئی چیزوں میں سے اس اضافہ سے امت مسلمہ میں جبریہ اور قدریہ فرقوں نے جنم لیا اور اس پھاٹک سے فرقہ واریت کو بڑا موقعہ ملا جو کہ ان حدیث سازوں کا اصل مقصد تھا۔جناب قارئین آگے حدیث میں ہے کہ **ما الاسلام** اسلام کیا ہے؟ اس کا جواب حدیث ساز لوگ رسول کی نسبت سے وہی غیر قرآنی ان کی اپنی ملاوٹ والا لکھتے ہیں کہ اسلام یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو اور صلوٰۃ قائم کرو فرض کردہ زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔جناب قارئین یہاں میرا یہ سوال ہے کہ صرف زکوٰۃ کے ساتھ لفظ مفروضہ کا لکھا گیا ہے۔کیا حدیث میں اسلام کے بتائے ہوئے اور ارکان یعنی اللہ کی عبادت کرنا، کیا یہ فرض نہیں ہے؟ اور شرک نہ کرنا کیا یہ لازم اور نگیٹو فرض نہیں ہے

؟اور **اقامة صلوة** کیا یہ فرض نہیں ہے؟ رمضان کے روزے کیا فرض نہیں ہیں؟ تو زکوٰۃ کے فریضہ کے ساتھ مفروضہ کا تشریحی لفظ نتھی کرنا کیا یہ اپنی حدیثوں والی قرآن کی معنوی تحریف کو منوانے کی سازش نہیں ہے؟ قرآن نے تو کئی جگہوں پر **وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ** کے اسلامی انقلابی حکومت کے فلاح کیلئے یہ سیاسی کوڈ ورڈ دیا کہ تمہاری ریاست کی انتظامی ڈیوٹیوں کی اقامت کی کامیابی کی پرکھ اور معیار ہم نے اس میں رکھا ہے کہ تمہاری اقامت صلوٰۃ سے **اٰتُوا الزَّكٰوةَ** کا رزلٹ مل جائے یعنی مملکت کے ہر شہری کو رزق میسر ہو جائے۔تو ان حدیث سازوں نے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے معنوں میں تحریف کر کے صلوۃ کے معنی روزانہ پوجا کی قسم کی پانچ بار نماز پڑھنا کر دیا ہے اور زکوۃ کے معنی سال میں ایک بار ایک سو پر ڈھائی روپے دینا کر دی۔تو یہاں اس حدیث میں دیکھا آپ نے کہ یہ حدیث ساز بادشاہ پرست سرمایہ داروں کے کاسہ لیس خود کو امام کہلوانے والے کس طرح تو رسول اللہ اور جبریل کو اکٹھا بٹھا کر قرآن کے معنوں کو بگاڑنے کی نسبت، تحریف معنوی کی نسبت ان مقدس ہستیوں کی طرف کر رہے ہیں اور یہ دونوں ہستیاں بھی ایسی جن دونوں کا لقب امین ہے۔تو یہ امام مافیا قرآن میں تحریف اور خیانت بھی ان امینوں کی طرف کئے ہوئے ہیں اور اسلام کے معنی مفہوم جس کے بارے میں حدیث سازوں نے جبریل کا سوال دکھایا ہے اور رسول اللہ کا جواب دکھایا ہے تو اس سوال کی وضاحت تو خود قرآن میں آئی ہوئی ہے۔پھر حدیث میں رسول اللہ کا جواب تو اس سے بیچ نہیں کھا رہا ہے۔قرآن میں ہے کہ **اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ** (39.22) یعنی جس کا سینہ اللہ کھول دے اسلام کیلئے تو وہ شخص اپنے رب کی طرف سے ایک نور کے پرتو میں رہتا ہے اور وہ نور کیا ہے جو اسلام کی تعبیر و تشریح کرے گا۔اس کے جواب میں قرآن نے فرمایا **فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ** (64.8) یعنی ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل فرمایا۔اللہ آپ کے اعمال سے اچھی طرح واقف ہے۔اب ان دونوں آیتوں کو ملانے سے یہ

ثابت ہو گیا کہ جو یہ سوال کیا گیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ جواب ملا کہ اسلام وہ نور (قرآن) ہے جو ہم نے نازل فرمایا ہے۔ جناب قارئین سوال و جواب کے معنوی تحریف کرنے کیلئے بھی یہ حدیث جبریل گھڑی گئی ہے کہ اس میں رسول اللہ کے جواب، قرآن کے بھی خلاف ہیں، اس کے باوجود جبریل رسول اللہ کی تصدیق بھی کرتا ہے کہ آپ نے بالکل صحیح جواب دیا ہے۔ یہ ہے جناب حدیث سازی کی غرض و غایت کہ جس رسول کیلئے قرآن شہادت دیتا ہے کہ مسائل دین قرآن سے بتاتا ہے (50.45) یہ امام مافیا کے لوگ ایسے رسول کیلئے قرآنی شہادت کے باوجود اس ر طرف خلاف قرآن جوابات منسوب کرر ہے ہیں۔ آگے حدیث میں جبریل کا تیسرا سوال لکھا ہے کہ **ما الاحسان**؟ یعنی احسان کیا ہے؟ تو اس سوال کا جواب جو نہایت پرائمری لیول کے بچوں کے شعوری لیول کا حساب ہے اس کا جواب بھی رسول اللہ کے نام سے غلط منسوب کرتے ہیں وہ اس لئے کہ معاشرے کی فلاح اور کامیابی احسان کی اصل صحیح معنی سے منسلک ہے۔ جو فلاح، یہ انقلاب دشمن یزدجری دانشور اسلام کے اکاونٹ میں گوارا کرنا نہیں چاہتے۔ یہ ہم پر نہایت فرض بنتا ہے کہ قرآن حکیم کے جن انقلابی انتظامی کوڈ ورڈوں کی ان مافیائی فارسی دانشوروں نے معنوی تحریف کی ہے۔ انہیں باقاعدہ اصلی قرآنی معنوں میں ایک کتابچہ میں شائع کر کے علمی حلقوں بلکہ عوام میں بھی تقسیم کریں کہ دیکھو جب یہ سامراج قرآن حکیم میں **يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ** یعنی تحریف لفظی میں ناکام ہوا ہے تو انہوں نے پھر کس طرح تو علم حدیث کے نام سے رسول اللہ کے نام سے ساتھ ساتھ جبریل کے نام سے بھی تحریف معنوی کے چکر چلائے ہیں۔ میں نے اب تک ایسے ہی بر سبیل تذکرہ نہایت مختصر الفاظ کی لسٹ جن میں انہوں نے تحریف معنوی کی ہے متفرق طور پر اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے لیکن نہایت ضروری بنتا ہے کہ تفصیلی طور پر ان کی مستقل کتاب بنائی جائے۔ مثال کے طور پر قرآن کے وہ انقلابی اصطلاحی اور لغوی کوڈ ورڈ یہ ہیں جن کے معنی انہوں نے علم الروایات کی آڑ میں تبدیل کئے ہوئے ہیں۔ مسجد، اعتکاف، طواف، صفا، مروا، حج، عمرہ، صبر، شکر، دعا، ثواب، توکل، تسبیح، ذکر، تقویٰ، تقلید، توبہ، مغفرت،

ایمان، تعویذ، تقدیر، صلوٰۃ، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، حجاب، (پردہ) وغیرہ اور یہ لفظ احسان جس کے معنی ہم اب لکھ رہے ہیں اور ان کے علاوہ کئی سارے قرآن کے کئی الفاظ اور اصطلاحوں کے معنوں میں ان سامراجی تنخواہ خوروں نے تحریفات کی ہوئی ہیں۔ قرآن حکیم نے اوپر کے اور دیگر بھی کئی سارے اپنے ضروری انقلابی کوڈ ورڈوں کے خود معنی بتائے ہوئے ہیں۔ ہم کسی بیرون از قرآن مافیائی علامہ لوگوں کے محتاج نہ بنیں اور قرآن کی وضاحت قرآن سے ہی حاصل کریں۔ تو میں پھر سے اس حدیث میں حدیث سازوں نے جو اپنے دجل کے کرتب دکھائے ان کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرواتا ہوں۔

جناب قارئین آگے پھر حدیث سازوں نے جبریل کے حوالہ سے سوال لکھا ہے کہ **ما الاحسان** یعنی حسان کیا ہے؟ تو اس کا جواب رسول اللہ کے نام سے یہ منسوب کیا ہے کہ **ان تعبدوالله كانك تراه وان لم تكن تراه فانه يراك** یعنی تو اللہ کی عبادت اس انہماک سے کر کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اگر تو اس طرح نہیں اسے دیکھ پاتا تو اس طرح سمجھو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ جناب قارئین یہ ہیں فراڈی معنی، یہ ہیں دھوکہ دینے والے معنی، جس سے ان کا مقصد قرآن کے لائے ہوئے انقلاب کو ناکام بنانا مقصود ہے۔ میں نے اوپر لکھا ہے کہ لفظ احسان کا معنی تو پرائمری لیول کے بچوں کا سوال ہے، وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر سکول میں پہنچتے وقت ایک لڑکے نے وہاں کلاس میں جاکر سنبھالا کہ میں اپنا قلم گھر بھول آیا ہوں پھر وہ اپنے ساتھ کے کلاس فیلو لڑکے سے کہتا ہے کہ یار آج کیلئے تو بطور احسان اپنا فالتو قلم مجھے دے دو، میں اپنا قلم گھر بھول آیا ہوں۔ اس سوال پر یقین جانیئے کہ قلم مانگنے والے لڑکے سے وہ لڑکا جس سے قلم مانگا گیا ہے وہ ہرگز یہ نہیں پوچھے گا کہ پہلے احسان کے معنی بتاؤ، پھر میں سوچوں گا کہ قلم دوں یا نہ دوں۔ جناب اب آئیں کہ قرآن سے بھی پوچھیں کہ وہ احسان کے معنی کیا سمجھاتا ہے فرمایا کہ **وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ** (74.6) یعنی اس نیت سے کسی پر احسان نہ کرنا کہ اس کے بدلے میں احسان کردہ شخص سے دوگنا چار گنا کام لوں۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ احسان کرتے وقت کوئی بھی لالچ دل میں نہیں

رکھنی، جس پر احسان کیا جارہا ہے اسے مستحق سمجھ کر، اسے حاجتمند سمجھ کر بطور احسان اسے کچھ دے دینا گلے کی پریشانی دور کریگا، مشکل حل کریگا۔اب اس بات کو مزید اس طرح سمجھیں کہ از روئے قانون آپ نے قرآن کے حکم کے مطابق **ماذا ینفقون** یعنی اللہ کی راہ میں کتنا خرچ کرنا ہے؟ تو قرآن نے حکم دیا کہ جو تیری ضرورت سے فالتو ہے وہ خرچ کردے اور آپ نے خرچ کر بھی دیا۔اب اس کے بعد کوئی آپ کے سامنے بھوک مر رہا ہے یا بغیر دوائی کے مر رہا ہے ایسے حال میں جو آپ اپنے اوپر مال دینے کا فریضہ بھی پورا کر چکے ہیں تو ایسی صورت میں اللہ حکم دے رہا ہے کہ برابر تو اپنا فریضہ پورا کر چکا ہے اس کے بعد میں بھی یہ ایک بھوکا رہ گیا ہے یہ ایک مریض بغیر علاج کے مرا جارہا ہے تو ایسی صورتحال میں اللہ فرماتا ہے کہ بطور فرض کے نہیں بلکہ بطور احسان کے اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے حصہ سے بھی اس حاجتمند کی حاجت روائی کرو، میں اللہ کسی کا بھوکا مرنا گوارا نہیں کرتا، سو تم نے اگر اپنے حصہ سے اس حاجتمند کی حاجت پوری کی تو یہ تمہاری عطا اور دین مجھ اللہ پر تمہارا قرضہ ہوگا، جو تمہاری حاجت کے وقت تمہارا قرضہ میں تمہیں واپس کروں گا۔میں اللہ جو آپ سے احسان کا مطالبہ کر رہا ہوں میرے بھی تم پر کئی احسانات ہیں **وَاَحۡسِنۡ كَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ** (28.77) اللہ نے جس طرح تیرے اوپر احسانات کئے ہیں اب تو بھی اسی طرح احسان کیا کر۔جناب قارئین یہاں تک بات صاف ہوگئی ہے کہ احسان کا معنی ہے کہ بغیر لالچ کے کسی حاجتمند کی مدد کرنا یہ بھی ایک احسان ہے۔جس طرح کہ قرآن نے حکم دیا ہے کہ **وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا** (46.15) یعنی ہم نے انسان کو وصیت کی ہے کہ وہ اپنے والدین کی خدمت بطور احسان کے کرے۔اب اس نام نہاد حدیث جبریل میں جو معنی سکھائے جارہے ہیں کہ احسان کا معنی ہے کہ عبادت کرتے وقت ایسے عبادت کرو جس طرح تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔یہ ان کے تاویلی چکر اصل انقلاب کے مقصد کو گم کر رہے ہیں جس انقلاب کا فلسفہ ہی ایثار و ہمدردی ہے۔تو یہ حدیث بنانے والے امت مسلمہ کے معاشروں سے احسان، ایثار، ہمدردی کو گم کرنا چاہتے ہیں۔اس کے بعد آگے ایک اور سوال جبریل کے

نام سے دکھاتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟

جناب قارئین آپ ان سوالوں پر غور کریں گے تو آپ کو اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا کہ ان سب سوالوں کا اور اس طرح کی حدیثوں کا مقصد لوگوں کا قرآن سے مسائل سیکھنے اور سمجھنے سے دھیان اور توجہ ہٹانا ہے کیونکہ یہ ایسے تو سوال دکھائے گئے ہیں جن کا ذکر قرآن نے متعدد بار کیا ہوا ہے کہ **تَاۡتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ** (12.107) یعنی قیامت اچانک آئے گی جس کا پیشگی طور پر انہیں پتہ ہی نہیں لگے گا۔یہی بات سورۃ الانعام (6.31) میں بھی کی گئی ہے اور سورۃ محمد (47.18) میں بھی کی گئی ہے اور دیکھو کہ رسول اللہ کے نام سے گھڑے ہوئے منسوب کئے ہوئے جوابوں میں پھر قرآن کا حوالہ بھی نہیں دکھایا جارہا ہے۔یہ اس لیے کہ لوگ بھی مسائل حیات کیلئے قرآن میں جواب تلاش نہ کریں اور جناب قارئین ان لوگوں نے حدیثوں کے اندر رسول اللہ کے جواب بھی قرآن کے الٹ گھڑ تو قسم کے دیئے ہیں۔آپ نے اس حدیث میں دیکھا کہ قیامت کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھے اس بارے میں آپ سے زیادہ علم نہیں ہے میں صرف آپ کو علامات قیامت بتا رہا ہوں وہ یہ ہیں کہ جب عورت اپنے مربی یعنی مالک کو جنے گی اور کتاب مسلم کی حدیث میں مالکن جننے کی بھی ایک روایت لائی گئی ہے اور اونٹوں کے چرواہے لمبی لمبی عمارتوں کے بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے۔اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ساز لوگ رسول اللہ کو معاشیات سے ناواقف ثابت کرنا چاہتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ کے اونٹ آج کی سوزوکی پک اپ اور شہ زور اور مال بردار ڈاٹسن کے قائم مقام ہوتے تھے اور وہ کئی سارے اونٹ ایک ہی شخص کی ملکیت میں بھی ہوتے تھے۔ان حدیث سازوں نے خود رسول اللہ کے جد امجد عبدالمطلب کو سینکڑوں اونٹوں کا مالک بھی دکھایا ہے۔یہ اور بات ہے کہ امیر دادا کے پوتے رسول کو ان حدیث سازوں نے نادار اور کنگلہ دکھایا ہے۔جناب قارئین آپ نے ابھی اس حدیث میں پڑھا کہ جبریل کے جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ قیامت کا علم ان پانچ مغیبات خمسہ میں سے ہے اور ثبوت

کیلئے رسول اللہ نے آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ (31.34) پڑھی۔
جناب محترم قارئین وہ آیت بھی رسول اللہ کی طرف ایسی منسوب کی ہے جیسے کہ رسول اللہ کو نعوذ باللہ قرآن کی سمجھ ہی نہیں تھی کہ قرآن سے کس طرح مسائل سیکھا تا ہے۔ سو پہلے آپ اس آیت کو ملاحظہ فرمائیں اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃ وَیُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ وَیَعۡلَمُ مَافِی الۡاَرۡحَامِ وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡس" مَّاذَا تَکۡسِبُ غَدًا وَّمَا تَدۡرِیۡ نَفۡس" بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡم" خَبِیۡر" (31.34)

اب قارئین محترم اس آیت میں جو پانچ چیزیں ذکر کی گئی ہیں 1 قیامت کا علم 2 بارش کا برسنا 3 عورتوں کے رحم میں کیا ہے 4 کوئی شخص کل کیا کرے گا 5 زمین کے کس حصہ میں مرے گا۔ ان پانچوں میں سے اللہ نے جن چیزوں کی دانست صرف اپنے لئے بیان کی ہے وہ صرف تین ہیں پانچ نہیں۔ ایک قیامت کا علم دوسرا کہ کوئی کل کیا کرے گا اور تیسرے نمبر پر کہ کس حصہ زمین میں مرے گا۔ آیت میں بارش کے برسنے پر اور عورتوں کے رحم میں کیا ہے ان دونوں پر وَمَا تَدۡرِیۡ کا چیلنج نہیں ہے، جنہیں آج موسمیات والے علامات کے علم سے اور الٹرا ساؤنڈ والے قبل از وقت مشاہدہ سے معلوم کر لیتے ہیں۔ اللہ نے ان دونوں چیزوں کے قبل از وقت جاننے کی نفی نہیں کی تو ان حدیث سازوں نے گویا کہ جبریل اور رسول اللہ پر الزام لگایا ہے کہ یہ دونوں ہستیاں قرآن سے ناواقف تھیں اور قرآن کو سمجھ نہیں پاتی تھیں جبکہ اس حدیث کے اس حصے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث ساز امام قرآن کے علم سے خود جاہل تھے اگر جاہل نہیں تھے تو پھر پڑھنے والوں کو گمراہ کرنے کیلئے انہوں نے ایسے لکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس مضمون سے وحی غیر متلو کے ڈھکوسلہ کو قارئین اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے اگر کوئی اب بھی اس حدیث جبریل نامی وحی غیر متلو کا جھوٹا ہونا سمجھ نہیں سکا تو حدیث کے ان الفاظ کو غور سے پڑھیں کہ رسول اللہ جبریل کو فرماتے ہیں کہ علم قیامت کے بارے میں میں بھی آپ کی طرح ہوں، البتہ اس کی علامات بتائے دیتا ہوں۔ تو جناب قارئین وہ علامات جو بتائی گئی ہیں ان کے ظہور کا صیغہ حدیث کے متن میں زمانہ مستقبل

سے تعلق رکھتا ہے یعنی جس وقت عورتیں اپنے مالک کو جنیں گی اور جب کالے اونٹوں کے مالک عمارات لمبی لمبی بنانے میں مقابلہ بازی کریں گے تو یہ بات تو زمانہ مستقبل کی ہوئی جبکہ قرآن حکیم اس نام نہاد وحی غیر متلو کے الٹ پہلے ہی فرما چکا ہے کہ فَقَدۡ جَآءَ اَشۡرَاطُھَا (47.18) یعنی قیامت کے آثار تو وہ آچکے ہیں، جاء کا صیغہ تو ماضی معلوم کا صیغہ ہے یعنی آثار قیامت تو زمانہ رسول میں ہی آچکے ہیں تو کون ان جاہل حدیث سازوں یا دھوکہ بازوں کو سمجھائے کہ قرآن تو تمہاری دھوکہ بازیاں اور چوریاں پکڑنے کیلئے ہر وقت مستعد ہے۔

(یہاں اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے)

کتاب
حجیت حدیث
پر تبصرہ

علم الروایات کی ایجاد کا پس منظر

جولوگ فرقوں کے حوالے سے حنفی، حنبلی، مالکی، شافعی، جعفری، اسماعیلی، آغاخانی وغیرہ ناموں سے اپنا فقہی تعارف کراتے ہیں ان سب کے ہاں اپنی جدا جدا حدیثیں ہیں۔ جنہیں وہ اپنے اماموں کے ناموں سے فقہ کا ماخذ بنائے ہوئے ہیں اور ان حدیثوں کو وہ رسول اللہ اور اس کے اصحاب و تابعین کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ یہ اقوالِ رسول ہیں۔ فقہ جعفری والے اپنے بارہ اماموں کے اقوال کو بھی حدیثوں کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ مطلب عرض کرنے کا یہ ہے کہ ان فرقہ بازوں کی فتوئی جات کی کتابیں اور فقہی کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں۔ کوئی بھی خرید کر یا لائبریریوں میں جا کر پڑھ کر دیکھے کہ یہ جملہ فرقہ باز قرآن حکیم سے کسی بھی مسئلہ میں ماخذ کے طور پر دلیل نہیں لیتے۔ یہ جملہ فرقہ باز لوگ اگرچہ آپس میں شدید اختلاف رکھتے ہیں اور اپنی ذیلی جہادی تنظیموں کے ناموں سے ایک دوسرے کو قتل بھی کرتے رہتے ہیں، کرتے آرہے ہیں۔ اتنے شدید تناؤ کے باوجود ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسائل حیات کیلئے قرآن سے رہنمائی نہیں لینی اور یہ سارے فرقہ باز اپنی اپنی مخصوص فرقہ جاتی حدیثوں کو وحی غیر متلو اور وحی خفی کے ناموں سے مشہور کیئے ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کی طرف جو قرآن نازل فرمایا وہ وحی متلو اور وحی جلی ہے اور اس کے بعد رسول کی طرف دوسرے نمبر پر وحی غیر متلو اور وحی خفی بھی نازل کی جسے یہ لوگ علم حدیث کے نام سے موسوم کیئے ہوئے ہیں اور اس کو مِثْلَهٗ 'مَعَهٗ' قرار دیئے ہوئے ہیں یعنی ان کے نزدیک یہ علم مثل قرآن ہے۔ علاوہ ازیں ان فرقہ بازوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن مبہم کتاب ہے، قرآن بغیر ان کی حدیثوں کے سمجھا نہیں جا سکتا، اکیلے قرآن پر حدیثوں کے بغیر عمل کرنا مشکل ہے۔ ان مذکور فرقوں کے ساتھ اسی قسم کے خیالات سے ملتا جلتا فرقہ اہل حدیث کے نام سے بھی موجود ہے۔ پھر ان کے اندر بھی کچھ گروہ بندیاں ہیں جس طرح دیگر فرقوں کے اندر بھی ذیلی فرقہ جات اور متنوع و متفرق گروہ ہیں جن کے نام سلفیہ اور جماعت المسلمین وغیرہ ہیں۔ ہمیں ان کے نام گنوانے سے کوئی دلچسپی نہیں البتہ ان

کے متفقہ نظریہ کہ ان کی حدیثیں وحی غیر متلو ہیں، وحی خفی ہیں اور یہ قرآن کی مثل ہیں اور قرآن ان کی حدیثوں کے سوا نہ سمجھا جا سکتا ہے نہ اس پر بلا شرکت ان کی حدیثوں کے عمل کیا جا سکتا ہے اور ان کی حدیثیں قرآن کی شرح اور تفسیر کرتی ہیں۔ ان کے اس عقیدہ اور نظریہ پر قارئین کی خدمت میں چند معروضات عرض کرنی ہیں۔

وحی متلو اور غیر متلو کی حرفت؟

جناب قارئین! لفظ تلاوت کے معنی پڑھنا ہے، لیکن آپ تصریف آیات کے ہنر سے جب اس اہم قرآنی اصطلاح پر غور کریں گے تو آپ کو قرآن حکیم کے اس لفظ کے معنی تابعداری کرنا اور تلاوت کردہ کلام و آیات پر ایمان لانا اور تلاوت کردہ آیات پر اللہ کی مقتضیات کی روشنی میں ڈیوٹی سرانجام دینا بھی شامل نظر آئے گا۔ **تلا** لفظ کا معنی تابعداری کیلئے ملاحظہ فرمائیں **وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ○ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا** (91.1-2) یعنی سورج اپنی روشنی کی توانائی کے ساتھ شاہد ہے اور چاند بھی شاہد ہے جب وہ سورج کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ (آگے بیان کی جانے والی حقیقت کا) تو یہاں **تلا** بمعنی تابعداری کے آیا ہے اور تلاوت برائے اتباع کیلئے فرمایا کہ **قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ** (6.151) یعنی اے رسول ان لوگوں کو بلا کر انہیں کہہ دیجئے کہ میں وہ چیزیں تلاوت کر کے سناتا ہوں جو حرام فرمائی ہیں تمہارے پالنہار نے تمہارے اوپر، وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو بھی (قانون سازی میں) شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اپنی اولاد کی حق تلفی نہ کرو (انہیں تعلیم و تربیت سے محروم کر کے) اپنے مفلوک الحال ہو جانے کے خوف سے تمہارے اور ان کے رزق کی ذمہ داری قرآن کی ہدایات کے مطابق قائم کی ہوئی ریاست پر ہوگی اور فواحشات کے چوری چھپے یا کھلے بندوں

قریب نہ جاؤ اور خون ناحق سے بھی بچو، البتہ جسے قتل کرنے کیلئے قانون اجازت دے تو وہ اور بات ہے۔ یہ تمہارے لیئے وصیت ہے تا کہ تم عقل سے کام لو اور سمجھ پاؤ۔

تو یہاں غور فرمایا جائے کہ یہ احکام اور امور جو تلاوت کیئے گئے یہ سب کے سب عمل میں لانے کیلئے ہیں۔ یہ اپنے مفہوم میں تمام واضح ہیں۔ ان کی وضاحت کسی امامی فقہ اور روایت کی محتاج نہیں ہے اور یہ خطاب اور بلاوا کہ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ یعنی اے سامعین قرآن آؤ تو وہ احکامات تمہارے سامنے میں تلاوت کروں جن کی وصیت تمہارے رب نے تمہارے لئے کی ہے۔ جن امور سے بچنے کا تمہارے رب نے حکم دیا ہے۔ جن تلاوت کردہ احکام سے تمہارے رب نے منع کیا ہے، نہی فرمائی ہے۔ تو غور فرمایا جائے کہ تلاوت کن چیزوں کی؟ تلاوت کس لئے؟ اس آیت اور خطاب سے ثابت ہوتا ہے کہ تلاوت اتباع کیلئے ہے۔ تلاوت نظام سے متعلق امور کو عمل میں لانے اور ان کے پیچھے چلنے کیلئے ہے۔ یہ تلاوت باپ دادوں کیلئے قل شریف پڑھنے والی نہیں ہے۔ یہ تلاوت ختم خواجگان والی نہیں ہے۔ یہ تلاوت تو احکام قرآن کی تعمیل اور امپلیمنٹ کیلئے ہے۔ یہ تلاوت تنخواہ پر رکھے ہوئے ان ملاؤں والی نہیں ہے جو ہر صبح کو دکانوں میں برکت کیلئے جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں۔ تو جو قرآن پورے کا پورا اس معنی سے وحی متلو ہے کہ اس کے احکامات کی تعمیل کی جائے، اس کے احکام کی روشنی میں فیصلے کئے جائیں، فتوے دیئے جائیں، ججمنٹ لکھی جائیں ۔ تو یہ جملہ امامی فرقوں والے مولوی صاحبان اہل حدیث اور جماعت المسلمین کہلانے والے روایات پرست جملہ فرقے قرآن کو فیصلہ دینے کا بغیر شرکت حدیث کے اہل تسلیم نہیں کرتے ۔ ان جملہ فرقہ بازوں کے فتوی جات کی کتابیں خلاف قرآن روایات پر مبنی ہیں۔ ان کے ہاں حکم قرآن کہ حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (4.6) کے حکم کہ نکاح کی عمر کیلئے بلوغت جسمانی اور بلوغت ذہنی دونوں شرط ہیں، اس کے خلاف ان جملہ مفتیوں اور فتویٰ خانوں کے ہاں وحی خفی کے ذریعے نابالغ بچوں سے نکاح جائز ہے۔ قرآن حکیم کے حکم کہ تم اپنے سماج میں، معاشروں میں معاشی مساوات کا نظام قائم کرو سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ (41.10) اس

قرآنی حکم کے برعکس ان حدیث پرستوں کے ہاں جو علم حدیث ان کی چالاکی والی حرفت سے وحی خفی اور غیر متلو مشہور کیا ہوا ہے اس میں نولمٹ غیر محدود جاگیرداری اور سرمایہ داری کو جائز قرار دیا ہوا ہے۔ وحی متلو قرآن پرا کیلئے بلا شرکت حدیث کے عمل کرنے سے اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (21.105) کے حکم سے زمین تو صرف کسانوں اور اپنے ہاتھوں سے زمین کی اصلاح کرنے والوں کو دینی ہوگی اور بے عمل اور غیر حاضر مالکان زمین داری سے محروم ہو جائیں گے۔ تو جھٹ سے کرایہ کے مفتیان کرام نے فتوی جاری فرمادیا کہ قرآن جو وحی متلو ہے جب تک اس کے ساتھ وحی غیر متلو اور وحی خفی یعنی علم حدیث شامل نہ کیا جائے گا تو اس پر عمل کرنا ناممکن ہے اور وحی متلو قرآن حکیم نے آڈر جاری فرمایا کہ اے محمد! آج سے غلام سازی پر بندش لگائی جاتی ہے اور اس کیلئے جو لڑائیوں میں دشمنوں کو قیدی بنا کر انسانوں کو غلام اور لونڈی بنایا جاتا ہے مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى (8.67) تو جھٹ سے حدیث ساز اہل فارس کے امام نامی تھنک ٹینک نے قرآن کی اس عظیم انقلابی پالیسی کو بے اثر کرنے کیلئے اپنی حدیث وحی خفی اور غیر متلو والی ٹیکنالوجی سے جس کو انہوں نے مثلہ معہ یعنی قرآن کے برابر کی قسم کا ماخذ قرار دے کر غلامی اور لونڈیوں کی رسم بد کو پھر سے بحال اور جاری کرنے کیلئے پھر سے غلام سازی کو اسلام میں جائز اور جاری مشہور کیے ہوئے ہیں۔

تو جناب قارئین رسول اللہ کے نام کی طرف منسوب کردہ روایاتی علم بنام حدیث کے اصل مقاصد یہ ہیں جس کے ذریعے ایک طرف قرآن حکیم قیصری اور کسروی مافیا کی ظالمانہ اور انسان کش رسموں کو مٹاتا جائے تو دوسری طرف سے یہ بادشاہ پرست حدیث ساز امام قرآن کی ان اصلاحات کو وحی خفی اور وحی غیر متلو کے ناموں اور حرفتوں سے مٹاتے جائیں۔ تاریخ کے ایک ایسے ہی ماجرا کی قرآن حکیم نے اطلاع دی ہے، خبر بتائی ہے کہ ہم نے جب فرعونیت کے حوالی موالی جاگیرداری شاہی، قارونیت اور پاپائیت کو دریا برد کر کے ملیا میٹ کر دیا تو ان کی بھی باقیات اپنی تباہ شدہ، انسان کش جاگیرداری شاہی اور بادشاہت کو پھر

سے لانے کیلئے پہلے کے دوزخ مثل سماج کے قیام کیلئے جو سلسلہ لے اٹھی تو وہ بھی اس تحریک کے امام بن کر لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ قرآن نے ان کی ایسی امامی مومنٹ کیلئے بتایا کہ **وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ** (28.42) یعنی ہماری موسوی تحریک نے جب فرعونی بادشاہت کا، قارونیت کا، ہامانیت کا تیاپانچہ کر دیا تو اس سے ان کے پسماندگان اسی غلام سازی والی آگ مثل بادشاہ پرستی کی دعوت کے امام بن کر مصروف ہو گئے۔ جو پھر کسی انقلاب کے وقت پہلے کی طرح دوبارہ بے سہارا ہو جائیں گے اور ہم نے ان کے پیچھے اسی دنیا میں لعنت اور پھٹکار لگا دی ہے اور جب انقلاب کی گھڑی آئے گی تو ان سے بڑھ کر کوئی بھی بدحال اور بدصورت نہیں ہوگا۔

تو جناب قارئین جب خاتم الانبیاء سلام علیہ کی تحریک نے قیصر و کسریٰ کے تختوں کو الٹ دیا تو بعینہ ان کے پسماندگان بھی فرعونی امامی باقیات کی طرح امام بن کر حدیثیں بنانے لگے کہ **السلطان ظل اللہ فی الارض** کی حدیث کے مثل۔ قیصر و کسریٰ کے امامی باقیات نے رسول اللہ کے قرآنی انقلاب کو الٹانے کیلئے امام بن کر حدیثیں بنائیں کہ غلامی جائز ہے۔ حدیثوں اور ان پر فقہ بنائی کہ محمدی انقلاب کے بعد بھی لونڈیاں بنانا ان کی خرید و فروخت کرنا ان سے بغیر نکاح کے مجامعت جائز ہے۔ کئی اماموں کی خود لونڈیوں سے پیدا ہونے کی حدیثیں بنائی گئی ہیں۔ پڑھ کر دیکھیں، الشافی ترجمہ اصول کافی جلد سوم باب 115۔ اور اس سے آگے اور لونڈیوں کی خرید و فروخت اور ان سے بغیر نکاح مجامعت کیلئے ہدایہ کتاب العتاق میں تفصیلات پڑھیں جو کہ یہ ساری فقہ جات اور حدیثیں قرآنی انقلاب کو سبوتاژ کرنے، تاراج کرنے کیلئے قرآن کی ضد میں اور رد میں بنائی گئی ہیں۔ سو اگر ایک لحہ کیلئے بھی مانا جائے کہ ان کی گھڑی ہوئی قرآن دشمن خرافات بنام روایات یہ رسول اللہ کی حدیثیں ہیں اور ان کا نام وحی غیر متلو ہے تو پھر اس سے یہ بات ثابت ہوگی کہ **نعوذ باللہ** اللہ نے وحی متلو میں تو اپنے احکامات **اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ**

الصّٰلِحُوْنَ (21.105) اور حکم **سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ** (41.10) سے تو بادشاہتیں مٹانے کی بات کی ہے اور اپنے رسول کو دوسری وحی غیر متلو اور وحی خفی بھیجی کہ قرآن میں جو ہم نے وحی جلی اور وحی متلو میں کہا تھا کہ غلام سازی پر بندش کیلئے لڑائیوں میں کسی کو قید نہ کرو (8.67) وہ ایسے ہی تھا۔ اصل، صحیح اور حقیقی پالیسی وحی غیر متلو اور وحی خفی کی چلے گی۔ وہ وحی متلو اور جلی تو ایسے ہی ہے۔ لہٰذا تم فتویٰ جات وحی خفی اور غیر متلو کے مطابق دیا کرو۔ ان جلی خفی اور غیر متلو کی اصطلاحیں بنانے والوں کو شرم ہی نہیں جو آئے۔ انہوں نے تو اس طرح سے اللہ کو دوغلی پالیسیوں والا بنا دیا۔ **نعوذ باللہ** جبکہ اللہ وہ ہستی ہے جس کا اعلان ہے کہ **مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ** (50.29) میرے فیصلوں میں وحی خفی اور وحی غیر متلو کی زٹلیات سے کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ **وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ** (6.34) کسی کی مجال نہیں جو وحی خفی اور غیر متلو کی ہیرا پھیریوں سے میری آئینی دفعات کو بدل سکے اور قرآن کو مبہم کتاب اور اجمالی کتاب اور تشریح کیلئے غیر خداوندی حدیثوں کی محتاج کتاب کہنے والوں کی بولتی بند کرنے کیلئے اللہ نے فرمایا کہ **اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا** (6.114) یعنی تفصیل شدہ کتاب قرآن کے ملنے کے بعد اب کسی اور کے کلام کو حکم یا ثالث نہیں بنایا جائے گا یعنی یہ وحی متلو اور وحی جلی والا قرآن مفصل کتاب ہے اور سن لو کہ **وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ** (6.115) یعنی اس کتاب میں قوانین خداوندی اپنی صداقتوں اور عدالتوں کے حوالوں سے مکمل لائے گئے ہیں۔ اب ان میں وحی خفی اور غیر متلو ناموں سے کوئی ترمیم، تبدیلی قبول نہیں ہوگی۔ نابالغ بچوں سے وحی خفی اور غیر متلو کے حوالوں سے نکاح کرنا اور **وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى** (53.39) سے محنت کی ویلیو کو توڑ کر سرمایہ داریت کو ڈکلریشن دینا ان وحی خفی کے نام سے جملہ ہیرا پھیریوں کیلئے اللہ فرماتا ہے کہ میں **سمیع** بھی ہوں تو **علیم** بھی ہوں۔ میں ان سب قرآن دشمنوں کو جانتا ہوں انہوں نے اپنی خرافات سے یہ تاثر دیا ہوا ہے کہ میں اللہ گویا وحی جلی میں غلامی پر بندش لگاتا

ہوں (8.67) تو وحی خفی میں یہ بندش ہٹا لیتا ہوں۔ وحی جلی میں نکاح کیلئے ذہنی اور جسمانی
رشد اور بلوغت کی شرط لگاتا ہوں (4.6) تو وحی خفی اور غیر متلو میں وہ شرط ختم کر دیتا ہوں۔ سن لو
ان بادشاہ پرست اماموں کی حیلہ جوئیاں میرے قرآن میں تبدیلی نہیں لا سکتیں۔ یہ فرعونی کلچر
کی باقیات یہ قیصر و کسریٰ کی باقیات ہے۔ ان کیلئے اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (89.14)
اے مخاطب تیرا روزی رساں ان کی گھاٹ روکے ہوئے ہے تو کسی کی پرواہ نہ کرنا، آنے دو
آگے ان کو۔

وحی متلو اور جلی کے ہوتے ہوئے آخر وحی خفی اور غیر متلو کیوں؟

جناب قارئین یہ جو اماموں کے روایاتی انبار قرآن کا مثل منوانے کیلئے بنائے گئے
ہیں کہ یہ ایک تو اقوال رسول ہیں دوسرا یہ کہ یہ بھی رسول کو اللہ کی طرف سے وحی کیئے گئے
ہیں۔ لیکن یہ وحی قرآنی وحی کے مقابل غیر متلو ہے تو ہم نے جو اوپر قرآن کے حوالے سے عرض
کیا ہے کہ لفظ متلو کا معنی ہے، جس کے پیچھے چلا جائے۔ تو پھر ان کا علم حدیث جب کہلاتا ہی غیر
متلو ہے تو جملہ امامی فرقوں نے امت مسلمہ کی رہنمائی کیلئے جو مسائل حیات کی فقہ جات
ترتیب دی ہیں وہ بجائے قرآن کے حدیثوں سے لی ہوئی ہیں۔ تو کوئی بتائے کہ پھر اس طرح
سے تو علم متلو یعنی جس کے پیچھے چلا جائے وہ قرآن تو نہیں ہوا وہ تو ان کا روایاتی علم غیر متلو ہوا،
جس سے فقہ جات بنا کر اسے متلو بنایا گیا ہے یعنی دکھاؤ ایک تو مارو دوسری۔ اتباع اور پیچھے
چلنے کیلئے پھر بھی انہوں نے شکست خوردہ فارس کے تھنک ٹینک کے دانشوروں کو پیشوا بنا لیا۔
کیا اس چکر بازی سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ یہ سارے حیلے قرآن کو متروک العمل بنانے کیلئے
ہیں؟ مسلم امت کے جملہ فتاوے اور مسائل حیات، کورٹس میں حدیثوں اور ان پر بنائی ہوئی
امامی فقہوں کی روشنی میں حل کیئے جا رہے ہیں۔ اس طرح سے بڑی چالاکی سے قرآن کو پس
تاک الماری لگایا گیا ہے۔ قاضی مفتی اور جج کی کرسی اور مسند پر مجوسی اماموں کا غلام ساز اور
جاگیر داریت و سرمایہ داریت کو تولمٹ روا رکھنے والا فقہ قابض ہے۔

کراچی شہر کے ایک بڑے عالم اور شیخ الحدیث جو درس نظامی کے علوم کے بڑے
ماہر ہیں (اور قرآنی علم کی طرف سے آنکھیں بند کردہ) ایک دن اس نے مجھے کہا کہ باوانی
ٹرسٹ کا منیجر میرے پاس آیا تھا اور اس نے کہا کہ قرآنی حوالوں سے لامحدود سرمایہ رکھنے کے
جواز میں کتاب اور تحریر لکھ کر دیں تو آپ کو حق الخدمت کے طور پر مناسب معاوضہ دیں گے۔
اس بارے میں آپ کا کیا مشورہ ہے؟ تو میں نے اسے جواب میں کہا کہ مسئلہ آسان ہے، وہ
اس طرح کہ تم خود کو ٹٹولو کہ تیرے ایمان کی، تیرے ضمیر کی کیا قیمت ہے؟ (یہاں ہر چیز بکتی
ہے، بولو کیا خریدو گے۔)

جناب قارئین معاف فرمائیں میری تحریر میں تکرار اور ریپیٹیشن بہت ہوتی ہے۔ میں
پھر اپنا سوال دہراتا ہوں کہ جب قرآن کی لغت کے موضوع پر رہنمائی سے ثابت ہوا کہ
وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ○ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا یعنی تلا یتلو متلو کے معنی کسی کے
پیچھے چلنا اور اتباع کرنا ہے اور قرآن علم وحی متلو والی کتاب ہے اور علم الروایات غیر متلو ہے۔ تو
پھر امت کو تو علم غیر متلو کے پیچھے ہنکالا جا رہا ہے جبکہ علم متلو جو قرآن ہے، اس کی روشنی میں
معاشیات کا فتویٰ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (53.39) یعنی اجرت صرف
محنت پر ملے گی سرمایہ پر نہیں ملے گی اور مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى
(8.67) غلامی بند اور نکاح و شادی کیلئے عمر کی حد قرآن والی (4.6) یعنی جسمانی اور ذہنی
بلوغت ہے۔ حدیثوں والی چھ سال میں منگنی اور نو سال میں بیاہ کی قرآن دشمن بخاری اور اس
کے استاد اماموں کو ان کی اس طرح کی حدیثوں کی وجہ سے بلیک لسٹ قرار دینا ضروری تھا
جس پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ الٹا قرآن کو تو اکیلے بغیر حدیثوں کے ناممکن العمل کہا جا رہا
ہے، لکھا جا رہا ہے۔ لیکن بخاری و دیگر ائمہ حدیث پر ایک تنکا بھی برداشت نہیں کیا جا رہا۔ یعنی
قرآن تو اتنا بے سہارا، یتیم اور مظلوم ہو گیا ہے کہ دشمنوں کو پندرہ سو سال قرآن کے اندر کوئی
غلطی، خامی، نقص بڑی تلاش کے باوجود نہ مل سکے پھر بھی اٹیک قرآن پر کہ یہ کتاب مبہم اور
ناکافی ہے اور اس کی تشریح علم روایات سے ہوگی۔

جناب قارئین محترم! ان کے علم حدیث اور حدیث ساز اماموں کا کیا پوچھتے ہیں اور قرآن جیسے عبقری اور مقدس کتاب سے ان کی فارسی کلچر والی حدیثوں کا کیا مقابلہ اور توازن ہوسکتا ہے؟ قرآن میں ہے کہ **وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ** (2.222) یعنی اے رسول تجھ سے سوال پوچھا جاتا ہے کہ ایام ماہواری میں گھر والی سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو جواب میں لسان وحی کا فرمان ہے کہ **قُلْ هُوَ أَذًى** یعنی اس طرح کا عمل اذیت ناک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ جناب قارئین! قرآن کی پارسائی والی تعلیم کے بعد آئیں حدیث ساز اماموں کے کلچر کی طرف، آئیں وحی خفی اور غیر متلو کی طرف، آئیں سمرقند بخارا کی فارسی وحی کی طرف۔ امام بخاری کی کتاب المعروف صحیح بخاری کے اندر کتاب البیوع کے آخری باب سے پہلے باب 1385 کے اندر دو نمبری حدیث میں دیکھیں (جناب قارئین امام بخاری جو حدیثیں اپنے ترجمۃ الباب میں لاتا ہے اس کیلئے ماہرین علم حدیث بتاتے ہیں کہ وہ بخاری کی بقیہ حدیثوں کے مقابلے میں دوسرے نمبر کی ہوتی ہیں)۔ امام بخاری فرماتا ہے **وقال عطاء لا باس ان یصیب من جاریته الحامل مادون الفرج** یعنی امام عطاء بخاری کے استاد کی حدیث ہے کہ لونڈی اگر حاملہ ہو تو اسے فرج کے سوا کسی دوسرے چینل سے صحبت کی جاسکتی ہے۔ اب قارئین حضرات کوالٹی اور کلچر کے معاملے میں موازنہ خود فرمائیں کہ یہ امامی علم قرآن کی تفسیر بن سکتا ہے؟

وحی خفی اور غیر متلو

جناب قارئین! موجودہ مروج علم الروایات کیلئے یہ جو بادشاہ پرست جاگیرداریت اور سرمایہ داریت کے حامی اور کاسہ لیس علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں بھی وحی منجانب اللہ ہیں۔ قرآنی وحی اور اس میں فرق صرف یہ ہے کہ یہ غیر متلو اور خفی ہیں، قرآن کا متن وحی جلی اور متلو ہے۔ یہاں اس پر میرا ایک سوال ہے کہ کلام وحی کلام اللہ جو قرآن حکیم میں ہے اس متلو اور جلی کلام کے اندر اور وحی خفی اور غیر متلو کلام کی کوالٹی اور معیار میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جو سلاست اور حلاوت قرآن کے متن اور عبارت میں ہے اس کا عشر عشیر بھی وحی خفی اور غیر متلو

کی عبارت میں نہیں ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ عربی دان سادہ سے سادہ ایسا آدمی جو عربی زبان سے نسبت رکھتا ہو اس سے یا کسی بڑے سے بڑے عالم عربی دان سے بھی پوچھیں گے کہ علم احادیث کی عربی کے معیار اور کوالٹی اور قرآن کی عربی عبارت میں کیا فرق ہے؟ تو ان کا جواب یہ ہوگا کہ حدیثوں والی عربی کی کوالٹی اس اتھارٹی کی نہیں ہوسکتی جیسی کہ قرآن کے عربی کلام کی کوالٹی جس اتھارٹی کی ہے۔ جناب قارئین حدیثوں کی عربی کو اب تو رسول اللہ کی ایجاد اور تجویز کردہ نہیں کہا جائے گا۔ یہ درست ہے اگر بقول ان اماموں کے کہ ان کو اقوال رسول اگر مانا بھی جائے لیکن اسے وحی کہنے کے بعد تو رسول تو اس کلام وحی کا قائل اور ناقل کہا جاسکے گا، موجد نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ وحی کا کلام تو اولاً اللہ کا کلام ہوتا ہے بعد میں رسول اللہ کا اور آپ ہم سب سے پڑھ سکتے ہیں۔ تو حدیث اگر وحی ہے تو وحی کا منبع اور کلام وحی کا موجد اول تو اللہ ہے پھر تو لازم بنتا ہے کہ وحی متلو اور وحی خفی غیر متلو کے کلام میں عبارت میں یکسانیت ہو، بلاغت اور فصاحت کا معیار ایک جیسا ہونا چاہیے۔ پھر اس کے الٹ یہ کیوں ہوا ہے کہ قرآن والی وحی کی عبارت میں تو اللہ تعالیٰ اعلیٰ درجہ کی عربی ترکیب سناتے ہیں اور حدیث والی وحی میں اللہ کی استعدادی کوالٹی رَل بٹاٹل ہو جاتی ہے۔ قرآن کی عربی کا اتنا تو کمال ہے کہ وہ سارے گاما پادانیسا کے جملہ سروں پر نثر ہونے کے باوجود گائی جاسکتی ہے۔ میں نے خود **سورۃ الھمزہ** اور **سورۃ فلک** سر مالکوس اور سر بھیروی میں ایک گویے سے سنی ہے۔ اس محفل کا انتظام علی حسن کھوسو جو سندھ کے بہت اچھے شاعر تھے اب فوت ہو چکے ہیں نے کیا تھا۔ یہ محفل شہر ہالا کی واپڈا کالونی میں ہوئی تھی۔ وہاں اس محفل میں ایک دوسرا شاعر موجود تھا اس نے اپنا تخلص بڑا خطرناک رکھا ہوا تھا اور بھی کئی ادیب شاعر موجود تھے ان ادیبوں کا کہنا تھا کہ عجب بات ہے کہ قرآن ہے تو نثر میں لیکن اس کے اندر نظمی صنفوں کی ساری قسمیں ملتی ہیں اور پورا قرآن سب سروں پر فٹ آتا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ حدیثوں کی عربی کے وقت اگر یہ مانیں کہ یہ بھی وحی ہے تو اللہ کی وہ قرآنی عربی والا میرٹ اور کوالٹی کہاں گم ہوگئی ہے۔

تو جناب میں قرآن کی عربی اور حدیث کی عربی موازنہ کیلئے قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، جو موازنہ جس طرح متن کی عربی کی کوالٹی کا ہے تو وہی موازنہ اس عربی عبارت کے مفہوم کا بھی وہیں کے وہیں آپ خود ملاحظہ فرمائیں، پھر بتائیں کہ یہ وحی خفی اور غیر متلو اس اتھارٹی کی ہوسکتی ہے جہاں سے وحی متلو اور وحی جلی ملی ہے اور کیا یہ دونوں مفہوم بھی ایک سکول کے ہوسکتے ہیں؟

اس سلسلے میں میں پہلے بخاری کی ایک حدیث کتاب الجہاد باب نمبر 500 اور حدیث نمبر 1302 پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد قرآنی وحی کی عبارت بھی پیش کروں گا۔

عن ابن محيريز انه قال دخلت المسجد فرايت ابا سعيد الخدری فجلست اليه فسألته عن العزل قال ابو سعيد خرجنا مع رسول الله ﷺ فی غزوة بنی المصطلق فا صبنا سبيا من سبی العرب فاشتهينا النساء واشتدت علينا العزبة واحببنا العزل فاردنا ان نعزل وقلنا نعزل ورسول الله ﷺ بين اظهرنا قبل ان نساله فسالناه عن ذلك فقال ما عليكم ان لا تفعلو مامن نسمة كائنة الى يوم القيامة الا وهی كائنة۔

خلاصہ حدیث ابو محیریز روایت کرتا ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو وہاں ابو سعید خدری کو دیکھا تو میں اس کے پاس جا کر بیٹھا اور اس سے سوال کیا کہ کوئی شخص جماع کرے اور انزال باہر کرے تو یہ جائز ہے؟ جواب میں ابو سعید نے کہا کہ ہم غزوہ بنو مصطلق میں رسول اللہ کے ساتھ لڑائی پر گئے تھے وہاں ہم نے عرب عورتوں کو قید کیا، اس کے بعد عورتوں کے استعمال کیلئے شہوت نے بھی بہت ستایا تو ہم نے ان لونڈیوں کو استعمال سے پہلے چاہا کہ ان سے جماع کے وقت انزال باہر کریں یعنی عزل کریں (جناب قارئین ہمیں یہ حدیث پڑھاتے وقت استادوں نے عزل کرنے کا سبب یہ بتایا کہ اس طرح سے وہ قیدی عورتیں حاملہ نہ ہوسکیں اور ان کو منڈی میں کنواری کے داموں فروخت کریں) اور ہم نے

آپس میں کہا کہ رسول اللہ جو ہمارے ساتھ شریک سفر ہیں پھر کیوں نہ چل کر ان سے عزل سے متعلق مسئلہ پوچھیں۔ سو ہم گئے اور سوال پوچھا تو جواب ملا کہ **ما عليكم ان لا تفعلو مامن نسمة كائنة الى يوم القيامة الا وهی كائنة۔**

اب یہاں اس نام نہاد وحی غیر متلو اور خفی کا ترجمہ میں خود نہیں کر رہا، میرے پاس دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور کی بخاری اردو ترجمہ کے ساتھ طبع شدہ موجود ہے، مترجم صاحبین کے نام ہیں مولانا حافظ قاری محمد عادل خان نقشبندی اور مولانا قاری محمد فاضل صاحب قریشی مجددی۔ ترجمہ یہ ہے کہ عزل نہ کرنے میں کیا برائی ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم میں جو جان قیامت تک آنے والی ہے وہ ضرور آ کر رہے گی۔ (ترجمہ ختم) یہ جواب تو سراسر غلط ہوا کیونکہ سوال کرنے والے پوچھ رہے ہیں کہ ہم عزل کرنا چاہتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ تو یہ کیسا جواب ہوا کہ عزل نہ کرنے میں کیا برائی ہے؟ اب اس وحی غیر متلو اور وحی خفی والی حدیث کا یہ صاف صاف مقصد ثابت ہوا کہ بچے کا ماں کی پیٹ میں پیدا ہونا اس کا تعلق باپ کے نطفہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، بچے کے پیدا ہونے کیلئے صرف حکم خداوندی چاہیے یہی بغیر سبب (انزال) کے کافی ہے۔ عربی عبارت میں ہنرمندی کو ہر ایک پرکھ سکتا ہے۔ کیونکہ سوال کرنے والوں کی خواہش واضح ہے کہ وہ شہوت رانی بھی کرنا چاہتے ہیں اور اس سے قیدی عورتوں کا حاملہ ہونا بھی پسند نہیں کرتے۔ (پھر میں بیچ میں قارئین سے عرض کروں کہ ویسے یہ حدیث تو مکمل جھوٹی ہے لیکن اس کے باوجود بحث کر رہے ہیں اس لئے کہ سادہ عقل والے مسلم ان حدیثوں کو وحی کی طرح سچ سمجھتے ہیں سو صرف ان کے سمجھانے کیلئے یہ طوالت کر رہے ہیں) اب سوال کرنے والوں کے دل کی خواہش کہ ہم عزل کریں تا کہ کہیں یہ جماع شدہ لونڈی حاملہ نہ ہوجائے تو کیوں رسول اللہ ان کے سوال کے مقصد کو سمجھ نہیں پائے اور حمل سے بچنے والی حتمی تدبیر یعنی عزل کرنے کی اجازت کیوں مرحمت نہیں فرماتے اور حمل کے اور بچہ پیدا ہونے کیلئے انزال اور اس سے نطفہ کو سبب حمل اور سبب اولاد کو گویا کہ حدیث میں تسلیم ہی نہیں کیا جا رہا ہے اور جواب کی سوال کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے۔ سوال کرنے والوں

کا مقصد ہے کہ ہم جماع بھی کریں اور اس سے حمل بھی نہ ہو، تو جواب دیا جاتا ہے کہ تم
ضروری عزل نہ کرو یعنی انزال کرو جس کو پیدا ہونا ہوگا وہ تو ضرور پیدا ہوگا۔ اب کوئی بتائے
سوال کرنے والوں کا تو یہ سوال ہے ہی نہیں کہ انزال کرنے کے بعد بچہ پیدا ہوگا یا نہ ہوگا۔ ان
کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ہر صورت میں عورت کے حمل سے بچنا چاہتے ہیں اور اس کیلئے
جو ایک سائنسی اور قدرتی لاجک بھی یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب عورت کے
رحم میں بیج جائے ہی نہ۔ تو اس سوال کا یہ جواب کیونکر ہو سکتا ہے کہ بیج بھی ڈالو اور آنے والے
کو کوئی روک نہیں سکتا۔ جبکہ یہ جواب تو خود سوال کرنے والے پہلے ہی جانتے تھے اس لئے
انہوں نے تو یہ پوچھا ہی نہیں ہے کہ ہم انزال کریں اس کے بعد حمل سے کس طرح بچاؤ ہو۔
انہوں نے تو پوچھا ہی عزل کے ذریعے حمل سے بچنے کا ہے۔ نہیں تو یہ سوال و جواب ایسے ہوا
کہ سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ حدیث میں دیئے ہوئے جواب سے تو رسول اللہ پر
الزام آتا ہے کہ اس نے سوال ہی نہیں سمجھا اور جواب میں بھی ایسی گولائی نظر آتی ہے جیسے کہ
عورت کو حمل کیلئے نطفہ اور بیج کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اوپر بتائے ہوئے مترجمین نے ترجمہ بھی
غلط کیا ہے کیونکہ سوال ہے کہ یا رسول اللہ کیا ہم عزل کریں؟ تو جواب دکھایا گیا ہے کہ **ما
علیکم ان لا تفعلوا** اس کا صحیح ترجمہ تو یہ ہے کہ عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اب
اس جواب کی تو سوال کے ساتھ مطابقت بھی بن سکتی ہے۔ یعنی تم عزل کا عمل کر سکتے ہو۔ اگر
یہ معنی نہ لئے گئے تو رسول اللہ پر الزام آئے گا کہ انہوں نے سوال کرنے والوں کا مقصد نہیں
سمجھا۔ اس کے علاوہ بخاری کی اس وحی غیر متلو والی حدیث سے ہٹ کر اگر ڈاکٹر حضرات سے
یہ سوال کوئی کرے کہ میں اپنی آزاد اور نکاح والی بیوی سے صحبت بھی کروں اور ہم دونوں میاں
بیوی کا متفقہ فیصلہ بھی ہے کہ اب اولاد کافی ہو چکی ہے، برتھ کنٹرول کے آپریشن کرانے سے
بیگم کا پیٹ خواہ مخواہ بڑا ہو جاتا ہے اس لئے مزید اولاد سے بچنے کیلئے عزل کریں یا نہ۔ تو
جواب ملے گا کہ عزل کرنا بالکل درست ہے، گھر والی سے عزل کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔
تو پھر یہ حدیث ساز وحی خفی کے روٹ والے اپنی وحی کو کیوں نامعقول بنا رہے ہیں۔ اگر

حدیث کی عبارت میں عزل کے جواز کا جو صحیح معنی ہے وہ لیا جائے تو پھر حدیث کا دوسرا حصہ
غلط ہو جاتا ہے یعنی اس کا جواب کے پہلے حصے سے جوڑ نہیں ملتا کیونکہ جب عزل کیا جائے گا
تو پھر پیدا ہونے والا بغیر بیج کے کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ
حدیث کی کمپوزیشن کرنے والے فارسی امام اپنے جواب گول کر گئے ہیں۔ انہیں ایسی حدیث
گھڑنے سے صرف دنیا کے لوگوں کو یہ باور کرانا ہے کہ دیکھو ان مسلمانوں کا رسول کیسا ہے، جو اپنا
لشکر لئے پھرتا ہے کہ مخالفوں کی عورتوں کو قید کر کے اس سے عیاشی کرتے پھریں اور تجارت بھی۔

جناب قارئین! حدیث جو بقول ان کے وحی غیر متلو اور وحی خفی ہے اس میں یہ
حدیث ساز لکھتے ہیں کہ ہم نے جو قیدی عورتوں کو دیکھا تو ہماری شہوت زور پکڑنے لگی سو ان
عورتوں کو یوٹلائیز کرنے میں کوئی مانع اور رکاوٹ تو نہیں تھی۔ صرف یہ خیال آرہا تھا کہ اس عمل
سے وہ حاملہ نہ ہو جائیں کہ فروخت کرتے وقت ان کی ویلیو کم ہو جائے اور ریٹ صحیح نہ مل سکے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْن (نعوذ باللہ)

اس حدیث کی وحی غیر متلو اور وحی خفی پر غور کرو کہ یہ رسول اپنا لشکر لے کر **اعلاء
کلمۃ اللہ** کی جنگ لڑنے گئے ہیں یا مخالفین کی عورتوں سے گینگ ریپ کرنے گئے ہیں؟
اس حدیث سے لڑائی کا ماحول تو ایسے دکھایا گیا ہے کہ پکنک پارٹی بھی آؤٹنگ کے وقت ایسے
نہ کرے۔

جناب قارئین غور فرمائیں کہ دوسری طرف قرآن یعنی وحی متلو اور وحی جلی کا جب حکم
بھی آیا ہوا ہے کہ **مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى** (8.67) یعنی اے نبی
پہلے رواج یعنی لڑائیوں میں کسی کو بھی قیدی بنانے والی ریت کو ہم ختم کرتے ہیں۔ اے نبی
تیری تحریک اور انقلاب میں لڑائیوں کے دوران دشمنوں کو قیدی بنانے پر بندش لگائی جاتی
ہے۔ جناب قارئین غور فرمائیں کہ یہ حدیث ساز یزدجر کی تھینک ٹینک کا امامت نامی بادشاہ
پرست قرآن دشمن گروہ جیسے کہ وحی کے انقلابی اعلان سے بے پرواہ ہو کر غلام سازی پر بندش
کے باوجود رسول اللہ پر الزام لگائے جا رہا ہے کہ انہوں نے غلام سازی پر قرآن کی بندش کے

حکم کی کوئی پرواہ نہیں کی اور لڑائیوں میں عورتوں کے ریوڑ کے ریوڑ قید کر لئے۔ غور فرمایا جائے کہ کوئی قوم اپنی عورتیں پکڑنے جب دیتی ہے جب ان کے مرد سب قتل ہو جائیں۔ تو اس حدیث سے لگتا ہے کہ لڑائی میں کوئی بڑا قتل عام ہوا ہے کوئی مرد بچا ہی نہیں ہے جو مخالفوں کی عورتوں کی اتنی تعداد گرفتار دکھائی جاتی ہے۔ جو حدیث میں لشکری لوگوں کو قیدی عورتوں کی کمی کا تو کوئی احساس ہی نہیں دکھاتے۔ فکر صرف لونڈیوں کی تجارت کے وقت ان کی مارکیٹ ویلیو کی دکھاتے ہیں۔ تو جناب قارئین کیا ان حدیث سازوں کے نام نہاد وحی غیر متلو اور وحی خفی سے رسول اللہ اور اس کے ساتھیوں کی قرآن سے مخالفت ثابت نہیں ہوتی؟ کیا رسول اللہ اور اس کے ساتھیوں کی انسانیت سے دشمنی اور عیاشی والی بہیمیت اور بربریت ثابت نہیں ہوتی؟ ایسا حدیث ساز امامی لشکر اگر اسلام کا دوست ہے تو پھر اسلام کو کسی اور دشمن کی کیا ضرورت!

میں نے اس بحث کے شروع میں عرض کی تھی کہ اس مسئلے میں حدیث والی وحی خفی کی عبارت کے مقابلے میں وحی جلی کی عبارت بھی تقابل کے طور پر عرض کروں گا۔ سو یہ بات ہے جنگ بدر کے موقعہ کی جب مخالفوں سے لڑنے کیلئے ہدف پر بحث ہوئی تو رسول اللہ کے لشکریوں میں سے بعض نے کہا کہ ہم جو تھوڑے ہیں تو دشمنوں پر ان کے غیر مسلح قافلے پر چوری چھپے چھاپہ مار طریقہ سے ان پر اندھیرے میں شبخون ماریں اور بعضوں نے کہا کہ نہیں جنگ آمنے سامنے کریں اس گروہ کے ساتھ جو باقاعدہ لڑنے آیا ہے تو قرآن نے اس گروہ کی رائے کی حمایت کی جو کھل کر جنگ کرنا چاہتے تھے اور فرمایا کہ کھل کر اس لئے لڑو کہ **لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ "عَلِيْمٌ"** (8.42) یعنی اللہ نے فریقین کی تجویزوں کے دلائل سن لئے ہیں اب ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ چونکہ یہ اصولوں اور نظریوں کی جنگ ہے یہ لڑائی ٹرائیبل شاہی کے غلام ساز سرداروں سے ہے، ایسے گروہ کی جنگ ہے جو دنیا سے غلامی کی لعنت کو ختم کر کے انسانوں کو بادشاہوں اور سرداروں کے پنجوں سے چھڑانے کیلئے برسر بام آیا ہے۔ سو یہ لڑائی چھاپہ مار طریقہ پر نہیں ہوگی۔ اس لڑائی میں ثابت کرنا ہے

کہ کس کا نظریہ اور منشور سچا ہے۔ اب اس جنگ سے یہ ثابت کرنا ہے کہا کہ **لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ** یعنی جو نظریہ اور منشور اور اس کے علمبردار اگر فنا اور ہلاک ہوتے ہیں تو وہ بھی کھلے بندوں سامنے آ کر اپنے دلائل اور نظریہ حیات کیلئے لڑیں اور وہ اس جنگ سے ثابت کریں کہ ہم اصولوں کیلئے مر کھپ جانا بھی پسند کریں گے اور زندہ رہیں گے بھی تو اصولوں کیلئے اور اپنے منشور کیلئے تا کہ دنیا پر جنگ کا یہ فلسفہ بھی ثابت ہو جائے کہ ان لڑائیوں سے ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ بینہ کیلئے لڑ رہے ہیں، ہم اپنی منشور کی کتاب قرآن کی سمجھائی ہوئی غلام سازی پر بندش والی آئیڈیالوجی کیلئے لڑ رہے ہیں۔

جناب قارئین اس آیت سے متعلق اس مختصر نوٹ کے بعد آیت کی عربی زبان کی کمپوزیشن کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانی ہے اور کمپوزیشن کے ساتھ فلسفہ حیات پر جو آیت سے روشنی پڑتی ہے کہ جینے مرنے کا تعلق دلائل سے، شواہد سے، نظریوں سے، فلسفوں سے ہونا چاہیے، موت و حیات، حق اور ناحق، ظاہری اسباب کی قلت اور کثرت سے متعلق نہ ہونی چاہیے۔ ان کیلئے بینہ اور دلائل بھی اہمیت رکھتے ہیں تو بینہ دلائل کیلئے جانی اور مالی قربانی بھی دینی ہوگی۔ اب آیت کے اندر جو فرمان ہے کہ **لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ** اس عبارت کے اشارۃ النص سے ثابت ہوتا ہے بلکہ دلالۃ النص سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عزل کرنے اور نہ کرنے کا بچے کے پیدا ہونے اور نہ ہونے سے بڑا تعلق ہے بلکہ بچے کا پیدا ہونا ہی موقوف ہی ہے عزل کے عوض انزال کرنے پر۔ یہ جو فارسی وحی خفی میں کہا گیا ہے کہ جس نسمہ کو آنا ہے وہ آ کر رہے گا تو اس آنے والے کیلئے عزل نہ کرنا لازمی ہے۔ جب ہی تو **وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ** درست ہو سکے گا۔ بچے کی پیدائش اور حیات پذیر ہونے کیلئے جو بینہ ہے وہ ہے باپ کا بیج اس کی ماں کی رحم میں آئے۔

کتاب حجیت حدیث پر تبصرہ
قرآن کے ناموں کی چوری

میں نے ایک دوست سے جو قرآن حکیم کی تعلیم و تعلم کا باقاعدہ چلتا پھرتا مدرسہ ہیں اور وہ ہر وقت اپنے ہینڈ بیگ میں قرآن حکیم رکھتے ہیں جب بھی کوئی ملاقاتی اسے ملنے گیا تو پہلے اس صاحب موصوف کا درس قرآن، بعد میں آنے والے کے مسئلے مسائل۔ میں نے اسے ملاقات میں بتایا کہ کسی صاحب نے مجھے مسعود احمد صاحب بی ایس سی کی کتاب تفہیم اسلام دی ہے جو غلام جیلانی برق صاحب کی کتاب ''دو اسلام'' پر انہوں نے لکھی ہے اور کتاب دینے والے نے مجھے کہا کہ مسعود صاحب کی اس کتاب کی وجہ سے برق صاحب نے اپنے خیالات سے رجوع کیا ہے اور اس کے علم حدیث سے متعلق سارے خدشے دور ہو گئے ہیں۔ اس لئے یہ کتاب آپ کو بھی دے رہے ہیں۔ تا کہ آپ بھی سدھر جائیں۔ سو برق صاحب کی کتاب ''دو اسلام'' کے مندرجات سے تو مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے البتہ میں نے تفہیم اسلام کتاب میں مسعود احمد صاحب کے دس عدد دلائل حجیت حدیث پر اس کتاب میں لکھے ہوئے پڑھے ہیں۔ میں کم سے کم ان کے رد میں کچھ لکھ رہا ہوں۔ تو اس دوست نے اپنی میز کے دراز سے مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی کی کتاب انگریزی سے اردو میں ترجمہ شدہ بنام حجیت حدیث نکال کر میرے حوالے کی اور کہا کہ جب اسی موضوع پر مسعود احمد کے دلائل کے جواب میں کچھ لکھ رہے ہو تو یہ کتاب بھی اسی موضوع پر ہے اس کا بھی لگے ہاتھوں جواب آنا چاہیے۔ میرے لئے کوئی کتاب لکھ دینا ایسا بڑا مسئلہ نہیں ہوتا لیکن اس کا منصۂ شہود پر لانا ایک بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ کتاب تو میں نے اس دوست سے لے لی اور وعدہ بھی کیا کہ اس پر بھی کچھ لکھوں گا۔ سو ایفاء عہد کے طور پر اس کتاب پر مختصر تجزیاتی تبصرہ حاضر ہے لیکن اس سے پہلے کتاب کی طبع دوم پر مصنف کے پیش لفظ سے معلوم ہوا کہ 1989ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام حجیت حدیث کے موضوع پر شکاگو (امریکہ) میں ایک محفل مذاکرہ ترتیب دی گئی جس میں احقر کو بھی حجیت حدیث کے موضوع پر خطاب کی دعوت دی گئی۔ میں

نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے انگریزی میں ایک مقالہ اتھارٹی آف سنت کے نام سے لکھا اور اسی مقالہ کو ادارۃ القرآن نے شائع کیا یہ اس کا ترجمہ ہے۔

جناب قارئین اس مقالہ میں آپ پڑھ کر دیکھیں جیسے کہ مسعود احمد صاحب مصنف تفہیم اسلام کی طرح جسٹس صاحب نے بھی قرآن سے مسائل حیات کیلئے رہنمائی کو باقاعدہ پس پشت ڈالا ہوا ہے اور قرآن حکیم سے اپنے مقالہ کی کتاب میں جتنا بھی استدلال فرمایا ہے اس سے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن اب ریٹائر ہو چکا ہے۔ اب حجت کیلئے صرف غیر متلو حدیثوں سے کام چلاؤ۔ سو میرا یہ مضمون اسی پر تبصرہ کیلئے ہے ہی لیکن دو چار لفظ عالمی تحفظ ختم نبوت والوں کے امریکہ میں اس موضوع پر کنونشن منعقد کرنے پر لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

جناب قارئین مجلس تحفظ ختم نبوت اندرون پاکستان میں ہو یا عالمی لیول کی ہو، اس کا اپنا موضوع تو ختم نبوت کے نظریہ کو ثابت کرنا ہے جبکہ شروع دور اسلام میں ختم نبوت کی مخالف اور دشمن تحریک چلی تھی وہ اسی علم حدیث نبوی کے نام سے تو چلی تھی اور اسی دشمن ختم نبوت تحریک کے بانی فارس کی شکست خوردہ یزدجرد کی اساورہ شاہی کے پروردہ امامت کے نام سے اہل فارس کے دانشوروں کی کھیپ تھی۔ ختم نبوت نظریہ کا اصل محافظ اور نظریاتی پیکیج تو قرآن حکیم ہے، وحی متلو ہے۔ اہل فارس کے اماموں کا ایجاد کردہ علم حدیث غیر متلو یہ تو شرک بالقرآن ہے، یہ تو انکار ختم نبوت کا دوسرا نام ہے، اس علم حدیث کے نام سے تو وصی، امام الزمان، محدث کے ناموں سے رسول اللہ سلام علیہ کی وفات کے بعد سے لے کر آج تک کسی کے ہاں امام غائب کا کسی کے ہاں شاہ ولی اللہ اور اس قبیل کے دوسرے صوفیاء کا اللہ سے الہام اور کشف سے ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم قائم ہے جو کہ ختم نبوت کے منافی ہوا۔ یہ عالمی تحفظ مجلس ختم نبوت کے نام سے ختم نبوت کے دشمن علم حدیث کو امت مسلمہ کے چندوں سے خیراتوں سے یا جنگل کی حویلی والے ڈیپارٹمنٹ کے تعاون سے دنیا بھر میں حجیت حدیث کے موضوع پر سیمینار کروا کر اپنے ہی ہاتھوں سے ختم نبوت کے قلعہ کو مسمار کر رہے ہیں۔ کیا بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں میں نیک صالح خوابوں کو نبوت کا چھیالیسواں اور

پینتالیسواں دروازہ قرار نہیں دیا؟ یعنی قلعہ ختم نبوت کے پینتالیس یا چھیالیس دروازوں میں سے ایک دروازہ تو انہوں نے بھی کھول رکھا ہے۔حوالہ کیلئے دیکھیں بخاری میں **باب الرویا الصالحه جزء من سته واربعین جزءمن النبوة** یہ باب ہے بخاری کی کتاب الرویاء میں۔تو اس طرف بھی دیکھا جائے کہ امریکہ میں ختم نبوت نامی تنظیم کیا کررہی ہے۔

جناب قارئین مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب کا پہلا باب سنۃ اسلامی قانون کا سرچشمہ کے نام سے لکھا ہے۔یہ باب تیس صفحوں پر مشتمل ہے۔اس میں سنۃ کی تعریف علوم حدیث کے ماہرین کے حوالہ سے لکھی ہے کہ رسالتمآب ﷺ کا کوئی قول فعل یا تقریر سنت کہلاتی ہے۔

جناب قارئین پہلے آتے ہیں اس بات پر کہ فاضل مصنف نے لکھا ہے سنہ کی تعریف علوم حدیث کے ماہرین کے حوالہ سے۔یہاں یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ اصل میں علم حدیث یہ قرآن کا نام ہے اللہ نے قرآن کا نام احسن الحدیث رکھا ہے اس لئے اہل فارس والوں کے قرآن دشمن روایاتی علوم کو علوم حدیث کا نام دینا یہ شرک بالقرآن ہے یہ قرآن کے نام کی چوری ہے۔اس لئے اگر ان کے اس علم کو علم حدیث کہنا ہی ہے تو انہیں اہل فارس کا بنایا ہوا علم حدیث کہا جائے یا یزدجری امامی تحریک کا بنایا ہوا علم حدیث کہا جائے تا کہ **اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا** (39.23) کی روشنی میں قرآن کے نام کے ساتھ شرک نہ ہوسکے۔

جناب مقالہ نگار تقی عثمانی صاحب نے اپنے پہلے باب کا جو نام رکھا ہے کہ سنت اسلامی قانون کا سرچشمہ، پھر یہ سوال اٹھتا ہے کہ سنت کوئی ایسی اصطلاح نہیں ہے جس کا پتہ ہم جناب جسٹس عثمانی صاحب سے ہی معلوم کریں۔ویسے سنت کے معنی مسلک اور طریق بھی آئے ہیں لیکن قرآن میں کل سولہ بار لفظ سنت کا استعمال ہوا ہے ان میں سے دس بار سنت کی نسبۃ اللہ نے اپنی طرف کی ہے اور چھ بار **سُنَّةَ الۡاَوَّلِيۡنَ** اور **سُنَّةَ مَنۡ قَبۡلَكُمۡ** کے حوالوں سے یہ لفظ استعمال ہوا ہے اور ان اولین اور ماضی والوں کی سنت کیلئے بھی اللہ کا فرمان

ہے کہ **سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِىۡ قَدۡ خَلَتۡ فِىۡ عِبَادِهٖ‌ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الۡكٰفِرُوۡنَ** (40.85) مطلب کہ اگلے انبیاء کی سنت بھی اللہ کی سنت تھی۔تو یہاں کتاب حجیت حدیث میں فاضل مصنف عثمانی صاحب کا یہ لکھنا کہ رسول اللہ کی سنت کو قرآن حکیم کے بعد اسلامی قانون کا دوسرا اہم ترین ماخذ تسلیم کیا گیا ہے۔سنت کا یہ مقام صدیوں سے مسلم اور غیر متنازعہ رہا ہے۔عثمانی صاحب کی یہ عبارت اوپر قرآن کے حوالوں سے سولہ بار استعمال کردہ سنت کی اصطلاح یا لفظ کے قرآنی مفہوم کے خلاف ہے کیونکہ عثمانی صاحب نے اپنی اس تشریح میں قرآن اور سنت رسول کو ایک دوسرے سے جدا کردیا ہے، یہ دوئی ہے، یہ شرک ہے، یہ اللہ اور رسول کے نظریاتی پیکجز میں تفریق ہے، یہ توحید کا انکار ہے۔ختم نبوت کی فکری رہنما کتاب قرآن ہے، یہ اہل فارس کا روایاتی علم جو رسول اللہ کے بعد اختراع کیا گیا اس سے یہ علم گھڑنے والی امامی کیمپ نے ختم نبوت کی ہدایت کہ آئندہ غلام سازی پر بندش لاگو کی جاتی ہے اس انقلابی اعلان کو حدیث ساز اماموں نے جھوٹی حدیثوں سے توڑا ہے۔قرآن کے انقلابی اعلان کہ **لَا يَحِلُّ لَكُمۡ اَنۡ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرۡهًا** عورتوں پر تمہارا جبری مالک بننا بند کیا جاتا ہے۔تو یزدجری حدیث ساز اماموں نے رسول اللہ کی طرف جھوٹی نسبت سے حدیثیں مشہور کی کہ **لانکاح الابولی** یعنی عورت اپنی مالک اور وارث نہیں ہے اس کا ولی اسے جس طرح چاہے کسی کے منڈھے چڑھا سکتا ہے۔قرآن نے آکر اعلان فرمایا کہ **وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ** یعنی ویلیو سونے چاندی سکے کی نہیں ہے، ویلیو محنت کی ہے۔تو حدیثوں کے یزدجری تھنک ٹینک نے آکر بیع المضاربہ کے جواز سے سکے کی ویلیو کو تسلیم کرلیا ہے۔جناب قارئین قرآن نے آکر اعلان کیا کہ **اَنَّ الۡاَرۡضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوۡنَ** زمین کے وارث وہ ہوں گے جو زمین کو اپنی محنت سے سنواریں گے تو اس جاگیرداریت کے توڑنے والے انقلابی اعلان کو منسوخ اور متروک بنانے کیلئے نام نہاد وحی غیر متلو اور وحی خفی نے آکر جاگیریں عطا کرنے کی حدیثیں بنائیں اور اس طرح کی کئی ساری مثالیں اور بھی ہیں جو ان مافیائی امام جو شمال مشرق فارس سے اسلامی

مملکت کی حدود میں اسلامی روپ میں ایکسپورٹ کیئے گئے تھے۔

جناب فاضل مقالہ نگار تقی عثمانی صاحب نے اپنی تصنیف کے شروع میں سنت کی تشریح کے بعد رقم فرمایا ہے کہ جب کوئی پیغمبر اللہ کی جانب سے لوگوں کی طرف بھیجا جاتا ہے تو اس کی حیثیت کیا ہوتی ہے؟ کیا اس کا مقام ومرتبہ ایک پیامبر یا ڈاکیئے کی طرح ہوتا ہے جو خط پہنچا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے اور خط کے مندرجات وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ انبیاء کرام فقط اسی کام پر مامور نہیں ہوتے کہ وہ اللہ تعالی کا پیغام پہنچادیں اور بس بلکہ ان کے ذمہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ کتاب اللہ کی تشریح وتفسیر کریں۔ اس کے عملی اطلاق کے طریقے بتائیں اور ایک ایسی عملی مثال قائم کریں جو کتاب اللہ کی ہدایت پر پوری اُترتی ہو۔ ان کا فریضہ منصبی اللہ کی کتاب کے صرف الفاظ پڑھ دینے پر مکمل نہیں ہو جاتا بلکہ یہ بھی ان کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اس کی تعلیم بھی دیں اور اس تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے لوگوں کی تربیت بھی کریں۔ (یہاں مصنف صاحب کی عبارت ختم کرتے ہیں) آگے جسٹس صاحب نے اپنے اس دعوی کی تصدیق میں تائید میں سورۃ آلعمران کی آیت لائی ہے کہ **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ** (3.164)

جناب قارئین فاضل مصنف نے مہربانی کر کے اس آیت کا ترجمہ بھی کیا ہے جو ملاحظہ فرمائیں۔ حقیقت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں پر احسان کیا جب ان میں انہی کی جنس سے ایک پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین لوگ قبل سے صریح غلطی پر تھے۔ (ترجمہ ختم)

جناب قارئین فاضل مقالہ نگار جناب عثمانی صاحب نے اوپر سوال کیا ہے کہ اللہ

جسے اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجتا ہے کیا اس کا مقام ومرتبہ ایک پیامبر ڈاکیے کی طرح ہوتا ہے؟ یہ سوال جناب عثمانی صاحب اکیلے کا نہیں ہے، یہ سوال ہر مخالف قرآن کا ہے جو قرآن کے حکم **فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ** کا مخالف ہے، یہ سوال ہر اس علوم روایات کے پرستار کا ہے جو قرآن کو مبہم قرار دے کر، اجمالی قرار دے کر پھر اہل فارس کے حدیث ساز اماموں کی روایات سے قرآن میں معنوی تحریف کرتے ہیں ورنہ کسی بھی شخص نے رسول اللہ کو ڈاکیے سے تمثیل نہیں دی۔ یہ سوال ہر اس دانشور کا ہے جو قرآن کے اس حکم کے منکر ہیں کہ **فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ** (50.45) یعنی لوگوں سے ذکر اور افہام وتفہیم قرآن کے حوالے سے کریں، اگر ان میں کوئی خوف خدا ہو۔ یہ سوال [illegible] کرتے ہیں جو قرآن کی اس وضاحت کے باوجود کہ قرآن کا ایک نام ذکر بھی ہے۔ **ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ** (38.8) اور **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ** (15.9) یعنی یہ دانشور لفظ ذکر کو قرآنی مضامین کا ایک نصیحت والا مضمون اور سبجیکٹ قرار دیتے ہیں پورے قرآن کا نام ذکر تسلیم نہیں کرتے، اور ہم لوگ جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ جو بھی قرآن سے تفصیل اور تفسیر سمجھاتے ہیں وہ سارے کا سارا تفسیر اور تفصیل **الٓرٰ كِتٰبٌ "اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ، ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ** (11.1) یعنی وہ اللہ ہی کا تفسیر کردہ سناتے ہیں۔ تو یہ دانشور ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کو قرآن حکیم پہنچانے والے ڈاکیے کی طرح قرار دیتے ہیں۔ تو جناب عالی یہ بات ہرگز نہیں ہے، ہم رسول اللہ کو **هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ، بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ، عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ** (9.33) یعنی رسول اللہ کو دین ہدایت اور دین حق لانے والا اس مقام اور مرتبہ پر فائز تصور کرتے ہیں جو **لِيُظْهِرَهٗ، عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ** یعنی وحی متلو کے جن جن دشمنوں نے اس میں وحی غیر متلو کے نام سے اسے مٹانا چاہا، اس میں ترمیم، تبدیلی وتنسیخ کرنی چاہی، ہمارے رسول ان کی طرح کے جملہ مذاہب باطلہ کو منہدم کر کے قرآن کی وحی متلو کو غالب بنانے کیلئے بھیجے ہوئے

تصور کرتے ہیں اور جو یہود و نصاریٰ نے توریت اور انجیل میں تحریفیں کی تھیں ہمارے رسول خاتم الانبیاء اس مشن پر بھیجے گئے تھے جیسے کہ قرآن نے فرمایا ہے کہ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِىۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ فَيَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ "حَكِيۡمٌ" (22.52) یعنی ہمارے انبیاء اور رسل کی تحریکیں علم میں، رسالت کی مشنری کے علم وحی میں، شیطان لوگ اگر ان میں ملاوٹیں اور تحریفات کرتے تھے تو پھر بعد میں ہم اپنے رسول کے ذریعے ان تحریفات اور ملاوٹوں کو ملیا میٹ کراتے ہیں۔ تو جناب عالی ہم تو رسول اللہ کو عالمی جاگیرداروں اور سرمایہ داروں یعنی فرعون اور قارون کے باقیات وَجَعَلۡنٰهُمۡ اَئِمَّةً يَّدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ (28.31) یعنی دوزخ کی آگ کی طرف بلانے والے اماموں کے خلاف، رسالت کے مشن وحی متلو قرآن کی حاکمیت کی بات کرتے ہیں۔ ڈاکیے کی بات تو کسی نے نہیں کی۔ رسول اللہ تو ہماری نظر میں وہ حکمران ہیں جو لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ کے مقام پر فائز ہیں، سو یہ کام ڈاکیے کا نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی کے پاس کسی بھی اس ایسے شخص کا حوالہ مل بھی جائے کہ فلاں شخص نے کہا ہے یا لکھا ہے کہ رسول اللہ کی حیثیت ڈاکیے کی سی تھی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا شخص بھی جنگل کی حویلی والے ڈیپارٹمنٹ نے اس کی اس طرح کی ڈیوٹی لگائی ہوگی تاکہ خود پیدا کردہ تضادات سے یہ اسلام دشمن ادارے اپنے لیے مثبت نتائج لے سکیں۔

فاضل مصنف کا لفظ ذکر کے قرآنی مفہوم سے انکار

کتاب حجیت حدیث کے صفحہ 71 پر مصنف صاحب نے ایک مضمون "پیغمبر کے اختیارات بحیثیت مفسر قرآن" کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس مضمون کے اخیر میں لکھتے ہیں کہ اس بحث کے اختتام سے قبل مناسب ہوگا کہ یہاں ایک سوال کا جواب دے دیا جائے جو قرآن کریم کی تشریح کے حوالے سے اکثر اٹھایا جاتا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ کیا قرآن مجید کو واقعی کسی تشریح کی ضرورت ہے؟" کئی مقامات پر قرآن مجید میں بظاہر یہ دعویٰ نظر آتا ہے کہ اس

کی آیات کریمہ جو کہ سمجھنے کیلئے آسان اور معانی کے اعتبار سے واضح ہیں، خود اپنی ہی تشریح ہیں۔ لہٰذا اس کیلئے کسی بیرونی تفسیر کی حاجت نہیں ہے لہٰذا پیغمبری تشریحات کو اتنی اہمیت کیوں دی جائے؟ (فی الحال مصنف کی عبارت ختم کر کے اس پر تبصرہ کے بعد آگے چلتے ہیں)

جناب قارئین آپ نے غور فرمایا کہ مصنف صاحب نے لکھا کہ کئی مقامات پر قرآن مجید میں بظاہر یہ دعویٰ نظر آتا ہے۔ یہاں لفظ "بظاہر" سے کیا سمجھا جائے؟ کیا اس عبارت میں، اس جملے میں قرآن پر مصنف تقی عثمانی صاحب الزام تراشی نہیں کر رہا ہے کہ قرآن ظاہر میں کچھ ہے تو باطن میں کچھ؟ اور کیا مصنف کی اس عبارت سے یہ ثابت نہیں ہو رہا ہے کہ جس جس مقام پر قرآن کی آیات سمجھنے کیلئے آسان اور معنی کے اعتبار سے واضح ہیں خود اپنی ہی تشریح نہیں ہیں۔ تو کیا جناب عثمانی صاحب آپ کی نظر میں وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ (16.89) یعنی اے رسول! ہم نے آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والی ہے۔ کیا یہ ایسے ہی ظاہری طور پر اللہ نے کہا ہے؟ اور نہ اللہ کے اندر میں کچھ اور ہی ہے۔ مصنف صاحب نے بقول ان کے کہ قرآن مجید میں بظاہر یہ دعویٰ نظر آتا ہے، اس جملے سے اس کے دو عدد نتیجے نکلتے ہیں، ایک یہ کہ قرآن کیلئے کسی بیرونی تفسیر کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے مصنف صاحب عندیہ دے رہے ہیں کہ قرآن بیرونی سہاروں کا محتاج ہے اور دوسرا نتیجہ جو پہلے نتیجہ پر ہی ظاہر فرمایا ہے کہ لہٰذا پیغمبری تشریحات کو اتنی اہمیت کیوں دی جائے؟ مصنف کی اپنی ہی عبارت میں یہ قبول داری کر دی ہے کہ پیغمبری تشریحات قرآن کی تعریف آیات والی تشریحات کے برعکس ہیں جو کہ بیرونی اور خارجی ہیں اور غیر خداوندی ہیں۔ تو اللہ عزوجل نے خاص طور پر اس قبیلہ کے قرآن مخالفوں اور رسول اللہ پر اس طرح کے الزامات لگانے والے علاموں کے رد کیلئے اپنے رسول سے اعلان کروایا کہ اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡتَغِىۡ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكُمُ الۡكِتٰبَ مُفَصَّلًا (6.114) یعنی اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ کیا میں کسی بیرونی اور غیر خداوندی سورس کو اپنا حکم اور ثالث تلاش کروں گا۔ (یہ ممکن ہی نہیں یہ ہرگز نہیں ہوگا) وہ بھی ایسے حال

میں کہ میرے حکم اور ثالث اللہ نے تمہاری طرف نہایت تفصیل شدہ کتاب (کی صورت میں
اپنا منشور) نازل کیا ہوا ہے۔

جناب قارئین مصنف صاحب جن حدیثوں کو پیغمبری تشریحات قرار دے رہا ہے
انہیں خود مصنف صاحب کے چیلنجوں کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں کہ کیا پیغمبر کی تشریحات
ایسی ہو سکتی ہیں؟ آگے پھر مصنف صاحب اس سوال کہ کیا قرآن اپنی تفصیل آپ ہے؟ کے
ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس سوال کا جواب خود قرآن کریم میں ملتا ہے۔ موضوع کے اعتبار سے
مشترک بہت سی آیات کریمہ کے یکجا مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم بنیادی طور پر
دو قسم کے موضوعات سے تعرض کرتا ہے۔ ایک تو وہ جن کا تعلق سادہ حقائق اور ان کے عمومی
بیانات سے ہے اور جس میں سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی گم گشتہ امتوں کے واقعات
بنی نوع آدم پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر، زمین اور آسمانوں کی تخلیق، اللہ تعالیٰ کی حکمت
وقدرت کے کائناتی مظاہر، جنت کی نعمتوں، دوزخ کے عذاب اور دیگر ملتے جلتے مضامین
بیان کئے گئے ہیں۔ موضوعات کی ایک دوسری قسم میں شریعت کے قوانین اور علتیں اسلامی
قانون کے متفرق پہلو، نظریاتی معاملات کی تفاصیل، احکام کے مصالح اور حکمتیں اور اسی قسم
کے علمی موضوعات شامل ہیں۔ پہلی قسم کے موضوعات جن کیلئے قرآن کریم میں ذکر
(نصیحت، موعظت، درس) کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ یقیناً سمجھنے میں اس قدر آسان
اور عام فہم ہیں کہ کوئی ناخواندہ شخص بھی کسی دوسرے کی مدد کے بغیر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے
قرآن کریم اسی قسم کے موضوعات کے بارے میں کہتا ہے کہ **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ
لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ** (54.22) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے
آسان کر دیا ہے، سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ یہاں **للذکر** (نصیحت حاصل
کرنے کیلئے) کے الفاظ بڑھا کر قرآن کریم نے اس طرح اشارہ کر دیا ہے کہ قرآن حکیم کا
عام فہم ہونا پہلی قسم کے موضوعات سے تعلق رکھتا ہے۔ بنیادی طور پر آیات کریمہ کا زور قرآن
کریم سے سبق حاصل کرنے اور اسی مقصد کیلئے اس کے آسان اور عام فہم ہونے پر ہے۔ اس

سے مسئلہ قطعاً نہیں نکالا جا سکتا کہ قانونی نزاکتوں کے استنباط، اسلامی قوانین کی تشریحات
اور نظریاتی مباحث پر بھی اس کے آسان اور عام فہم ہونے کا اسی طرح اطلاق ہوتا ہے۔
(یہ بات فی الحال روک کر تبصرہ کرتے ہیں۔)

تبصرہ

فاضل مصنف عثمانی صاحب نے اوپر کی عبارت میں قرآن حکیم کو موضوعات کے
لحاظ سے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ یہ مصنف صاحب کی اپنی سوچ ہے اور اپنی اختراع ہے
بلکہ ہر قرآن مخالف کی سوچ بعینہٖ یہی ہے۔ جس طرح کہ شاہ ولی اللہ نے بھی اپنی سوچ کے
مطابق مضامین قرآن کو پانچ قسموں پر بیان کیا ہے۔ مصنف حجیت حدیث دو میں سے پہلی قسم
کیلئے لکھتے ہیں کہ ایک تو وہ جن کا تعلق سادہ حقائق اور ان کے عمومی بیانات سے ہے اور جس
میں سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی گم گشتہ امتوں کے واقعات، بنی نوع آدم پر اللہ تعالیٰ
کے احسانات کا ذکر، زمین و آسمانوں کی تخلیق، اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت کے کائناتی مظاہر،
جنتوں کی نعمتوں، دوزخ کے عذاب اور دیگر ملتے جلتے مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف
عثمانی صاحب اس پہلی قسم کیلئے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں ان مضامین کو ذکر کی اصطلاح سے
استعمال میں لایا گیا ہے۔ یہ اس لئے غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن حکیم کو مکمل اور کامل
قرآن مجید کو ذکر سے تعبیر فرمایا ہے۔ مصنف حجیت حدیث۔ نے جو موضوعات کی دوسری قسم
شریعت کے قوانین اور علتیں اسلامی قانون کے متفرق پہلو نظریاتی معاملات کی تفاصیل
احکام کے مصالح اور حکمتیں اور اسی قسم کے علمی موضوعات شامل ہیں، لکھا ہے۔ جبکہ اس قسم
مصنف صاحب نے نام نہیں دیا۔ جس طرح پہلی قسم کو ذکر کا نام دیا ہے۔ اصل بات اس تقسیم
کے پس منظر کی یہ ہے کہ اسلام کے شروع دور کے مخالف سامراج قیصر و کسریٰ کی باقیات نے
امامت کے نام سے جو قرآن کی بیخ کنی کرانی شروع کی تھی جس سے وہ متن اور الفاظ کو تو گم نہ
کرا سکے البتہ معنوی تحریفات کا کام انہوں نے بہت بڑے پیمانے پر کیا۔ جس میں وہ سیاسی
زور سے تو کامیاب ہو گئے ہیں علمی حقائق سے نہیں۔ ان کی ایسی امامی تحریک کی سیاسی طور پر

کامیابی کا یہ عالم ہے کہ آج سارے عالم اسلام کے اندر دین کے نام سے مدارس میں ان اماموں کی گھڑی ہوئی قرآن دشمن حدیثیں پڑھائی جاتی ہیں۔ ان حدیثوں کی روشنی میں اہل فارس کے کلچر والا تیار کردہ فقہ دینیات کے نام پر پڑھایا جاتا ہے جس کی ایک مثال چلتے چلاتے عرض کرتا چلوں کہ عورت کو، دلہن کو دولہے کی طرف سے جو مہر میں کچھ دیا جاتا ہے قرآن نے اس کا نام **نحلہ** رکھا ہے یعنی بغیر معاوضہ والا تحفہ۔ تو فقہ حنفی کی بڑی کتاب حدایہ والے نے مہر کی رقم کو **قیمة الفرج** سے تعبیر کیا ہے۔

جناب قارئین حدایہ کیلئے مشہور کیا ہوا ہے کہ جس طرح قرآن دیگر کتابوں کے مقابلہ میں فائق اور فائز ہے اس طرح حدایہ بھی فقہ کی کتابوں میں فائق اور فائز ہے۔ بہر حال ان فقہی اماموں نے نکاح میں آئی ہوئی بیوی کو دیئے جانے والے مہر کو اگر **قیمة الفرج** کا نام دیا ہے تو بازار حسن میں دیئے جانے والے معاوضہ اور نکاح میں دی جانے والی رقم کو ایک طرح کا بنانا یہ ان اماموں کا مسلم امت پر کون سا احسان ہے؟ میں نے عرض کیا کہ پورے کا پورا قرآن ذکر ہے اور لفظ ذکر کے معنی میں اتنی کشادگی ہے کہ اس میں دنیا جہان کے علوم کے جملہ مضامین آجاتے ہیں۔ لفظ ذکر کے معنی کو خانقاہی حلقوں کے وعظ و نصیحت میں محدود قرار دینا یہ جس طرح کہ پرانے سامراج اہل فارس کی سیاسی اور علمی سازش تھی، اسی طرح بعینہ آج کے جدید سامراج ڈبلیو ٹی او، ورلڈ بنک، آئی ایم ایف، جملہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کا بھی وہی کسروی نقطہ نظر ہے کہ قرآن والی مسلم امت کو،

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں انہیں ــــ پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں انہیں

آج کے عالمی سامراج کی بھی سرچ لائیٹیں امت مسلمہ کی درسگاہوں کو روزانہ الٹرا ساؤنڈ کر رہی ہیں، چیک کر رہی ہیں۔ اس لئے کہ علامہ عنایت اللہ مشرقی کے لیکچروں میں یہ بات آگئی تھی کہ

خاکساران جہاں را بحقارت منگر ــــ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوار باشد

اس لئے آج کے عالمی سامراج نے اپنے جنگل کی حویلیوں کے ڈیپارٹمنٹ کا نیٹ

ورک اتنا بڑھا دیا ہے کہ گویا کہ ہمارے مدارس دینی وہ خود اپنی نگرانی میں چلا رہے ہیں۔ پہلے تو مولوی لوگ کچھ غلہ کی خیرات اور دو چار روپیہ خیرات و زکوٰۃ کی بھیک مانگ کر مدرسے چلاتے تھے۔ میں نے خود اس دور میں تعلیم پڑھی کہ ہم اللہ کے نام کی روٹی در در پر جا کر خیرات میں لیتے تھے۔ کئی دفعہ گلیوں کے کتوں نے ہمیں کاٹا اور ناکافی روٹی پر کس طرح ہمارا گزارہ ہوتا تھا یہ بھی بڑی افسوس ناک تفصیل ہے۔ لیکن آج فائیو سٹار اسٹیٹس پر جو مدارس کے سرپرست فائز ہیں ان کا سارا پس منظر یہ ہے کہ **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ** (15.09) کے خداوندی چیلنج کو توڑنے کیلئے ملٹی نیشنل کمپنیوں نے ہم مولویوں کو ٹھیکے دیئے ہوئے ہیں کہ اس آیت میں جو پورے قرآن کو اللہ نے **ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ** قرار دیا ہوا ہے کسی بھی قیمت پر ذکر کے اس معنی اور مفہوم کو بگاڑو، محدود کرو، ڈی گریڈ کرو۔

اس طرح فاضل مصنف کتاب حجیت حدیث جناب تقی عثمانی صاحب نے قرآنی مضامین کو دو قسموں میں بانٹتے وقت لکھا ہے کہ ان دو میں سے ایک تو وہ جن کا تعلق سادہ حقائق اور ان کے عمومی بیانات سے ہے۔ اب کوئی بتائے کہ جناب تقی صاحب کے اس انداز پر کیا عرض کیا جائے کہ جس قسم اول کو وہ ذکر کا نام دے کر پھر اسے سادہ حقائق کے خانہ میں فٹ کر رہا ہے کیا یہ سادہ حقائق پر اگر تھوڑی سی روشنی ڈالتے تو کیا ہو جاتا؟ اگر اصل مقالہ جو امریکا میں جا کر پیش کرنے کیلئے لکھا گیا ہے طوالت کی وجہ سے اس میں نہ سہی یہاں جو اردو ترجمہ کرا کر ہم دیسی کالے کلر والوں کیلئے جو حجیت حدیث کے نام سے کتاب تیار کرائی ہے اس کے حاشیہ پر ہی سادہ حقائق کی تھوڑی سی تشریح فرماتے۔

جناب قارئین میں تو مصنف کی سوچ کا، علمیت کا اپنے اس تجزیہ میں حدود اربعہ پیش کر رہا ہوں۔ جاننا چاہئے کہ قرآن کی جس بھی چیز کو ہم سادہ قرار دیں وہ ہماری نظر کی کمی ہوگی ورنہ قرآن کے اندر صرف مچھر کے ذکر پر ہی اگر غور کریں تو آج کی اگریکلچر سائنس اور ہیلتھ سائنس والے مچھروں کے ڈنگ میں جو دوست و دشمن اجزاء ہیں ان کے ایکشن اور ری ایکشن پر اپنے تھیسز کمپلیٹ نہیں کر سکے۔ تو جناب عثمانی صاحب اگر وہ مچھروں سے

بھی سادہ حقائق واضح کر کے مثالوں کے ساتھ لکھتے تو اس پر بات کی جاسکتی تھی۔ آگے پھر سادہ حقائق والے قرآنی حصہ اور قسم کو مصنف صاحب نے ذکر کا نام دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر کی قرآنی اصطلاح کی دنیا والوں کے سامنے اہمیت گھٹا رہے ہیں۔ مقالہ نگار عثمانی صاحب نے جو لکھا ہے کہ موضوعات کی دوسری قسم میں شریعت کے قوانین اور علتیں، اسلامی قانون کے متفرق پہلو، نظریاتی معاملات کی تفاصیل، احکام کے مصالح اور حکمتیں اور اس قسم کے علمی موضوعات شامل ہیں۔ یہ دوسری قسم کا تعارف اور بیان جو مصنف صاحب نے لکھا ہے وہ سراسر غلط ہے۔ یہ تو قرآن کا ہی غلط تعارف کرا رہے ہیں۔ اب میں جملہ ان لوگوں کو دعوت دیتا ہوں جو قرآن کے دشمن ہیں، مخالف ہیں اور قرآن کو ان کا والا ذکر و فکر صبح گاہی بنا کر اسے خانقاہوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں اور قرآن کی قانونی موشگافیوں اور باریکیوں اور رموز کو سماجیات اور معاشرت کو ذکر سے تقی صاحب کی طرح الگ کر کے دوسری قسم میں لانا چاہتے ہیں۔ وہ **سورۃ الطلاق** کا مطالعہ کریں اور اس پر غور کریں کہ اس کی شروع سے نو عدد آیتیں میاں بیوی کے معاشرتی سماجی تناظر میں تعلقات کے قوانین اور علتوں اور ان کے حوالہ سے اسلامی قوانین کی ہدایات، احکام اور مصالح پر مبنی ہیں۔ پھر دسویں آیت میں قرآن خطاب فرماتا ہے کہ اے عقلمندو، اے وہ لوگو جنہوں نے رسول اللہ کے ہاتھ پر ایمان لایا ہے انقلاب رسالت کا ساتھ دینے کا عہد کیا ہے **قَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ ذِكْرًا** (65.10) یعنی یہ جو ابھی تم نے قوانین ازدواجیت پڑھے، اجتماعیت کے ابتدائی یونٹ گھریلو زندگی کے متعلق قوانین کے متفرق پہلو ملاحظہ فرمائے، انہی نظریاتی تفاصیل اور احکام کے مصالح پر حکمتوں پر مبنی کتاب جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے یہ پوری کی پوری کتاب ذکر ہے، قانون ہے۔ اجتماعیت کی ہدایات کے مجموعہ قوانین کو جو ذکر کے نام سے نازل کیا گیا ہے اس لئے اے مخاطب قرآن اس نازل شدہ کتاب کی وحی متلو کو دنیا کے سامنے لاؤ اور اس کتاب کے لائے ہوئے نظام کو (**وَأَقِمِ الصَّلَاةَ**) قائم کرو **وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ** (29.45) اس قرآنی نظام کو قائم کرنا،

اس کے پیچھے چلنا، اس کی تابعداری کرنا ہی تمہاری معاشرتی سماجی منکرات اور بیہودگیوں کو کنٹرول کرے گا۔ اس لئے کہ **وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ** اللہ کا قانون ہی سب سے بڑا مؤثر ہے **وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ** (29.45) اللہ خوب جانتا ہے کہ تم لوگ وحی متلو کے مجموعہ قوانین ذکر اکبر کو جو قرآن ہے اور اس کی اتباع کیلئے جو تمہیں **أَقِمِ الصَّلَاةَ** کے کوڈ ورڈ سے حکم دیا گیا ہے تم نے اس کی کس طرح تو معنوی تحریفات کی ہیں **وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ** تمہاری کارگیریاں سب اللہ کو معلوم ہیں۔

جناب قارئین فاضل مقالہ نگار نے اپنی کتاب حجیت حدیث میں صفحہ نمبر 8 پر قرآن حکیم کو جن دو قسموں میں تقسیم کیا ہے ان میں سے پہلی قسم کے موضوعات کیلئے لکھتا ہے کہ جن کیلئے قرآن میں ذکر کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے اور اس پہلی قسم کیلئے جو کہ بہت آسان بھی ہے اتنی کہ ناخواندہ شخص بھی کسی دوسرے کی مدد کے بغیر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور قرآن بھی اس قسم کے موضوعات کیلئے کہتا ہے **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ** (54.22)

جناب قارئین اس آیت کا ترجمہ جو مقالہ نگار صاحب نے لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ "اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔" اس ترجمہ میں بڑی خیانت کی گئی ہے۔ اس ترجمہ میں مترجم اور اس کے مسعود احمد بی ایس سی جیسے ہمنواؤں کی جو ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے کہ قرآن کے انقلابی اور اصلاحی احکامات کو خانقاہی ذکر و اذکار کے خانہ میں ڈال کر ان سے ہماری جان چھڑاؤ۔ تو اس آیت کے جو صحیح معنی ہیں کہ "اور ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے سمجھنے کیلئے، سو کیا کوئی سمجھ اور فہم حاصل کرنے والا ہے۔" جناب قارئین! قرآن حکیم جو جملہ اور سارا ذکر ہے، اس سارے قرآن کو اللہ نے آسان بنایا ہوا ہے۔ اوپر کے آیت جملہ قرآن کیلئے ہے کہ اسے اللہ نے سمجھنے والوں کیلئے آسان بنایا ہے۔ مصنف صاحب نے ترجمہ کرنے میں خیانت کی ہے، غلط بیانی کی ہے۔ میرے اس الزام کے دلائل حاضر خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک تو یہ کہ لفظ ذکر کے بنیادی معنی یاد کرنے اور محفوظ کرنے کے ہیں یہ لفظ نسیان یعنی بھول جانے کے مقابلے میں آتا ہے۔اس کے بعد تذکار، مذاکرہ بھی اسی مناسبت سے یاد دلانا، بحث مباحثہ وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور نصیحت والے معنی کیلئے قرآن میں وعظ کا لفظ آیا ہے۔اسی نصیحت والے معنی سے بھی پورے قرآن حکیم کو جملہ اور سارے قرآن حکیم کو بھی **مَوْعِظَةٌ**" کہا گیا ہے جیسا کہ **يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ" مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ" لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ" لِّلْمُؤْمِنِيْنَ** (10.57) یعنی اے انسانو! بیشک آئی ہے تمہاری طرف نصیحت تمہارے پالنے والے کی طرف سے جو کہ شفاء ہے سینوں کی کدورتوں سے، اور ہدایت اور رحمت ہے ایمان لانے والوں کیلئے۔

جناب قارئین اب ذرا توجہ فرمائیں کہ جناب عثمانی صاحب نے قرآن کی جو دو قسم پر موضوعات کی تقسیم فرمائی ہے ایک سادہ حقائق، انبیاء اور ان کی گم گشتہ امتوں کی تاریخ سے متعلق ذکر کے نام سے، دوسری قسم قوانین شریعت اور اس کی علتیں، نظریاتی معاملات کی تفاصیل وغیرہ تو اس کے برعکس اللہ عزوجل نے جناب تقی عثمانی صاحب کی تقسیم کو توڑتے ہوئے اس کا رد فرمایا کہ جہاں تک کہ قرآن کے کتاب نصیحت ہونے کا تعلق ہے تو وہ لازماً اور یقیناً نصیحت کی کتاب ہے لیکن تقی صاحب والی دو قسموں میں سے ایک قسم والی نصیحت نہیں بلکہ جمیع، سالم اور مکمل قرآن نصیحت ہے، سارے کا سارا قرآن **مَوْعِظَةٌ" مِّنْ رَّبِّكُمْ** ہے۔اب اس قرآنی انکشاف سے یہ حقیقت اور یہ راز کھل گیا کہ اللہ کی طرف سے سالم اور مکمل قرآن کو **مَوْعِظَةٌ** "اور نصیحت قرار دینے کے بعد جو لوگ قرآن کو بجائے **مَوْعِظَةٌ**" والی قرآنی حقیقی اور لغوی لفظ کے ذریعے نصیحت کہنے کے لفظ ذکر کے حوالہ سے قرآن کو تاریخی نصیحتوں اور قوانین کے موضوعات میں بانٹ رہے ہیں۔اس سے ان کا اندر کا چور ظاہر ہو رہا ہے، ثابت ہو رہا ہے۔وہ چور یہ ہے کہ یہ لوگ جو زور لگا کر اصرار کر رہے ہیں کہ لفظ ذکر کا معنی نصیحت ہے۔یہ اس لئے کر رہے ہیں کہ آپ نے ابھی پڑھا کہ تقی عثمانی

صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 80 پر لکھا کہ یہ جو قرآن نے فرمایا ہے کہ **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ** تو اس کی معنی یہ ہیں کہ قرآن کا ذکر اور نصیحت والا حصہ آسان ہے جو بغیر دوسرے کی مدد کے اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔اب اس مفروضے سے یہ لوگ ان کے بنائے ہوئے قرآن کے دوسرے حصے کو یزدجری گروہ کے اماموں کی بنائی ہوئی سرمایہ داریت اور جاگیرداریت کو تحفظ دینے والی احادیث کا محتاج بنانا چاہتے ہیں۔جن روایاتی ہتھکنڈوں سے قرآنی انقلاب کو آگے بڑھنے سے انہوں نے آج تک روکا ہوا ہے۔جناب قارئین قرآن حکیم میں اللہ نے ان کی اس معنوی تحریف کی سازش کو مکمل طور پر واویلا بند کرنے کیلئے فرمایا کہ **يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ** (16.90) جناب قارئین اس آیت میں اللہ نے کھول کر سمجھایا کہ نصیحت کیلئے لفظ وعظ ہے اور نصیحت پر کاربند ہو کر قوانین کو ذہن نشین کرتے ہوئے مستعدی سے اس پر چلتے وقت انہیں ذہنوں میں رکھتے ہوئے انقلابی سفر کو رواں دواں رکھیں اس کیلئے اصطلاح **تَذَكَّرُوْنَ** اور ذکر کے معنی سمجھائی گئی ہے، دی گئی ہے اور اس سے لفظ وعظ اور ذکر کو جدا جدا معنوں میں سمجھا جائے۔میرا خیال ہے کہ پرانے عالمی سامراج شاہ کسریٰ کی طرف سے قرآن کے انقلابی افکار کا راستہ روکنے کیلئے روایت ساز اماموں کے ناموں سے جو شروع دور اسلام میں یلغار ہوئی تھی جس نے آج تک قرآن کی پرواز اور امت مسلمہ کی کمر توڑ رکھی ہے، اس کے ساتھ ساتھ نیا عالمی سامراج بھی قرآن حکیم کو ایسا شیر تصور کر رہا ہے کہ وہ باقاعدہ تسلیم کئے ہوئے ہیں کہ اگر قرآن کو امامی روایاتی علوم کے پنجروں سے تھوڑا سا بھی کھول کر لوگوں کو دیکھنے پڑھنے اور سمجھنے کا موقعہ دیا گیا تو پھر ان کے سارے فضائل، قرآن کے نام کی آڑ میں قرآن دشمن حیلے طشت از بام ہو جائیں گے۔

آگے جناب مصنف کتاب تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے یہ مسئلہ قطعاً نہیں نکالا جا سکتا کہ قانونی نزاکتوں کے استنباط، اسلامی قوانین کی تشریحات اور نظریاتی مباحث پر بھی اس کے آسان اور عام فہم ہونے کا اسی طرح اطلاق ہوتا ہے۔اگر اس قسم کے موضوعات کی تشریح اور تعبیر بھی ہر کس و ناکس کیلئے عام ہوتی خواہ اس کی عالمی صلاحیت کتنی ہی کم کیوں نہ

ہو۔ (یہاں مصنف کی عبارت فی الحال روک کر تبصرہ کرتے ہیں)

جناب قارئین اردو زبان میں اسے موقعہ کیلئے ایک محاورہ تجویز کیا گیا ہے کہ بالآخر بلی تھیلے سے باہر نکل آئی۔ یہی مقصود ہے عالمی سامراج کے دانشوروں کا کہ قرآن کی دعوت **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ** (54.22) یعنی ہم نے سمجھنے کیلئے قرآن کو آسان بنایا ہوا ہے کوئی ہے جو اسے سمجھے۔ اس آیت پر قرآن کی اس دعوت اور پکار پر سردھڑ کی بازی لگا کر قرآن فہمی کو ہر قیمت پر تابع بنائے علوم فارس کا، تابع بنائے علوم روایات کا، تابع بنائے بخارا سنٹرل ایشیاء کے اماموں کا۔ جناب قارئین مصنف عثمانی صاحب غلط فرما رہے ہیں کہ ان کا دوسرے قسم اور دوسرے حصہ قوانین سازی اس کی علتوں اور نظریاتی معاملات کی تفاصیل والا حصہ مشکل ہے، دلیل دیتے ہیں کہ اس لئے تو قرآن کے اس مشکل حصہ کے سمجھانے کیلئے ایک معلم، پیغمبر اور رسول کو بھیجنے کی ضرورت پڑی۔ پھر دلیل کیلئے اشارہ فرماتے ہیں آیت **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ** (3.164) کی طرف اور اس کے مفہوم والی دیگر آیات کی طرف لیکن افسوس ہے کہ علامہ مصنف صاحب نے اس آیت کے حوالہ سے رسول اللہ کو جیسے کہ صرف ایک مدرس کی حد تک محدود متعارف کرایا ہے جبکہ اس آیت میں رسول اللہ کا مرتبہ، تلاوت آیات، تزکیہ، خلق، مخلوق کیلئے تعلیم کتاب کا انتظام یہ ایک انقلابی حکمران کا اپنی مملکت کی رعیت کیلئے بہت اہم ذمہ داری والا عہدہ ہے ۔تلاوت آیات سے مقصد کہ آپ کی ریاست کا آئین قرآن ہونا چاہیے، قرآنی قوانین کی اتباع میں کورٹس کے ججوں کے فیصلے ہونے چاہئیں اور **وَيُزَكِّيْهِمْ** خلق خدا کا تزکیہ کرے، اس کا مفہوم ہے کہ ہر فرد ریاست کیلئے اس کی پرورش کا سامان رزق بھی خالص اور اعلیٰ معیار کا مہیا کرنا، ہمارے حکمران رسول کی ذمہ داریوں میں سے ہے اور انقلاب کی بقا کا دارومدار، استحکام کا دارومدار جو کہ نظریہ مملکت پر ہوتا ہے اس کیلئے **وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ** یعنی ہماری

کتاب کو بنیاد بنا کر، ہماری کتاب کے نظریہ تعلیمات پر مبنی محکمہ تعلیم کو منظم کریں۔ افسوس ہے ہمارے علماء نے رسول اللہ کے مشن اور انقلاب رسالت کو اجتماعی معنوں میں ریاست سازی اور مملکت سازی کے معنوں میں سمجھنے اور سمجھانے کی کبھی بھی کوشش نہیں کی اور یہی مطلوب اور مقصود ہے عالمی سامراج کا اور ڈبلیو ٹی او کے دانشوروں کا جنہوں نے چینی چالیس روپیہ کلو اور دال ستر روپیہ کلو کرادی ہے، پھر بھی صبر اور قناعت کے واعظوں پر واعظ کئے جارہے ہیں، مجھے تو ڈر ہے کہ یہ سرمایہ داروں کے ایجنٹ ان کا اتنا تو وزن بڑھا رہے ہیں جو کل کو میرا یہ احتجاج کہیں پڑھنے والوں کو بے معنی نہ نظر آئے کیونکہ صدر ایوب کے خلاف اس دور میں آٹے کی مہنگائی پر حبیب جالب کا احتجاجی شعر کہ

بیس روپے ہے من آٹا　　جس پر بھی ہے سناٹا　　صدر ایوب زندہ باد

آج کے دور میں آٹا پانچ چھ سو روپیہ میں بھی ایک من خالص نہیں مل رہا تو حبیب جالب کا احتجاج کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قارئین کو میرا یہ دعویٰ بلکہ قرآن کا یہ دعویٰ کہ **وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ** (16.44) یعنی جمیع قرآن، سارا قرآن ذکر ہے اور آسان ہے۔ تقی عثمانی صاحب کا یہ فرمانا کہ قرآن کا ایک حصہ جو ذکر کے نصیحت والے معنی کا ہے صرف وہ ذکر ہے، جو آسان ہے باقی دوسرا حصہ قانون سازی والا نہ وہ ذکر کے معنی میں ہے نہ ہی وہ آسان ہے قارئین کو سمجھ میں آ گیا ہوگا۔ اب مجھے اس مقام پر قارئین کی توجہ مبذول کرانی ہے تقی عثمانی صاحب کے اس دعویٰ کی طرف کہ ایک طرف وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کا ذکر والا حصہ اور قسم اس قدر آسان ہے، عام فہم ہے کہ کوئی ناخواندہ شخص بھی دوسرے کی مدد کے بغیر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے پھر اگلے صفحہ 81 پر عثمانی صاحب نے لکھا ہے کی آیت (54.22) میں **للذکر** کا لفظ اس سے یہ مسئلہ قطعاً نہیں نکالا جا سکتا کہ قانونی نزاکتوں کے استنباط اور نظریاتی مباحث کے آسان اور عام فہم ہونے پر اس لفظ **للذکر** کا اطلاق ہوتا ہے، اگر ایسے ہوتا تو قرآن صرف رسول اللہ کو کتاب کی تعلیم اور تفسیر کے فرائض ہرگز تفویض نہ کرتا۔ تو جناب تقی

عثمانی صاحب آیت وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (16.44) اس آیت میں تو رسول اکرم سلام" علیہ کو قرآن کے ذکر کا بیان کرنے والا اور تفسیر کرنے والا مقرر کیا گیا ہے۔ آپ کیسے فرماتے ہے کہ رسول اللہ کو قانونی نزاکتوں کے استنباط والے (آپ کے خود ساختہ حصہ کا) تفسیر تفویض کیا گیا ہے باقی ذکر والا حصہ تو کوئی ناخواندہ شخص بھی کسی دوسرے کی مدد کے بغیر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جبکہ اس آیت (16.44) میں تو اللہ نے جمیع قرآن کو ذکر قرار دے کر پھر اس کی تفسیر اور بیان کرنے والا ذمہ بھی رسول اللہ کے حصے میں تفویض کر دیا ہے۔ قرآن حکیم کو یہ ہنر اور فن بڑا آتا ہے کہ وہ اپنے مخالفوں کو ان کے اپنے ہی دام میں پھنسا دے، اب قرآن نے آپ کی تردید میں جمیع قرآن کو ذکر قرار دیدیا ہے اور اس ذکر کی تفسیر اور تبیین بھی امامی روایات کے بجائے لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ کی روشنی میں کرنی ہے۔ اس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ یہ تفسیر اور بیان القرآن مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ کی ٹیکنالوجی اور فن جو کہ تصریف آیات ہے اسی ہنر کے ذریعے کرنا ہے اور کوئی کسریٰ کے بادشاہ یزدجرد کے دانشور امام مافیا کی بنائی ہوئی بیرونی روایات کا قرآن کو تابع نہیں بنانا۔

جناب تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 81 پر لکھا ہے کہ ایسی آیات کریمہ کے حوالے سے جو تشریح طلب ہیں خود قرآن کریم میں ارشاد ہے وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (29.43) اور ہم ان قرآنی مثالوں کو لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں۔ اس آیت کے حوالے سے عثمانی صاحب کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی جو تشریح طلب آیات ہیں وہ عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عثمانی صاحب یہاں وہ آیات مراد لے رہے ہیں جو اس کی بنائی ہوئی دو قسموں میں سے ذکر والی قسم کے سوا دوسری قسم ہے۔ تو جاننا چاہیے کہ اس آیت سے پہلے جناب نوح علیہ السلام کا قصہ، جناب ابراہیم علیہ السلام، لوط علیہ السلام جناب شعیب علیہ السلام، عاد و ثمود نامی قوموں، قارون، فرعون و ھامان کی طرف موسیٰ

کو بھیجنے کا قصہ، آل ابراہیم کا ذکر اور اہل باطل کو بیت عنکبوت سے تمثیل کا ذکر ہے جو کہ عثمانی صاحب کی اوپر قرآن کی قسم اول بیان کردہ کی روشنی میں ذکر کے نام سے متعلق ہے۔ اس کیلئے عثمانی صاحب نے تو فرمایا کہ یہ قسم ایسی ہے کہ کوئی ناخواندہ شخص بھی کسی دوسرے کی مدد کے بغیر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن قرآن نے تو صیاد کو بھی اس کے اپنے دام میں پھنسا کر دکھایا کہ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (29.43) یعنی اس ذکر نامی مضامین کو تو عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اصل بات عرض کرنے کی یہ ہے کہ مسعود احمد بی ایس سی مصنف کتاب تفہیم اسلام اور تقی عثمانی صاحب مصنف کتاب حجیت حدیث ان لوگوں کا سارا زور قرآن کو ناکافی اور ناقص منوانے کیلئے ہے کہ یہ اللہ کی کتاب محتاج ہے ایرانی اماموں کی حدیثوں کی، اور اللہ کو اپنی بات سمجھانے کا بھی سلیقہ ہی نہیں ہے۔ جو اللہ خود کو صمد اور بے نیاز کہتا ہے اس کا کلام نہ ہی بے نیاز ہے، نہ ہی اس کے کلام میں اس کی صفت صمدیت کا کوئی اثر ہے۔ (نعوذ باللہ) ان یزدجری تھنک ٹینک اور جنگل کی حویلی کے دانشوروں کی طرح امت مسلمہ کے دانشور علماء بھی اپنے پاؤں پر کلہاڑیاں مارتے ہوئے کتاب اللہ کو لوگوں کی کتابوں کا محتاج بنائے بیٹھے ہیں، گویا کہ خود اللہ کو بھی اس طرح سے انسانوں کا محتاج بنائے بیٹھے ہیں۔

اس سے آگے اسی آیت 29.43 کے ترجمہ کے بعد صفحہ نمبر 82 پر جناب تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے واضح ہوا کہ پہلی قسم کے موضوعات کے آسان اور عام فہم ہونے کا مطلب ایک ایسے پیغمبر کی ضرورت کا انکار قطعاً نہیں ہے جو قرآن کریم کے قانونی معاملات اور علمی نتائج کی تشریح کر سکے۔ ہاں تو عثمانی صاحب آپ کی اس تحریر اور وضاحتی فرمان کا یہ مطلب ہوا کہ نبی کی ضرورت، پیغمبر کی ضرورت صرف ان آیات قرآنی کی تشریح کی خاطر ہے جو کہ بقول آپ کے شریعت کے قوانین اور علتیں، اسلامی قانون کے متفرق پہلو، نظریاتی معاملات کی تفاصیل، احکام کے مصالح اور حکمتوں پر مشتمل ہوں اور اس قسم ثانی کے علاوہ جس پہلی قسم کی آپ نے تشریح فرمائی کہ جن میں سابقہ انبیاء کرام علیہ السلام اور ان کی گم گشتہ امتوں کے واقعات بنی نوع آدم پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر، زمین اور آسمانوں کی

تخلیق اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت کے کائناتی مظاہر، جنت کی نعمتوں، دوزخ کے عذاب اور دیگر ملتے جلتے مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ اب عثمانی صاحب نے اس پہلی قسم کیلئے آگے لکھا ہے کہ ان مضامین کیلئے قرآن میں ذکر کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے یقیناً سمجھنے میں اس قدر آسان اور عام فہم ہیں کہ کوئی ناخواندہ شخص بھی کسی دوسرے کی مدد کے بغیر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اب یہاں جب قرآن کی وہ آیات جو آپ کی بتائی ہوئی قسم اوّل کے مضامین پر مشتمل ہوں گی ان کے سمجھانے کیلئے تو دوسرے کی مدد کا انکار کر کے دوسرے کی مدد کا عدم احتیاج دکھا کر رسول اللہ کی ڈیوٹی اور حیثیت کہ **يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ** میرا رسول ان کو کتاب کی تعلیم دے، قرآن کی تعلیم دے۔ آپ نے تو اس سے بے احتیاجی دکھادی، آپ نے تو رسول کی مدد کو بھی فالتو قرار دے دیا، غیر ضروری قرار دے دیا، آپ نے بقول آپ کے ذکر والے قرآن کے حصہ اور قسم کیلئے پیغمبر کی تعلیم کتاب کا انکار بھی کر دیا۔ شروع میں تو آپ، ہم قرآن کو بغیر شرکت امامی روایات کے سمجھنے اور تصدیق آیات کے ہنر سے پڑھنے والوں پر الزام لگا رہے تھے کہ ان کے کہے کے مطابق رسول کی حیثیت ڈاکیے کی بن جاتی ہے۔ تو محترم عثمانی صاحب اب جو یہاں آپ نے رسول کی تعلیم کی مدد کا بھی انکار کر دیا۔ تو اس ذکر والے قرآنی حصہ کیلئے آپ کے خیال کے مطابق رسول کی حیثیت کیا بن جاتی ہے؟ اگر آپ کے خیال کے مطابق قرآن کا ذکر والا حصہ سمجھنے میں غیروں کی مدد کا محتاج نہیں ہے تو پھر آپ مدارس دینی کے اندر جتنی بھی امامی روایات اور حدیثیں ذکر والے حصہ سے، موضوع سے متعلق ہیں وہ جملہ کی جملہ نکلوادیں کیونکہ جب ان کے بغیر بھی قرآن سمجھا جاسکتا ہے تو پھر پڑھنے والوں کو ان کا تابع اور محتاج کیوں بنایا ہے؟ آپ نے اپنے مدرسے میں ذکر سے متعلق حدیثی علم کو اب تک کیوں نہیں نکالا؟

اپنے دام میں آپ

علامہ عثمانی صاحب نے اپنی کتاب حجیت حدیث کے صفحہ نمبر 45 پر دو آیتیں **حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ** (2.239-240) لکھی ہیں۔ ان کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں یہ بات تشریح طلب نہیں کہ اللہ کا ذکر ادا کرنے سے مراد نماز کی ادائیگی ہے اس لئے کہ سیاق وسباق کے لحاظ سے یہاں کسی اور معنی کی گنجائش ہی نہیں۔ ذرا غور کیجئے کہ قرآن کریم یہاں مسلمانوں کو حالت امن میں اس طریقے سے نماز کی ادائیگی کی ہدایت دے رہا ہے۔ جس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے سکھلایا ہے۔ یہاں واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ طریقہ نماز خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سکھایا ہے حالانکہ قرآن کریم میں کسی بھی جگہ اس طریقہ کا کوئی ذکر نہیں ہے (جس طرح آج کل نمازیں پڑھی جارہی ہیں) اور کسی بھی آیت کریمہ میں اس طریقہ کی کوئی تفصیل نہیں ملتی جو ادائیگی نماز کیلئے مطلوب ہے۔ یہ بات کہ نماز کو کس طریقے سے ادا کیا جانا چاہیے مسلمانوں کو رسول اللہ سے ہی معلوم ہوا ہے۔
(کتاب کی عبارت ختم)

جناب قارئین کتاب حجیت حدیث کی اس مختصر عبارت سے آپ سمجھ گئے کہ آیت میں جناب تقی عثمانی صاحب نے ذکر سے مراد نماز لی ہے اور آگے خود لکھا ہے کہ کہ نماز کی ادائیگی کیلئے قرآن میں کسی جگہ بھی نماز کے طریقے کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ اس کے بعد عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ نماز کا طریقہ مسلمانوں کو رسول اللہ سے معلوم ہوا۔ اب اس کے بعد جناب قارئین تکلیف فرمائیں اور پھر سے پڑھیں جناب مصنف صاحب کی ذکر سے متعلق صفحہ 80 کی عبارت کہ ذکر کی اصطلاح سمجھنے میں اس قدر آسان اور عام فہم ہے کہ کوئی ناخواندہ شخص بھی کسی دوسرے کی مدد کے بغیر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ دیکھا محترم قارئین ایک جگہ عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن جو ذکر کی قسم سے ہے اسے کوئی ناخواندہ ان پڑھ بھی

کسی دوسرے کی مدد کے بغیر سمجھ سکتا ہے پھر دوسری جگہ پر لکھتے ہیں کہ ذکر اور نماز جو ایک چیز ہے اس کی کسی بھی آیت میں تفصیل نہیں ہے، تو اب بتایا جائے کہ آیت **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ** (54.22) کتاب حجیت حدیث صفحہ 46 کی عبارت کی روشنی میں کس طرح آسان اور بغیر کسی دوسرے کی مدد کے سمجھ میں آنے والا سمجھیں؟ آگے صفحہ 47 پر مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ بہر حال یہ تعلیم جو وحی غیر متلو کے ذریعے دی گئی تھی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے طور پر ہی ذکر کی گئی ہے۔ یہ بھی مصنف صاحب کا اللہ پر الزام ہے کہ اس نے آیت کریمہ میں وحی غیر متلو والی نماز کی ترکیب کو، تعلیم کو، اللہ کی تعلیم کے طور پر ہی ذکر کیا ہے۔ یہ مصنف صاحب نے آیت کریمہ کے بارے میں غلط بیانی کی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ **وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا** (4.82) یعنی اللہ کی جانب سے ملی ہوئی چیزوں میں اختلاف نہیں ہو سکتا جبکہ مسلم امت کی جملہ تفرقہ بازی کی علامت ان کی اپنی اپنی علیحدہ نمازوں سے ہے اور خود مصنف علامہ تقی عثمانی صاحب کی اپنی نماز بھی کسی نہ کسی امامی فرقے کی طرف منسوب ہے جو کہ مسلمات میں سے نہیں ہے۔

گر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

جناب عثمانی صاحب آپ نے اپنی کتاب حجیت حدیث کے صفحہ نمبر 80 پر فرمایا ہے کہ پہلی قسم کے موضوعات جن کیلئے قرآن کریم میں ذکر کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے یقیناً سمجھنے میں اس قدر آسان اور عام فہم ہیں کہ کوئی ناخواندہ شخص بھی کسی دوسرے کی مدد کے بغیر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اب آپ کے ذکر سے متعلق اس تشریحی اور تفہیمی نوٹ کے بعد آتے ہیں کتاب کے صفحہ نمبر 46 پر جس میں آپ نے اگلے صفحہ پر لکھی ہوئی آیت **حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ**۔۔۔۔ کے آخری جملہ **فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم** کے متعلق لکھا ہے کہ یہاں یہ بات تشریح طلب نہیں ہے کہ اللہ کا ذکر ادا کرنے سے مراد نماز کی ادائیگی ہے اس لئے کہ سیاق و سباق کے لحاظ سے یہاں کسی اور معنی کی گنجائش

ہی نہیں ہے۔ اب آپ ہی اپنی 80 صفحہ والی عبارت کو صفحہ 46 والی عبارت سے ملا کر دیکھیں تو آپ کا یہ دعویٰ کہ ذکر کے معنی کوئی ناخواندہ بغیر کسی کی مدد کے سمجھ سکتا ہے۔ تو سیاق و سباق میں تو لفظ **صلوٰۃ** کا ہے۔ جس کے معنی قرآن حکیم نے خود سکھائے ہیں کہ اتباع کرنا اور **پیچھے پیچھے** چلنا، ملاحظہ ہو **فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ○ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ** (75.31) تو قرآن حکیم نے صلی اور تولی کو تقابل میں لا کر تولی کے متفق علیہ معنی یعنی روگردانی کرنا، تو اس فن تقابل سے صلی کے معنی متعین طور پر سمجھا دئے کہ پیچھے چلنا اور تابعداری کرنا۔ پھر اس معنی سے ہی چپکا ہے معنی **اقیمو الصلوہ** کا کہ قائم کرو عمل اتباع کو (نظام قرآنی کے پیچھے پیچھے چلنا) اور صرف اتنا بھی نہیں بلکہ قرآن صلوۃ اور ذکر کو مترادف بھی گردانتا ہے جس طرح کہ **إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ** (62.9) یہاں تو صلوۃ انقلاب اور ریاست کی ڈیوٹی بن گئی۔ خیر آپ مانیں یا نہ مانیں لیکن بحث کرنا ہے آپ کے مسلمہ معنی پر کہ آپ صلوۃ اور ذکر کی جو معنی فارس والے آتش پرستوں کی ان کے آتش کدہ میں آگ کے سامنے پڑھی جانے والی پوجا کی قسم والی نماز نامی زردشتی عبادت کو آپ نے قرآن کے انقلابی کوڈ ورڈ **اقیموالصلوۃ** کے ترجمہ میں آ گھسیٹا ہے۔ یہاں تو ذکر کے یہ والے معنی بغیر کسی کی مدد کے کوئی ناخواندہ شخص مکہ سے کعبہ سے ایسے کسی آتش کدہ میں بغیر کسی کی مدد کے نہیں جا سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بھی تصدیق کریں گے کہ یہاں ذکر اور صلوٰۃ کے معنی کیلئے اس ناخواندہ امت کی مدد آپ کی وحی غیر متلو نے کی ہے۔ اس کا قرار آپ اپنی کتاب کے صفحہ 46 پر کر چکے ہیں پھر آپ نے کس طرح فرمایا کہ ذکر کے معنی کیلئے کسی دوسرے سکول میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں جبکہ ذکر اور صلوۃ کے ایرانی معنی پرشن لینگویج میں نماز ہے جس کا قرآنی سکول سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ آپ بھی اس پس منظر کی تردید نہیں کر سکیں گے کہ یزدجری دانش گاہ کے حدیث ساز اماموں نے ہمارے رسول کو کسی گھوڑی کی باڈی کے ساتھ زنانی سیکس فل گردن آلٹریشن کرکے، اس پر سوار کر کے انسانیت کی تذلیل کی ہے، بلکہ رسول اللہ کی بھی توہین کی کہ اللہ نے تو اسے بھیجا تھا

کہ **وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ إِصۡرَهُمۡ وَٱلۡأَغۡلَٰلَ ٱلَّتِي كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ** (7.157) یعنی غلامی میں جکڑے ہوئے انسانوں کی زنجیریں توڑ کر غلامی کے بوجھ ہٹا کر ان کی گردنیں آزاد کرے لیکن عثمانی صاحب آپ کے وحی غیر متلو نے تو ایسے رسول کو اسی انسانی گردن پر سواری کرائی ہے اور یہ سفر معراج کے نام سے آسمانوں کی طرف گھوڑی پر انسانی زنانی گردن والی آلٹریشن کردہ سواری جو کہ اللہ نے بنائی ہی نہیں ہے اس طرح کی الٹریشن والی چال بازی حدیث ساز اماموں کی ہے۔ جس کیلئے قرآن نے فرمایا کہ یہ بخاری کی وحی غیر متلو کی کہانی مکمل اختراع ہے **فِطۡرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِي فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيۡهَا لَا تَبۡدِيلَ لِخَلۡقِ ٱللَّهِ** (30.30) یعنی اللہ کے قانون تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہ گھوڑی کی باڈی پر زنانی گردن اللہ کے تخلیقی سسٹم کی تردید کرنے والی خود ایک قسم کی قرآن (30.30) کی تردید ہے۔

عثمانی صاحب! اللہ نے تو ایسی جھوٹی حدیثیں بنانے والے اماموں کو جھوٹا اور رسوا کرنے کیلئے تشبیہ کے طور پر سمجھانے کیلئے شتر مرغ پیدا فرمایا جو پروں کے باوجود اُڑ نہ سکے، تو یہ عورت کے منہ اور گردن والی گھوڑی کیسے اُڑ سکی؟ آپ کے وحی غیر متلو والوں نے اس گھوڑی کا نام براق رکھا ہے، ان دنوں بجلی کی ایجاد بھی تو نہیں ہوئی تھی اور مسجد اقصیٰ میں ہمارے رسول نے انبیاء کرام کی جماعت کو وہ نماز پڑھائی جو ابھی سیکھی بھی نہیں تھی کیونکہ وحی غیر متلو والی حدیثوں میں ہے کہ رسول جب انبیاء کرام کو امامت کرانے کے بعد اوپر عرش پر گئے ہیں وہاں اللہ نے اپنے رسول کو 50 نمازیں دی ہیں تو واپسی پر جب زمین پر آئے تو جبریل رسول اللہ کو وہ نمازیں سکھانے آتے تھے۔ تو آپ نے انبیاء کرام کو کیسی نماز پڑھائی؟ اور جب آپ عرش پر پہنچے تو اکثر انبیاء اپنے اپنے آسمانوں پر پہلے ہی پہنچے ہوئے تھے نا جانے ان کی سواریاں آلٹریشن والی تھیں یا کچھ اور تھیں افسوس کہ وحی غیر متلو اس کی وضاحت کرنے سے قاصر ہے۔

جناب محترم عثمانی صاحب وحی غیر متلو نے قرآن کے انقلابی کوڈ ورڈ **اقیموا الصلوٰۃ** کے معنی جو اقرا نماز قرار دیئے ہیں۔ یہ نماز آتش پرستوں کے حکیم مانی صاحب

پیدائش 215 عیسوی نے ایجاد کی تھی جس کی تفصیل کیلئے جامع ازہر کے احمد امین مصری نے اپنی کتاب فجر اسلام میں لکھا ہے کہ یہ نماز ایجاد کرنے والے اس حکیم مانی اور مانوی فرقہ کی مزید تفصیل الملل والنحل میں پڑھیں لیکن اس کا زیادہ تفصیلی احوال انگریزی کتب تاریخ میں ہے۔ تو اب ہم کیا سمجھے کہ وحی غیر متلو نے جو معراج کی تفاصیل لکھی ہیں ان میں انہوں نے اللہ اور رسول کی جو ون ٹو ون ملاقات کی تفصیل لکھی ہے اس کا ایک حصہ جو نماز کے قعدہ میں بطور التحیات پڑھی جاتی ہے اسے طرفین کی گفتگو قرار دیا گیا ہے۔ تو پھر وحی غیر متلو کی احادیث تو بتاتی ہیں کہ نماز معراج میں ملی ہے اور معراج کی روئداد میں وحی غیر متلو کا علم بتاتا ہے کہ اللہ نے رسول سے پوچھا کہ میرے لئے کیا لائے ہو تو جواب میں رسول نے عرض کی کہ **التحیات للہ والصلوۃ والطیبات** کا نذرانہ لایا ہوں یعنی معراج پر جاتے وقت رسول اللہ کے حضور نمازوں اور طیبات کا نذرانہ لے گئے ہیں۔ اس سے تو پھر احمد امین مصری کی کتاب فجر اسلام والی بات درست نکلی کہ نماز اسلام اور معراج سے پہلے کی ایجاد ہے رسول اللہ کی بعثت سے اندازاً کم و بیش ڈھائی سو سال پہلے، جب ہی تو رسول اللہ، اللہ کیلئے نمازوں کا گفٹ لے گئے ہیں، پھر رسول اللہ کی واپسی پر اللہ کو یہ نمازیں شائد ایسی تو اچھی لگیں کہ رسول اللہ کو حکم دیا کہ جاؤ امت سمیت میرے لئے روزانہ پچاس نمازیں پڑھا کرو۔ پھر وحی غیر متلوں کے مطابق اللہ بھلا کرے یہودیوں کے نبی موسیٰ کا جس نے واپسی پر ہمارے رسول سے پچاس نمازوں کے ملنے کی خبر سن کر واپس اللہ کی طرف بھیجا کہ جاؤ کٹوتی کراؤ اتنی نمازیں کون روزانہ پڑھ سکے گا اور ہمارے رسول کو چکر لگوا لگوا کر پانچ نمازوں تک کنسیشن ڈن کرائی وحی غیر متلو کے مطابق موسیٰ علیہ السلام ان پانچوں کو بھی زیادہ تصور کرتے تھے لیکن ہمارے رسول نے آخری چکر نہیں لگایا۔ یہ بات شائد یوں لگ رہی ہے کہ پانچ کی فکر بھی تو آخر وحی غیر متلو بنانے والے پنج تنی لوگوں کی اپنی مخصوص مزدک، اھواز، ھرمز، اہرمن اور یزداں یہ مقدس پانچ نام ان کی میراث تھی جس عدد کے تقدس کو رواں دواں رکھنا بھی وحی غیر متلو کے اندران کی مجبوری تھی۔ اس حدیث معراج میں نماز کو پچاس سے 9 بار پانچ پانچ نمازیں کم کرنا

اللہ کے اس اصول کو توڑا گیا ہے کہ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ (50.29)

ویسے پچاس نمازوں میں سے 45 چھوڑ کر باقی پانچ کو لاگو کرنے سے مجھے یاد آیا کہ ایک دن میں ٹیلی وژن پر ڈرامہ دیکھ رہا تھا۔ اس میں ایک پٹھان فٹ پاتھ پر کوٹ بیچ رہا تھا کہ ایک گاہک نے آکر دام پوچھا تو پٹھان بولا کہ -/435 روپیہ ایک کوٹ کا۔ تو گاہک یہ سن کر جانے لگا کہ یہ بہت مہنگا ہے میں نہیں لے رہا میں جا رہا ہوں تو پٹھان نے اٹھ کر اسے قابو کیا کہ مت جاؤ میں رعایت کر رہا ہوں تو گاہک بولا بتاؤ کتنی رعایت کرتے ہو پٹھان نے کہا کہ اچھا 400 روپے چھوڑ رہا ہوں باقی 35 روپے دو اور کوٹ لے جاؤ۔ تو یہاں وحی غیر متلو کی مہربانیاں بھی کچھ اسی طرح کی ہیں۔ میں یہاں وحی غیر متلو کی پچاس نمازوں کی فرضیت پر سوچتا ہوں کہ اس عدد کو دن رات کے 24 گھنٹوں پر کس حساب سے تقسیم کیا جاتا۔ آخر آرام کیلئے سات آٹھ گھنٹے درکار ہوتے ہیں اور فکر معاش وحصول رزق کیلئے بھی وقت درکار ہے، سو پچاس نمازوں کو ادا کرنے سے تو استنجا خانوں، وضو خانوں اور مسجدوں سے فرصت ہی نہیں مل سکے گی کہ آدمی اپنے اور افراد خانہ کی معاش کیلئے بھی کچھ کر پائے۔ یہ حدیث اور اس میں اللہ کی جانب سے پچاس نمازیں مومنوں پر لاگو کرنا یہ حدیث معراج اور فرضیت نماز، اللہ کے اپنے قانون یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (2.185) یعنی اللہ مومنوں کے ساتھ آسانی اور سہولت کا ارادہ رکھتا ہے انہیں تنگی میں جکڑنا نہیں چاہتا، کے خلاف ہے اس لئے جو بھی حدیث وحی غیر متلو اور خفی نامی قرآن سے ٹکر کھائے گی وہ فرضی، جعلی اور جھوٹی ہوگی۔

جسٹس صاحب کی جسٹیفکیشن چاہیئے

جناب مصنف عثمانی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ 80 پر لکھتے ہیں کہ پہلی قسم کے موضوعات جن کیلئے قرآن کریم میں ذکر کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے جو اتنی تو آسان ہے کہ کوئی بھی ناخواندہ کسی دوسرے کی مدد کے بغیر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ قرآن کریم اسی قسم کے موضوعات کے بارے میں کہتا ہے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ

مِنْ مُّدَّکِرٍ (54.22) جسٹس صاحب آگے اس آیت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہاں للذکر (نصیحت حاصل کرنے کیلئے) کے الفاظ بڑھا کر قرآن نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ قرآن مجید کا عام فہم ہونا پہلی قسم کے موضوعات سے تعلق رکھتا ہے (جنہیں تقی صاحب نے ذکر کا نام دیا ہے) تو کیا فرماتے ہیں جسٹس صاحب کہ آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (15.9) میں اللہ نے جو فرمایا ہے کہ ہم نے ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اسی کے محافظت کرنے والے ہیں تو کیا یہ اللہ کی حفاظت صرف ذکر والے حصے اور اس قسم سے متعلق ہے، بقایا قرآن کی دوسری قسم جو کہ بقول آپ کے شریعت قوانین اور علیس اسلامی قانون کے متفرق پہلو نظریاتی معاملات کی تفصیل، احکام کے مصالح اور حکمتیں اور اسی قسم کے علمی موضوعات پر جو مشتمل ہے، یہ والی دوسری قسم غیر محفوظ ہے؟ یہ دوسری قسم اللہ کی حفاظت سے باہر ہے؟ اگر آپ اسے محفوظ مانتے ہیں ذکر والے حصے کی طرح تو دلیل لائیں، اگر آپ محفوظ نہیں مانتے تو اللہ نے اس اہم حصے کو کیوں اپنی حفاظت سے جدا کر کے بے سہارا بنا دیا۔ ویسے آپ نے آیت وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ ۔۔۔۔۔ کی تفصیل میں یہ تفریق کر دی ہے کہ اس آیت سے آسان اور سہل حصہ قرآن کا صرف ذکر والا ہے پورا قرآن اس آیت کے حکم کے تحت نہیں آیا، تو آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ ۔۔۔۔۔ میں جو ذکر قرآن کی حفاظت کی بات کی گئی ہے اس کیلئے آپ نے جو آیت (54.22) کے اندر قرآن میں تفریق ڈالی ہے اس کی روشنی میں آیت (15.9) کی وضاحت فرمائیں۔ اس آیت میں بھی حفاظت کیلئے قرآن سے آپ کے بقول ذکر والے حصہ کا نام لیا گیا ہے تو دوسرے حصہ کیلئے کیا خیال ہے اس کا کوئی محافظ ہے یا وہ آپ کے وحی غیر متلو والوں کے آپریشن کے حوالے ہے؟ اور جب قرآن کی حفاظت کا کلام، وحی کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہوا ہے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ وحی غیر متلو کی حفاظت کا انتظام اس اعلان خداوندی (15.9) کے تحت آتا ہے یا نہیں؟ اگر وحی غیر متلو کی حفاظت بھی اللہ کے ذمہ ہے تو کیا خیال ہے آپ کی صحاح ستہ اور صحاح اربعہ کا موازنہ کر کے دیکھیں قرآن سے تو میں نے پانچ سو

صفحات سے زائد پر قرآن دشمن حدیثیں لکھ کر شائع کرادی ہیں، مزید بھی لکھنے کیلئے تیار ہوں ، اگر وحی غیر متلو کی روایات اللہ کے اعلان حفاظت (15.9) کے ذیل میں نہیں آتیں تو پھر از خود یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کی احادیث غیر متلو انا نحن نزلنا الذکر کے زمرہ میں نہیں آتیں پھر انہیں آپ وحی غیر متلو اور خفی کا نام دینے سے باز آجائیں۔

امت مسلمہ میں مروج علم حدیث کو کسی بھی قسم کی وحی کا نام نہیں دیا جا سکتا

قرآن حکیم نے سچی وحی کی شناخت کی کئی ساری نشانیاں بتائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (5.48)-یعنی پچھلی وحی پہلے والی کتب کی تصدیق اور حفاظت کرتی ہے وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ (35.31)-یعنی اے رسول! جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے وہ حق بھی ہے اور اگلے علم وحی کی تصدیق کرنے والی بھی ہے اللہ اپنے بندوں کے حالات کا خبیر اور بصیر ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (4.47) یعنی اے اہل کتاب ایمان لاؤ اس کلام حق پر جو ہم نے نازل کیا ہے (اس کی نشانی یہ ہے کہ) وہ تمہارے پاس جو تمہارے رسول کو ملا ہوا علم وحی ہے یہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اس موضوع پر کئی ساری آیات ہیں ہم صرف ان تین مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ جناب قارئین اب غور فرمایئے کہ قرآن نے وحی متلو میں فرمایا کہ ابراہیم ہمارا سچا نبی تھا (19.41) تو نام نہاد وحی غیر متلو کی کتاب بخاری نے لکھا کہ ابراہیم نے تین جھوٹ بولے۔ قرآن حکیم نے فرمایا نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ O عَلٰي قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ O بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (26.193-195)-یعنی یہ قرآن لسان عربی کے مبین اسلوب پر نازل ہوا ہے تو نام نہاد وحی غیر متلو کی حدیثوں نے ٹھک سے قرآن کی تردید کی کہ نزل القرآن

علي سبعة احرف یعنی قرآن سات قرائتوں میں نازل ہوا ہے۔ قرآن نے وقت کے حکمرانوں کو فرمایا کہ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ یعنی نظام مملکت کو اپنی ڈیوٹیوں سے اس طرح قائم کرو جو اس کی عملی شکل وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کی صورت میں نظر آئے یعنی رعیت کے ہر فرد کو بہتر نشو ونما والا سامان رزق پہنچاؤ اور میسر کرو تو وحی غیر متلو نامی حدیثوں نے وحی متلو کی انقلابی ہدایات کو بگاڑنے کے معنی مشہور کیئے کہ اقیمو الصلوۃ کے معنی روزانہ دن رات میں آتش پرستوں والی پانچ بار نماز پڑھو اور وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کے معنی کیئے کہ سال میں ایک بار ایک سو پر ڈھائی روپے بنام زکوۃ دے دیا کرو۔ دیکھا جناب قارئین فارس کے اماموں کا وحی غیر متلو جو اللہ کی وحی کی تعلیم کو بگاڑ کر مسخ کر رہا ہے۔ جناب قارئین چلئے ان اماموں کے معنوں پر کہ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کا معنی نماز اور وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کا معنی صدقہ دینا لیکن ان کی یہ تفصیل کہاں سے آئی کہ نماز تو روزانہ پانچ بار پڑھو لیکن زکوۃ کیلئے لکھتے ہیں کہ سال میں ایک بار جبکہ یہ اَقِيْمُوا اور اٰتُوا کے آرڈر ایک طرح سے ایک ہی جگہ دیئے گئے ہیں لیکن دونوں کی تفصیل اُلٹ ، زکوۃ کی بھی نماز کی طرح روزانہ پانچ بار دینے کے معنی کیوں نہیں کیئے گئے؟ قارئین محترم! اس تنوع سے کیا یہ ثابت نہیں ہو رہا ہے کہ یہ وحی غیر متلو بنانے والے سرمایہ داروں کے ایجنٹ تھے اور ہیں جو قرآن نے فرمایا کہ روزانہ اور ہر وقت کمائی میں سے اپنی ضروریات کے مطابق اٹھا کر باقی سارے کا سارا مال جمع کرا دو بیت المال میں (2.219) تو قرآن کے اس انقلابی حکم کو توڑنے کیلئے وحی غیر متلو کے نام سے چالیسویں بٹی سال میں ایک دفعہ دینے کی حدیثیں گھڑی گئیں۔ اگر مال کے بارے میں سال میں ایک بار وصولی لکھی ہے تو جسم کی زکوۃ جو نماز قرار دے رہے ہیں تو وہ بھی سال میں ایک بار نماز لاگو کرتے۔ ہمیں ان مثالوں سے یہ عرض کرنی ہے وحی غیر متلو نامی علم الاحادیث دشمنان اسلام نے قرآن کے انقلابی نظریہ کی جڑ اور بنیاد اکھیڑنے کیلئے ایجاد کیا ہے، جو ہر قدم پر حقیقی وحی کے رد میں ہی اس کی حدیثیں آپ کو نظر آئیں گی۔

وحی متلو مضبوط اور پختہ ہوتی ہے

اللہ عزوجل نے قرآنی وحی کی علامت سمجھائی کہ اس کے اصول نہایت پکے ہوتے
ہیں قرآنی باتوں میں کوئی تذبذب نہیں ہوتا، وہ اپنے مفہوم میں ٹھوس ہوتی ہیں۔ جس کیلئے
فرمایا کہ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (17.9) یعنی قرآن حکیم
جن اصولوں سے ہدایت فرماتا ہے وہ نہایت پکے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ ان کی نشانی سمجھائی
کہ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (4.82)
اگر یہ اللہ کے سوا غیروں کے بنائے ہوئے ہوں گے تو وہ اختلافات کے کشکول ہوں گے۔

جس طرح کہ جناب قارئین آپ نے دیکھا کہ قرآن دشمن امامی علوم کے جملہ مکاتب فکر اور
سارے سکول آپس میں ٹکرائے ہوئے ہیں، اس حد تک ان کی نماز بھی ایک نہیں ہے کیونکہ ان
کے علم کی بنیاد غیر قرآنی ہے۔ قرآن کو تو اللہ نے ایسی حکمتوں سے ترتیب دیا ہوا ہے کہ اس میں
سراسر ہدایت ہی ہدایت، رحمت ہی رحمت ہے۔ اس کے پڑھنے والے کیلئے شرط یہ ہے کہ
اسے سچ اور حق کی تلاش اور طلب ہو اور وہ بہتر سے بہتر علم کی جستجو رکھتا ہو، ایسے نہ ہو جو کوئی
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ ''مُّهِيْنٌ'' (31.6)
قارئین کرام اس آیت پر غور فرمائیے کہ جو لوگ لَهْوَ الْحَدِيْثِ پر پیسے خرچ کرتے ہیں
لَهْوَ الْحَدِيْثِ یعنی خرافات بھری ایسی واہی تباہی حدیثیں جس سے پڑھنے والا لِيُضِلَّ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ یعنی جو علم حق سے، قرآن سے بے خبر ہونے کی وجہ سے
اس کا پڑھنے والا اللہ کی راہ حق سے بھٹک جائے اور اس لَهْوَ الْحَدِيْثِ کو علم کو مذاق اور
بیہودہ مسخریوں کا ذریعہ بنائے رکھے۔ میں قارئین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ امام
بخاری کی کتاب النکاح کے اندر ایک حدیث جو اس نے اپنے ترجمۃ الباب میں فٹ کی ہے
کہ **لایطرق اهله لیلا اذا طال الغیبة مخافة ان یخونهم او
یلتمس عثراتهم** یعنی جب کوئی آدمی کافی دن باہر رہنے کے بعد اپنے گھر کو واپس آئے
تو اگر رات کا وقت ہو تو گھر میں نہ جائے، اس خوف سے کہ کوئی ان کی پردہ والیوں کو خیانت

کے خیال سے چمٹا ہوا نہ ہو۔ جناب قارئین یہ حدیث وحی غیر متلو کی امام مسلم نے بھی اپنی
کتاب کی کتاب الامارۃ میں نقل کی ہے۔ جس کا جلد نمبر 2 ہے صفحہ نمبر 144 ہے مطبع قدیمی کتب
خانہ آرام باغ کراچی۔

اب کوئی بتائے کہ اس قسم کی حدیثوں سے بڑھ کر اور کون سی حدیث لَهْوَ الْحَدِيْثِ
ہو سکتی ہیں کہ ان سے کوک شاستر بھی شرمائے۔ ان کیلئے اللہ نے فرمایا کہ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ ''مُّهِيْنٌ'' یعنی اس طرح کی حدیثوں کو امت کے سروں پر وحی غیر متلو اور وحی خفی کے
ناموں سے مارنا لوگوں کی خیرات اور صدقات کے چندوں سے ان کی اولاد کو اقوال رسول کے نام
سے ایسی شرمناک فحاشی پھیلانے والی حدیثیں پڑھانا ایسے استاد الحدیث لوگوں کیلئے قرآن نے
فرمایا کہ لَهُمْ عَذَابٌ ''مُّهِيْنٌ' یہ ہمیشہ خوار اور ذلیل رہیں گے۔

اللہ وحی غیر متلو کو نہیں چاہتا

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَ
نَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَا اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ
تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ
رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ
وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ
(10.14-15) یعنی جب ان کے اوپر وحی متلو کی ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جن لوگوں
میں ہمارے حقائق کے سامنے آنے کا دم نہیں ہے وہ کہتے ہیں اس قرآن کے عوض کوئی اور
قرآن لاؤ یا اس وحی میں مسائل کو تبدیل کرو تو اے محمد تم انہیں کہو کہ میرے اختیار میں نہیں ہے
کہ میں وحی متلو کے مسائل کو اپنی طرف سے تبدیل کر سکوں، میں تو صرف وحی متلو کا تابعدار
ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے، میں ڈرتا ہوں یوم عظیم کے عذاب سے اگر میں نے اپنے
رب کی وحی متلو میں تھوڑی سی بھی نافرمانی کی، ہاں اگر اللہ کا قانون مشیت اجازت دیتا کہ وحی
متلو تمہارے سامنے پیش نہ کروں تو میں اس طرح کر بھی لیتا لیکن اللہ کا قانون تو مجھے قابو نے

ہوئے ہے کہ میں تمہارے سامنے صرف وحی متلو پیش کروں اور سمجھاؤں اور میں تو تمہارے درمیان ایک عمر تمہارے ساتھ رہ چکا ہوں اس لئے تمہیں تو پتہ ہے کہ میں امانت میں خیانت نہیں کرتا اس لئے کچھ عقل سے کام لو، میں کس طرح وحی متلو کے قوانین میں تبدیلی کروں گا۔

تو جناب قارئین محترم! اس آیت کو بار بار غور میں لانے کے بعد تھوڑا سا اپنے حافظہ سے کام لیں کہ اس قرآن نے نابالغ بچوں کی شادی پر نکاح کی عمر کیلئے بلوغت جسمانی اور فکری کا قانون (4.6) لاگو کیا تو اس میں یزدجرد کے تھنک ٹینک کے حدیث ساز اماموں نے قرآن کے اس قانون کو تبدیل کر کے نابالغ بچوں کی شادی کو جائز بنا دیا اور اس سورس کا نام وحی غیر متلو رکھا۔ آپ قرآن کریم کے اس انقلابی اعلان سے بھی اچھی طرح واقف ہوں گے کہ **وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ** (53.39) یعنی دنیا میں ویلیو سونے چاندی یا کسی سکے کی نہیں ہے ویلیو صرف انسان کی جسمانی محنت کی ہے۔ تو قرآن کے اس نہایت لیٹسٹ انقلابی اعلان کو بدلنے اور رد کرنے کیلئے فارس کی اساورہ شاہی اور یزدجرد کی امامی نام کی دانشگاہ نے جاگیرداری کے جواز کی حدیثیں بنائیں اور ایک سو روپیہ پر سال میں ایک بار ڈھائی روپیہ زکوۃ دینے کی حدیثیں بنا کر سرمایہ داریت اور ذخیرہ اندوزی کو فروغ دے کر قرآن کے نظریہ **قُلِ الْعَفْوَ** (2.219) یعنی تمہاری ضروریات سے فاضل جملہ مال خرچ کر دو، کو ان حدیث سازوں نے تبدیل کر دیا۔ سال میں ایک بار ذخیرہ کی چالیسویں پتی زکوۃ کے نام سے دینے کی حدیثیں یہ قرآن کے خلاف ہیں۔ یہ فارس کے اماموں کی قرآن دشمن ذہنیت کی ایجاد ہیں۔ ان کو انہوں نے وحی غیر متلو کا نام دے کر وحی متلو کے حکم **قُلِ الْعَفْوَ** کو بدل ڈالا ہے جس کیلئے رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ **مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ** یعنی مجھ میں اتنی پاور نہیں کہ میں وحی متلو والے احکام قرآن کو بدل سکوں۔ تو یہ کام اماموں نے وحی غیر متلو کے نام سے کر کے دکھایا۔ جناب قارئین ان بادشاہ پرست دانشوروں اور سرمایہ داروں کے قرآن دشمن کاسہ لیس تنخواہ خور اماموں کیلئے قرآن نے فرمایا کہ **وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ** (28.41) یعنی ان فرعونیت کے نمائندوں کو

ہماری موسوی اور محمدی تحریک نے ایسا تو آدبوچا ہے کہ یہ لوگ دوزخ کی زندگی کی طرف بلانے والے امام بن گئے ہیں اور اس امام باڑہ سے قرآن کے خلاف پروپیگنڈا چلائی جاتی رہی کہ معاشیات کے معاملہ میں برابری کا کوئی حکم اور خدائی قانون نہیں ہے تو اللہ نے انہیں ان کے پراپیگنڈا کا جواب دیا کہ **وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ** (41.10) یعنی اللہ نے اس دھرتی میں جو وسائل رزق ودیعت فرمائے ہیں یہ **سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ** حاجتمندوں میں برابری کی بنیادوں پر دیئے جانے ہیں تو ان بادشاہی چیلوں نے ماتم شروع کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کمائے کوئی اور کھائے کوئی۔ ایک اچھی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کی وجہ سے کوئی زیادہ کما لیتا ہے اور کوئی نااہل اور نکما ہونے کی وجہ سے زیادہ نہیں کما سکتا تو اس طرح سے تو برابری نہیں ہوئی تو قرآن نے جواب دیا کہ **أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ** یہ کون ہوتے ہیں سرمایہ پرستی والے فقہ ساز اور حدیث ساز امام، کیا ہماری رحمت روزگار کی تقسیم کا ٹھیکہ انہوں نے اٹھایا ہے؟ **نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا** (43.32) یعنی ہم نے ان کے درمیان ان کی معاشیات کی تقسیم خود کی ہے۔ اس تقسیم کا فلسفہ ہمارا ہے کہ کوئی بھوکا ننگا پیاسا اور بے گھر نہ رہے (20.118-119) جہاں تک صلاحیتوں اور میرٹ کا مسئلہ ہے تو یہ فرق ہم نے جان بوجھ کر خود کیا ہے کہ **لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا** یعنی کوئی عقلمند جسمانی کمزور یا معذور کسی طاقتور و تومند سادہ عقل والے سے کام لے سکے، کوئی انجینئر بنے، سائنسدان بنے، کوئی مزدور بنے، چوکیدار اور دربان بنے، یہ کاموں کی کوالٹی میں تو فرق ہم نے کیا ہے لیکن اسباب معاش کیلئے قانون **سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ** (41.10) برابری والا چلے گا۔

قرآن کے اس فلسفہ کے خلاف پھر یہ سرمایہ داروں کے اور بادشاہوں کے مراعات یافتہ تنخواہ خور، حدیث ساز، فقہ ساز اماموں نے یہ وحی غیر متلو ایجاد کی۔

جناب قارئین! یہ ایک حدیث ہے کتاب الانبیاء کے اندر، حدیث کا باب بغیر نام

سے ہے باب کا نمبر 353 ہے اور حدیث کا نمبر 689 ہے یہ اردو مترجم تین جلدوں والی بخاری کی جلد نمبر دوم ہے۔ اس میں بخاری نے ابو ہریرہ کے نام سے لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص سے اس کی زمین خرید کی تو خریدار نے زمین کے اندر سونے کا کنواں پایا (میرے پاس اردو مترجم بخاری نے لفظ جدۃ کا ترجمہ کیا ہے گھڑا یعنی مٹکا اور فیروز لغات والے نے جدۃ کا معنی کنواں لکھا ہے) تو خریدار نے زمین بیچنے والے کو جا کر کہا کہ آپ کی زمین میں سونا ملا ہے میں نے آپ سے زمین خرید کی ہے سونا نہیں خرید اس لئے سونا آپ کا ہے وہ لے جائیں تو زمین بیچنے والے نے کہا کہ میں نے زمین کو اس کے اندر کی سب چیزوں سمیت بیچا ہے اس لئے یہ سونا آپ کا ہوا۔ خریدار بولا کہ میں نے زمین آپ سے خرید کی ہے سونا نہیں خریدا اس لئے سونا آپ کا ہے۔ اس پر یہ دونوں ایک ثالث کے پاس فیصلہ کرانے گئے تو اس نے دونوں سے پوچھا کہ تمہاری اولاد کیا ہے؟ تو ایک نے کہا میرا ایک بیٹا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ مجھے ایک بیٹی ہے۔ تو ثالث نے کہا کہ لڑکے کا لڑکی سے نکاح کراؤ اور ان دونوں پر یہ سونا خرچ کرو۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ **وانفقو علی انفسهما منه وتصدقا** تو میرے پاس نسخہ میں مترجم نے لکھا ہے کہ ان دونوں پر صرف کرو۔ دوعدد مترجم صاحبوں نے **وتصدقا** یعنی ان پر خرچ بھی کرو اور کچھ صدقہ بھی کرو، لفظ **تصدقا** کے معنی کئے ہی نہیں خبر نہیں کہ کیوں؟ میری اس شکایت کا مقصد قارئین کو یہ بتانا ہے کہ بخاری اور اس کے حدیث ساز استادوں نے حدیث سازی میں تھوڑا سا تقیہ کیا ہے لیکن ان بیسویں صدی کے مترجم شیخ الحدیثوں کو اب تقیہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ موجودہ دور میں مسلم امت سے مکمل طور پر اپنے زعم میں قرآن چھین چکے ہیں اس لئے انہیں کوئی پرواہ نہیں کہ ان لوگوں کو کوئی بخاری تک کے جملہ ایسے اماموں کو قرآن دشمن ثابت کر سکے گا۔

ہاں تو جناب قارئین! آپ نے حدیث کی عبارت سازی پر غور فرمایا یا نہیں؟ ایک تو بخاری نے اس حدیث کے باب میں اپنی طرف سے کوئی سرخی نہیں لگائی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ

تھی کہ یہ حدیث انہوں نے ایسی گھڑی ہے کہ اس سے ان کا مقصد بغیر سرخی لگائے ہر پڑھنے والے کو صاف صاف سمجھ میں آسکے گا کہ اس سے یہ لوگ ایک تو یہ مسئلہ ثابت کر گئے ہیں کہ زمین ایسی شخصی ملکیت ہے جو بیچی اور خریدی جا سکتی ہے جبکہ زمین کیلئے اللہ کا قانون ہے کہ یہ ان لوگوں کو مفت میں دی ہے جو فارمر ہوں اور جب تک وہ لوگ زمین پر اپنے ہاتھوں سے اصلاحی عمل قائم رکھیں گے اس وقت تک وہ وارث ہوں گے اور جس دن سے انہوں نے زمین کی اصلاح کرنا چھوڑ دی اور کسی زیر دست اور غیر سے آباد کرانا شروع کیا تو اس وقت سے وہ زمین ان محنت کرنے والوں کی ہو جائے گی جو اپنے ہاتھ سے اسے آباد کرتے ہو ں گے۔ یہ ہے حکم آیت **وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ** (21.105) کا۔ اس حدیث میں روایت سازوں نے قرآن کے وحی متلو کے قانون **وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** (3.180) کو اس بخاری کی روایت کے ذریعے، وحی غیر متلو کے ذریعے، وحی خفی کے ذریعے انہوں نے قرآن کے انقلابی اعلان کہ **وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** (3.189) یعنی دھرتی اور آسمانوں پر مالکیت کا حق، ملکیت کا حق صرف اللہ کا ہے۔ زمین کے لوگ اسے اپنی موروثی میراث نہ سمجھیں۔ اس وحی متلو کو ان حدیث سازوں نے توڑا ہے۔ یہ حدیث سازوں کی سازش ہے اور اس سازشی سوچ کو چھپانے کیلئے امام بخاری نے اس حدیث پر اپنا فقہی عنوان جان بوجھ کر فٹ نہیں کیا اور اس من گھڑت حدیث کے اندر جعلسازی کا دوسرا آئٹم سرمایہ داروں کو خوش کرنے کا یہ بھی شامل کیا کہ زمین میں سونے کا کنواں بھی تھا۔ پہلے مالک کو تو معلوم نہیں ہو سکا (شاید اندھا ہوگا) دوسرے مالک کو فوراً وہ کنواں سونے کا مل گیا اور عجب بات ہے کہ یہ لینے اور بیچنے والے ایسے تو مکار قسم کے پرہیز گار ہیں کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی سونے کے کنویں کا مالک بننا قبول نہیں [illegible]۔ پھر جب تیسرا جج ایک کی بیٹی دوسرے کے بیٹے کو بیاہ کر دیتا ہے پھر اس نئے جوڑے کو سونا حوالے کرتا ہے تو یہ بیچنے والا اور خرید کرنے والا دونوں اس فیصلہ پر راضی ہو جاتے ہیں۔ جناب قارئین کیا

زمین کے ان بائع اور مشتری کی یہ رضامندی، بدمعاشی نہیں ہوئی؟ کہ ان کے بیٹے اور بیٹی کی شادی سے پہلے اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی سونا لے لیتا تو کیا اس وقت اس کے گھر میں موجود وہ بیٹی یا بیٹا اسے نہ کھاتا اور استعمال نہ کرتا جو یہ نام نہاد فرضی قسم کے پارسا لوگ سونے کو ہاتھ ہی نہیں لگا رہے تھے کہ یہ پرائی چیز ہے ہم حرام نہیں کھائیں گے اور جب کوئی ہیولی ٹائپ امامی جج یہ کنویں والا سونا ان کے بیٹے اور بیٹی کے حوالے کرتا ہے وہ پھر یہ سونا استعمال میں لاتے ہیں تو اس کے بعد جائز اور حلال ہو جاتا ہے۔

جناب قارئین اس حدیث کے اندر سرمایہ داریت کو نولمٹ ملکیت کا مالک بننے کا جو سرٹیفکیٹ دیا گیا ہے، یہ ہے وہ خفیہ وحی جو یزدجر کی امامی تھنک ٹینک نے ازبکستان، کرغزستان، سمرقند، بخارا سے پیکج کی شکل میں بذریعہ امام عبدالرزاق کے سلطنت اسلامیہ کی طرف علاقہ حجاز میں ایکسپورٹ کیا ہے۔ (امام عبدالرزاق کو علم اسماء الرجال والے خوب جانتے ہیں) اور یہ وحی غیر متلو اور خفیہ وحی کے ذریعے کاٹا ہے، توڑتا ہے، وحی متلو اور اللہ کی کتاب قرآن کے قانون کو، جس میں حکم دیا گیا ہے کہ یہ والی بخاری کی حدیث کہ سونے کے کنوئیں والی زمین کا بیچنے والا اور لینے والا دونوں اگر سونا لینے کیلئے تیار نہیں بھی ہیں تو یہ فیصلہ بھی غلط ہے کہ ان کے بیٹے اور بیٹی کی شادی کرا کر سونا ان کے حوالے کرو۔ تو یہ والا حدیث ساز اماموں کا فیصلہ قرآن کی آیت کی لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ (59.7) یعنی دولت کی تقسیم ایسے نہ ہو کہ جو صرف غنی لوگوں کے بیچ میں چھجے کی لوٹوں کی طرح پھرتی رہے اس طرح کا فیصلہ غلط ہے۔

کتاب حجیت حدیث کے فاضل مصنف مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 8 پر سنت کی تعریف میں لکھا ہے کہ علوم حدیث کے ماہرین نے سنت کی درج ذیل تعریف بیان کی ہے۔ ''رسالت مآب نبی اکرم ﷺ کا کوئی قول و فعل یا تقریر سنت کہلاتی ہے'' آگے پھر مصنف صاحب اصطلاح تقریر کی وضاحت فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی کوئی بات رسول اللہ کے سامنے بیان کرے پھر رسول اللہ اس کی توثیق فرمائے یا ناپسندیدگی کا

اظہار فرمائے بغیر سکوت اظہار فرمائیں تو خبر سنانے والے آدمی کی بات کو حدیث اور سنت کا درجہ مل گیا ایسی حدیث کو تقریر کا نام دیا گیا ہے تو جناب قارئین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ والی بخاری کی خلاف قرآن سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو جنم دینے والی حدیث اور کسی نے کیا یہ تو خود رسول اللہ کی زبانی انہوں نے منسوب کی ہوئی ہے۔ اس حدیث کا درجہ تو تقریر نامی قسم کی حدیث سے بھی اوپر ہو گیا۔ اس حدیث وحی غیر متلو کے ذریعے آپ نے دیکھا کہ جاگیرداری کی خشت اوّل جو کہ زمین کے اوپر حق ملکیت کسی بھی، غیر مصلح، غیر حاضر اور استحصالی کی تسلیم کرنا اور سونے کے کنوئیں کو ریاست کے بیت المال میں دے کر نیشنلائز کرنے کی بجائے دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ سرمایہ داروں کے بیچ میں پھرنے والی لوٹی بنادینا یہ تو قرآنی قانون کی تردید ہوئی۔ یہ تو قرآن جیسے وحی متلو میں تبدیلی ہوئی۔ جس کیلئے رسول اللہ نے فرمایا کہ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ، یعنی میری مجال نہیں ہے کہ میں وحی متلو کے انقلابی قوانین میں کوئی تبدیلی لاسکوں مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ یعنی یہ جو قوانین وحی متلو کے مل چکے ہیں یہ اٹل ہیں۔ اب اگر ان میں کوئی تبدیلی کی بات کرتا ہے تو وہ اللہ کی طرف سے جو بات آئی سو وہ آ چکی اس میں تو تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔ رہی بات یہ کہ یہ قوانین وحی متلو کے تمہیں پسند نہیں ہیں تو اس کی دوسری صورت یہ ہوگی کہ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ میں اپنی طرف سے ان قوانین کے خلاف ان قوانین کو رد کرنے کی باتیں تمہیں سناؤں، سو تم یہ حقیقت پلے میں باندھ رکھو کہ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ میں تو اپنی طرف آنے والی وحی متلو کا تابعدار ہوں۔

جناب قارئین میں امید کرتا ہوں کہ حقیقت آپ کے اوپر کھل گئی ہوگی کہ جو بھی روایات بنام حدیث مسائل قرآن کے خلاف ہیں جس طرح آپ نے ابھی یہ حدیث پڑھی یا عائشہ صدیقہ سے چھ سال میں نکاح اور نو سال میں بیاہ کی رسول اللہ کی طرف منسوب حدیثیں اور غلام سازی کی سینکڑوں بلکہ ہزاروں حدیثیں یہ سب رسول اللہ کے اسم گرامی کی طرف غلط طور پر جھوٹ کی بنیاد پر جعلسازی کے نمونہ سے منسوب شدہ ہیں اور ان کو جو وحی غیر متلو کا نام دیا

گیا ہے اس کا صاف صاف مطلب قرآن سے جنگ ہے، اس کا صاف صاف مطلب قرآن سے انکار ہے، جو کہ خود رسول علیہ السلام نے خود بھی دشمنوں کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں وحی متلو کا تابع ہوں، اس کے خلاف کسی چیز کی بھی مجھ سے یہ امید نہ کرو کہ میں کوئی وحی متلو کے قوانین اور اعلانات میں وحی غیر متلو کے نام سے تبدیلی لاؤں گا۔ میں نے تو یہ وحی متلو اللہ کی مشیت کے تحت سنائی ہے پہنچائی ہے۔ **قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ** اللہ کی مشیت نہ ہوتی، اللہ کا قانون مشیت نہ چاہتا ہوتا تو یہ وحی متلو میں تمہیں نہ سناتا اور سمجھاتا سو جان لو کہ اللہ کے قانون مشیت کے ماتحت میں نے یہ وحی متلو آپ تک پہنچائی ہے، اب اگر آپ ان احکام میں تبدیلی کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہ **مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ** یعنی بقول تمہارے وحی خفیہ اور غیر متلو نامی سو اس طرح کی ساری تک و دو یہ وحی خفی اور غیر متلو کے نام سے یہ تو اللہ کی مشیت کے خلاف ہوگی، یہ وحی متلو میں تبدیلی ہوگی جو مجھ جیسے وحی کے تابعدار سے اس طرح ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ **فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا** میں نے تمہارے ساتھ ایک عمر بسر کی ہے تم مجھے نہیں سمجھ سکے ہو؟ یہ پہاڑ تو اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں لیکن قول محمد مصطفیٰ، زمین جنبد نہ جنبد قول محمد، میں تبدیلی نہیں آسکتی۔ یہ وحی غیر متلو اور وحی خفی یہ سب کچھ تمہاری کرشمہ سازی ہے۔ **يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ** (61.8) تم نے یہ ناٹک اس لئے رچائے ہیں کہ تم وحی متلو کے نور کو وحی غیر متلو نامی یزدجری تحریک سے بجھا دو۔ لیکن یاد رکھو تمہارے اندر اتنا دم نہیں، اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے دنیا کو ان خانقاہی و امامی ایجادات کی ذہنی و جسمانی غلام سازی کے اندھیروں سے نکال کر آزادی کی روشنی کی طرف لا کر دکھائے گا۔ چہ جائیکہ یہ منکرین وحی متلو جلتے رہیں، بھلتے رہیں اپنی کراہتوں میں۔

وحی غیر متلو کا پس منظر

عالمی سامراج جو کہ نزول قرآن کے زمانے میں یہود و نصاریٰ اور مجوس پر مشتمل تھا ان کی دنیا پر بادشاہت اور غلام سازی کو قرآن نے آ کر للکارا، دیکھتے ہی دیکھتے قیصر و کسریٰ کے شاہی تاج انقلابیوں کے قدموں پر آ کر گرے اور کل کی غلام بنائی ہوئی قومیں اور افراد آج سر اٹھا کر جینے اور چلنے لگے۔ قرآن نے جو انقلابی اقدامات اٹھائے تھے ان میں سے جو بنیادی قسم کے اعلانات تھے، غلامی پر بندش کیلئے اس کی جو جڑ تھی یعنی لڑائیوں میں قید کرنے کے بعد انہیں غلام بنایا جاتا تھا، قرآن نے **مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى** (8.67) کے حکم سے اپنے رسول کی معرفت اس رسم بد کو ختم کر دیا اور جو محنت کشوں کی محنت کا استحصال کیا جاتا تھا اس پر بندش کا اعلان فرمایا کہ **وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى** یعنی ہر شخص اپنی کمانے کی مقدار سے زائد کا استحقاق نہیں رکھ سکتا۔ اور بچوں کے کم سنی میں نکاح کرنے پر پابندی لگائی گئی کہ **حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ** (4.6) جب تک وہ نکاح والی بلوغت عمری اور ذہنی بلوغت کو نہ پہنچ پائیں تو اتنے تک ان کی نام نہاد وحی غیر متلو والی شادی **لا نکاح الا بولی** پر بندش ڈالی گئی۔ بہر حال اس طرح کے اعلانات سے قرآن حکیم بھرا ہوا ہے جس کی وجہ سے شاہی ایوانوں اور اساورہ شاہی کے محلاتوں میں زلزلے آ گئے اور غلامی کی زنجیریں توڑ دی گئیں۔ ان انقلابی اصلاحات کا اثر جب اپر کلاس سوسائٹی پر پڑا تو انہوں نے بھی کمر باندھ کر مقابلہ کی تحریک چلائی۔ اب ان میں میدان جنگ میں برسرپیکار آ کر لڑنے کا دم تو رہا نہیں تھا سو انہوں نے اس انقلاب کے فکری اور نظریاتی پیکج قرآن کی ریسرچ کر کے اس کے توڑ کیلئے سوچا کہ اب کیوں نہ انقلاب کے بانی رسول اللہ کے نام سے ایسا چکر چلائیں جو قرآن کے سارے انقلابی فرامین منسوخ، متروک العمل اور ترمیم و تبدیل کے تیروں سے چھلنی کر دیں۔ تو ان کی دانش گاہوں اور تھنک ٹینک کے امام نامی دانشوروں نے یہ طے کیا ہے کہ اب یہ مشہور کیا جائے کہ اس کتاب قرآن کی جو تفسیر رسول نے سنائی تھی وہ حدیث نامی علم الروایات میں ہے۔ سو اگر قرآن سمجھنا ہے تو یہ ان کی والی حدیثیں پڑھیں

ملکی، ریاستی، ساجی، معاشرتی قوانین بنانے ہیں تو ان کی والی حدیثوں کی رہنمائی میں فقہ بناؤ اور حدیثوں کے پیچھے چلو۔ قرآن کو صرف تبرک کیلئے بن سمجھے پڑھو، اس طرح کی تلاوت سے ایک ایک حرف کی دس نیکیاں ملیں گی، یہ کتاب پڑھنا صرف باپ دادوں، دادیوں، نانیوں کی روح کے واسطے ایصال ثواب کیلئے ہے، مسائل حیات کی رہنمائی ان کی والی حدیثوں سے اخذ کریں جو رسول اللہ نے چپ چپات میں وحی خفی کے طور پر دے دی تھیں اور اس کو قرآن کی وحی متلو کے مقابلہ میں وحی غیر متلو ہی سمجھ لو۔

عام لوگوں کو پریشان کرنے والی بات

جناب قارئین عامۃ الناس، سرمایہ داروں کے ایجنٹ، قرآن دشمنوں کی اس بات کے چکر میں آجاتے ہیں کہ علم الروایات اور علم حدیث وہ ہے جو رسول نے قرآن کی تفصیل، شرح اور تفسیر سمجھاتے اور سناتے وقت جو کچھ فرمایا، ان فرمانوں کا نام حدیث ہے۔ تو جناب یہ مسئلہ تو خود اللہ پاک نے حل کیا ہوا ہے کہ یہ ایسی کتاب آپ کی طرف بھیجی گئی ہے جس کی آیات اور قوانین نہایت پختہ کی ہوئی ہیں اور تفسیر کردہ شدہ ہے اور یہ تفصیل بھی اللہ حکیم وخبیر کی جانب سے کی گئی ہے۔ **الٓر کِتٰبٌ "اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ" ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ** (11.1) اب اس آیت پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ قرآن نازل ہوا ہی تفصیل شدہ ہے اللہ کی جانب سے، اب کوئی سنائے کہ اللہ نے اپنی طرف سے جو تفصیل کے ساتھ جو کلام بھیجا ہے اب اس صاحب کلام اور متکلم کتاب کی تفصیل کے عوض اور بدلہ میں کوئی بھی کہے کہ یہ میری طرف سے تفسیر قرآن یہ ہے تو پھر وہ تو گویا کہ اللہ کی تفصیل اور تفسیر کا انکار ہوا اور واقعتاً حدیثوں کے نام سے جتنے بھی مسائل لائے گئے ہیں وہ قرآن کے احکامات کا انکار کرتے ہیں۔ جس طرح کہ ابھی آپ نے نکاح کی عمر کے بارے میں قرآن کا موقف پڑھا اور حدیثوں کا موقف تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ان حدیث ساز اماموں نے اور تو اور خود رسول اللہ کا بی بی عائشہ سے اس کی چھ سال کی عمر میں منگنی کرائی ہوئی ہے۔

اب آئیں پھر غور فرمائیں آیت (11.1) پر کہ اس میں ایک تو اللہ نے بتایا کہ یہ

کتاب میں نے خود تفسیر کرکے محکم شکل میں قرآن نازل کیا ہے۔ تو اس کیلئے صیغہ مجہول کا استعمال کیا گیا کہ **ثُمَّ فُصِّلَتْ** یعنی یہ کتاب نزول سے پہلے، نزول کے ساتھ، نزول کے وقت ہی تفصیل شدہ ہے وہ بھی من جانب اللہ، اللہ کی تفسیر کی ہوئی ہے۔ دوسرے نمبر پر دوسری آیت میں یہ بھی تاکید فرمائی کہ جبکہ یہ کتاب میری تفسیر کردہ ہے تو اب یہ لازم ہو گیا، تم پر واجب ہو گیا کہ **اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ** یعنی میری جانب سے تمہیں ملی ہوئی کتاب کے مقابلے میں اللہ کے سوا کسی اور کا کہا نہ مانو یعنی اس وحی متلو کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی، اس کتاب میں جملہ احکام اللہ کے ہیں اس لئے رسول اللہ کو حکم دیا گیا کہ وحی غیر متلو اور خفی کی چکر بازیوں کا بھی اعلان کرو کہ وہ آپ کے ارشادات کا حصہ نہیں ہیں۔ اس لئے نبی علیہ السلام سے بھی کہلوایا گیا کہ **اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ "وَّبَشِیْرٌ"** یعنی اے قوم میں جو تمہیں برے کاموں کے انجام سے ڈراتا ہوں یا تمہارے بہتر کاموں کے نتیجے میں انعامات کی خوشخبری سناتا ہوں تو وہ بھی سب اسی تفصیل کردہ ملی ہوئی کتاب کا ہی حصہ ہوتا ہے۔ یہاں آیت (11.2) میں جو قارئین کو **اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ "وَّبَشِیْرٌ"** کا خلاصہ میں نے پیش کیا، کیا اس سے کوئی سمجھ سکا کہ قرآن نے کیا کیا تو بتا دیا؟ میرا خیال ہے کہ کم ہی لوگوں نے سمجھا ہوگا کہ قرآن نے کیا کچھ بتا دیا۔

جناب قارئین اس آیت میں قرآن نے سمجھا دیا کہ جتنی بھی نذیر اور بشیر کے موضوع سے متعلق احادیث ہیں یعنی عذاب قبر، سکرات موت، میدان قیامت میں وفود کا آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام کے پاس حساب شروع کرانے کیلئے جانا، احتساب کی تفاصیل، بال سے باریک اور تلوار سے تیز پل صراط اور جنت کی جملہ وہ غیر قرآنی تفاصیل والی ہزاروں کی تعداد والی جملہ حدیثیں جھوٹی، فرضی اور من گھڑت ہیں کیونکہ اس آیت میں واضح طور پر رسول اللہ نے اعلان کر دیا کہ برائی کے انجام سے ڈرانے اور نیکیوں کے عوض خوشخبری کی جو بھی بات میں نے آپ کو سنائی ہے وہ **اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ "وَّبَشِیْرٌ"** (11.2) میں نے آپ کو اسی قرآن سے انذار اور بشارت کی ہی آیتیں سنائی ہیں۔ اس

موضوع پر جتنی بھی حدیث نامی روایات خواہ وحی غیر متلو کے نام سے یا وحی خفی کے نام سے ہوں یہ سب کی سب حدیثیں میری نسبت سے غلط ہونگی اور افتراء ہونگی اور اختراع ہونگی۔

جناب قارئین یہاں تک کی یہ بات آیت (11.2) کے حوالہ سے، میرے خیال میں اگر قارئین مکمل طور پر نہ سمجھ سکے ہوں تو اللہ کی اس تفصیل شدہ کتاب میں تصریف آیات کی ٹیکنالوجی سے کھولتے جائیں تو قرآن آپ کو وہ حقائق سمجھائے گا جن کے ذریعے دشمنان قرآن یزدجری دانشگاہ کی امامی تحریک اور جنگل کی حویلیوں کی ربوہ، رائیونڈ، اچھرہ سے ہوتی ہوئی ہمارے دارالعلوموں تک کی راہداریاں نظر آنے لگیں گی۔

سورۃ اعراف میں ہے کہ **قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ** (7.188) یعنی اے پیغمبر اعلان کر دیجئے کہ میں تو اپنی جان کے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں، اس معاملے میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے قانون مشیت کے تحت ہوگا۔ اگر میں غیب کی خبریں جانتا ہوتا تو اپنے لئے خیر کے سارے انواع اکٹھے کر لیتا اور مجھے کوئی برائی آڑے نہ آتی (جبکہ میرے کئی ساتھی قتل کئے گئے ہیں) **اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ** میری کمپلیٹ ڈیزگنیشن، میرا مکمل تعارف یہ ہے کہ میں صرف نذیر اور بشیر ہوں۔ جناب قارئین قرآن کے الفاظ کہ **اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ** یہ جملہ رسالت کے مشن اور نبوت کی تحریک میں رسول اللہ کا مکمل تعارف ہے کہ وہ انقلاب کے والنٹیئروں کیلئے بشیر تھے یعنی فلاح کی بشارت دینے والے تھے اور انقلاب دشمنوں کیلئے ان کے برے انجام سے ڈرانے والے تھے گویا کہ پوری رسالت کی کاز نذیر اور بشیر ہے۔ تو آپ نے سورۃ ہود کی آیت نمبر 2 میں پڑھا کہ رسول نے فرمایا کہ **اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ** یعنی میری پوری رسالت کی فکری نظریاتی علمی پیکیج **مِنْهُ** ہے یعنی اسی اللہ کی تفصیل کردہ کتاب سے ہے، اس سے باہر جو بھی کچھ وحی غیر متلو اور وحی خفی نام کی باتیں ہیں وہ **مِنْهُ** نہیں ہیں

یعنی قرآن سے نہیں ہیں، وحی متلو سے نہیں ہیں۔ اس لئے جان لینا چاہیے کہ وحی غیر متلو کی اصطلاح، وحی خفی کی اصطلاح **وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ** (28.41) یعنی ان بادشاہ پرست فرعونی باقیات نے **وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ** یعنی فرعون اور اس کے مارشل لا افسروں نے زمین پر بڑے تکبر سے وحی متلو (حق) کے خلاف مہم چلائی ہوئی تھی پھر ہماری سوسی تحریک نے بھی ان کو ایسا دبوچا کہ یہ لوگ ہو گئے **اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ** یعنی دنیا میں جو بھی فرعونیت کی بحالی، قیصریت کی بحالی اور کسرویت کی حمایت کرے گا تو گویا وہ انسانیت کو پھر سے غلامی اور غلام سازی کی آگ کی طرف دعوت دے رہا ہوتا ہے۔ تو یہ جو وحی غیر متلو اور وحی خفی کی قرآن دشمن، برقعہ پوش، تقیہ بازی والی تحریک چلا رہے ہیں، یہ سب کے سب **اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ** (11.2) آیت کے حکم کے منکر ہیں۔ اس آیت میں صاف صاف طور پر رسول اللہ نے اعلان فرمادیا ہے کہ میری رسالت کا جملہ علم اسی قرآن سے ہے جس کی تفصیل اللہ حکیم اور خبیر کی طرف سے کی ہوئی ہے۔ اب جو بھی کوئی فرد یا گروہ رسول اللہ کے نام کی غیر قرآنی حدیثیں سنائے تو وہ رسول اللہ کے اس اعلان **اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ** کا منکر ہوگا، اس اعلان کی روشنی میں وہ کذب بیانی کر رہا ہوگا، غلط بیانی کر رہا ہوگا۔

اللہ اور رسول کے درمیان تفریق کی سازش

فاضل مصنف کتاب حجیت حدیث علامہ تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 12 پر "رسول کی اطاعت" کی سرخی لگائی ہے اور اس کے ذیل میں اندازاً 30 آیتوں میں اطیعو اللہ والرسول کے مفہوم والی آیتیں درج فرمائی ہیں۔ پھر اس سے آگے صفحہ نمبر 23 پر "رسول کا اتباع" کی سرخی لگائی ہے جس کے ذیل میں اسی عنوان کے مفہوم والی 15 آیات درج فرمائی ہیں۔ ان جملہ 45 آیتوں کا نتیجہ صفحہ 29 پر نکالا ہے کہ اس سے قبل پیش کی جانے والی آیت قرآن **مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ** (4.80) میں یہ بات

صاف طور پر بتادی گئی ہے کہ رسول کی اطاعت حقیقتاً اللہ ہی کی اطاعت ہے اور مؤخر الذکر کو بجا لانے کا طریقہ یہی ہے کہ اول الذکر کا حق ادا کیا جائے اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ پیغمبرانہ حیثیت میں جو کچھ بھی ارشاد فرماتے یا عمل فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے حاصل شدہ وحی پر مبنی ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ کے ارشادات اور آپ کے افعال دونوں خواہ وہ قرآن میں بیان بھی نہ کئے گئے ہوں درحقیقت وحی الٰہی پر مبنی یا وحی الٰہی کے تصدیق شدہ ہیں۔

(یہاں کتاب حجیت حدیث کی عبارت ختم ہے۔)

تبصرہ

جناب قارئین آیت مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ یعنی رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ یہ ایک آیت اور اس مفہوم والی جملہ 30 آیتیں بلکہ اتباع رسول والی 15 آیتیں بھی ملائیں، پھر جملہ 45 آیتیں اطاعت رسول اور اتباع رسول کی ملانے کے بعد سب کا مفہوم واحد یہ ہے کہ یہ اطاعت اور اتباع جو رسول کا کیا جاتا ہے یہ اطاعت رسول کی رسالت کی ہوتی ہے، رسول کے رسالت نامی میسیج اور ارسال کردہ پیغام کی ہوتی ہے، جو کہ قرآن ہے، جو کہ صرف وحی متلو ہے، جو کہ اللہ کا ارسال کردہ قانون قرآن ہے۔ یہ اطاعت اس میسیج اور اطاعت کردہ قانون کی ہوتی ہے۔ پھر جب یہ اطاعت رسول کی کی جائے گی تو وہ ازخود، تو وہ خود بخود رسول کے ساتھ ساتھ پیغام ارسال کرنے والے اللہ کی بھی ہو جائے گی۔ اس بات کو مثال کے ساتھ جناب علامہ عثمانی صاحب، اس کے ہمنواؤں اور انہیں یہ فلسفہ سمجھانے والے جملہ دانشوروں کی خدمت میں سمجھانے کیلئے عرض کرتا ہوں کہ یہ اطاعت رسول، جو کہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ کے مصداق اور مترادف ہے وہ صرف اور صرف وحی متلو کی کتاب قرآن کے قوانین کی اطاعت مراد ہے۔ بیرون قوانین قرآن کی اطاعت، وہ اطاعت رسول نہ ہوگی یعنی رسول اللہ کا کوئی حکم اگر قوانین قرآن کے سوا ان کا شخصی اور ذاتی قسم کا مشورہ ہوگا تو اس کی اطاعت کا کوئی بھی شخص پابند نہیں ہے۔ اس میں ہر شخص کی اپنی مرضی ہے چاہے تو مان لے، چاہے تو نہ مانے۔ یہی معنی ہے آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ

رَسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (4.64) یعنی ہم نے جو اپنے رسولوں کی اطاعت کا حکم دیا ہوا ہے اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان کی اطاعت اللہ کے قوانین کے خلاف مسائل میں بھی کی جائے، ان رسولوں کی جو بھی اطاعت کرنی لازم ہے، وہ صرف اور صرف اذن اللہ یعنی قانون خداوندی کے حوالہ سے کرنی ہے۔ یہاں کسی کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ کیا رسول اللہ کے حکم بھی خلاف قانون قرآن ہو سکتے ہیں؟ سو یہ بات نہیں ہے کوئی بھی شخص اختیاری امور میں اپنی چوائس اور پسند اختیار کرنے کا مالک ہوتا ہے۔ سو جو مثال عرض کرنے کی میں نے اوپر گزارش کی وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ نے اپنے صحابی زید کو حکم دیا، مشورہ دیا کہ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ یعنی اپنی بیوی کو روکے رکھ طلاق نہ دے، تو اس کے باوجود فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ" مِّنْهَا وَطَرًا یعنی زید نے رسول کے حکم کے باوجود طلاق دے دی۔ تو جناب قارئین یہاں زید کو رسول اللہ نے جو حکم دیا تھا اس کا قرآن کے، اللہ کے قانون سے کوئی تعلق نہیں تھا، وہ رسول اللہ کا ذاتی مشورہ تھا، زید کے اوپر کوئی اللہ کا قانونی آرڈر نہیں تھا کہ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ یہ تو رسول اللہ کا اپنا ذاتی مشورہ تھا تو آپ نے دیکھا کہ قرآن نے خود بتادیا کہ رسول کے ذاتی حکم اور مشورہ کی زید نے اطاعت نہیں کی اور بیوی کو طلاق دے دی، تو پھر علامہ عثمانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 29 پر یہ کیونکر لکھا ہے کہ آپ کے ارشادات اور آپ کے افعال دونوں خواہ قرآن کریم میں بیان بھی نہ کئے گئے ہوں درحقیقت وحی الٰہی پر مبنی یا وحی الٰہی کے تصدیق شدہ ہیں۔ تو اس آیت (33.37) میں تو اللہ پاک نے علامہ جسٹس تقی عثمانی صاحب کی بھرپور تردید فرمادی کہ رسول اللہ کا زید کو حکم دینا کہ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ یہ آرڈر زید کی آزادی میں مداخلت ہے، زید اس حکم رسول کی اطاعت کا پابند نہیں ہے، زید اس نام نہاد ایرانی وحی، فارسی وحی، جنگل کی حویلی والے علم اور علامہ عثمانی کی غیر متلو وحی کا پابند نہیں ہے، اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خیال کے مطابق بیوی کو طلاق دے یا نہ دے۔

جناب علامہ عثمانی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ 58 پر لکھتے ہیں کہ پس پیغمبرانہ

حیثیت میں آپ نے جو کچھ فرمایا اور جو کچھ انجام دیا اور اس کے خلاف کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، مفہوم اور نتیجے کے اعتبار سے توثیق شدہ اور مستند ہے۔ جناب قارئین دیکھا آپ نے اس آیت میں رسول اللہ کا زید کو یہ حکم کرنا کہ تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے، یہ حکم یا مشورہ مکمل طور پر ذاتی شخصی صوابدید سے تعلق رکھتا ہے اس میں یعنی رسول کے ایسے مشورے میں اگر بیوی کو شوہر پسند نہیں ہے جس کے تیور دیکھ کر اس کا شوہر زید اسے طلاق دے رہا ہے تو رسول اللہ کے اس مشورے سے، حکم سے شوہر زید اور اس کی بیوی دونوں کی فکری آزادی پر اثر پڑتا ہے، جب ہی تو صحابی رسول جو قرآن کی روح کو اور ایسی قرآنی تعلیم کو خود رسول اللہ سے سبقاً پڑھ چکے تھے اور سمجھ چکے تھے تو ایسا موقعہ آنے پر شاگرد رسول نے رسول اللہ کے حکم کہ بیوی کو طلاق نہ دو، اس کی پرواہ کئے بغیر بیوی کو طلاق دے دی۔ تو اس مقام پر رسول اللہ کے حکم اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ کا وحی متلو میں ذکر بھی ہوا ہے اور زید کا اس پر عمل نہ کرنے کا بھی وحی متلو میں ذکر ہوا ہے۔ جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ زید کی طرف سے رسول کے اس حکم کی اطاعت نہ کرنا اور اس کا وحی متلو میں بیان ہو جانے کے بعد اس پر کوئی وحی کی طرف سے تنقید نہ کرنا یہ آیت (33.37) سورۃ نساء کے اعلان کہ مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (4.80) کے معنی کو کھول کر رکھ دیتا ہے کہ رسول اللہ کی اطاعت اللہ کی اطاعت کی مانند اس لئے ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کے قوانین جو صرف وحی متلو میں ہیں ان کی ہی اطاعت سے ہوتی ہے۔ تو آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (4.64) سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ اور دیگر جملہ رسولوں کی اطاعت جو کرنی ہے وہ اس لئے کہ وہ اللہ کے قانون کی ہی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ اب اس آیت (33.37) نے اچھی طرح سمجھا دیا کہ وحی غیر متلو کا کوئی وجود ہی نہیں ہے اور وحی غیر متلو اور وحی خفی کے نام سے جو انبار امت مسلمہ کو قرآن کے دیئے ہوئے فکری و عملی پرواز سے رکاوٹ بنے ہوئے ہیں یہ سب کے سب وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (4.82) کے مکمل طور پر مصداق ہیں یعنی یہ روایات کا ڈھیر تضادات کا

مجموعہ ہے جو کہ ایسے احکام اللہ کی شان کے خلاف ہیں اور جناب عثمانی صاحب کی اوپر کی عبارت میں یہ لکھنا کہ پس پیغمبرانہ حیثیت میں آپ نے جو کچھ فرمایا، یہ عبارت، یہ جملہ رسول اللہ کی حیثیت کو پیغمبرانہ اور غیر پیغمبرانہ دو قسموں میں تقسیم کر رہی ہے۔ یہ سب حیلہ جوئیاں ہیں بہانہ بازیاں ہیں، وحی غیر متلو کے جواز اور دستیابی کیلئے، ثبوت کیلئے ملاحظہ فرمایا آپ نے ابھی ابھی صفحہ 58 کی عبارت پڑھی، جس میں لکھتے ہیں کہ ''رسول اگر پیغمبرانہ حیثیت میں بھی جو کچھ فرمائے یا کرے اور اس کے خلاف کوئی وحی نازل نہیں ہوتی تو وہ مستند ہوگئی'' یہ منطق کوئی بتائے کہ کیا پیغمبرانہ حیثیت، وحی کے بغیر کس طرح ہوتی ہے اور وحی کے بغیر کوئی پیغمبر بنا ہے؟

خلاصہ کلام

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب مصنف صاحب نے جو اطاعت رسول کی 30 یا اطاعت کے ساتھ اتباع رسول کی 15 آیات ملا کر جملہ 45 آیات سے وحی غیر متلو کی قسم ثابت کرنے کی جدوجہد فرمائی ہے یہ جملہ تکلف اور حیلہ بازی فضول ہے، رسول اللہ کی اطاعت اور اتباع قوانین قرآن کی روشنی میں ہوتی ہے اس لئے یہ اطاعت اور اتباع سب کچھ صرف وحی متلو سے قرار پائیگا۔ اگر جناب فاضل مصنف تقی عثمانی صاحب بضد ہیں کہ وحی دو ہیں ایک متلو اور دوسرا غیر متلو تو قرآن میں اللہ نے اپنے رسول سے اعلان بھی کروا دیا کہ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (6.19) یعنی میری طرف یہ ایک وحی کی گئی ہے، یہ ایک قرآن بھیجا گیا ہے تاکہ تمہیں اور جن تک پہنچ پائے انہیں برے اعمال کے نتائج سے ڈراؤں۔ جناب قارئین دیکھا کہ وحی کل ایک ہے، اگر بقول تقی عثمانی صاحب دو ہوتیں تو قرآن میں لفظ آتا کہ واوحی الیّ ھذان یعنی یہ دو وحی میری طرف نازل ہوئی ہیں لیکن یہاں ھذا کا واحد اور مفرد والا اشارہ کیا گیا ہے جو کہ محسوس مبصر کیلئے ہوتا ہے اس ھذا القرآن کے جملہ سے اللہ نے وحی خفی کا بھی رد کر دیا ہے جو کہ مصنف کتاب تفہیم اسلام مسعود احمد بی ایس سی اور اس کے ہمنواؤں کا وحی خفی جو انہیں جنگل کی حویلی والی ڈیپارٹمنٹ سے ملا ہوا ہے، وہ رد یوں ہوا کہ ھذا کا اشارہ محسوس مبصر

یعنی جو چیز نظر میں آئے اس کیلئے ہوتا ہے جس طرح کتاب، قرآن نظر میں آتا ہے تو جو اس
کے مقابل وحی خفی کی اصطلاح گھڑی گئی ہے وہ اللہ کے اعلان **بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ
هٰذَا الْقُرْاٰنَ** (12.3) کے مفہوم میں نہیں آسکتی۔ تو یہ وحی غیر متلو کی اصطلاح سے تقی عثمانی
صاحب کی کوششیں یا وحی خفی کے نام سے جماعت المسلمین کے مسعود احمد صاحب کی کوششیں
یا وحی **مثلہ معہ** کے نام سے جملہ شیخ الحدیثوں کی کوششیں یہ سب کی سب **وَيُرِيْدُوْنَ
اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ** یہ لوگ عزم کئے ہوئے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول
کے بیچ میں وحی کی اقسام کے حوالوں سے تفریق ڈالیں، جس تفریق سے **نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ
وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ** کی دکان کھولیں جیسے کہ قرآن کے وحی متلو نے نابالغ بچوں کی شادی پر
بندش ڈالی (4.6) ان مولویوں کی وحی غیر متلو نے رسول اللہ کی بی بی عائشہ سے اس کی چھ سال
کی عمر میں منگنی کرائی۔ قرآن کی وحی جلی اور وحی متلو نے **مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ
اَسْرٰى** 8.67) کے حکم سے غلام سازی پر بندش لگائی تو وحی خفی کے علمبردار وحی غیر متلو کے
علمبردار سارے سنی، وہابی، جماعت المسلمین اور دوازدہ امامی، چہار امامی، شش امامی، یک
امامی فرقوں کی حدیثوں نے غلام سازی کو جائز بنا کر روا رکھا ہے اور قرآن نے جو معاشی
مساوات کیلئے حکم دیا کہ **سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ** (41.10) تو قرآن کے رد کرنے کی خاطر
وحی غیر متلو کی ٹکسال سے حدیثیں بنائی گئیں کہ غریب لوگ امیروں کے مقابلہ میں چالیس
سال پہلے جنت میں جائیں گے، ایسی حدیثوں سے ان اماموں نے انسانی معاشروں میں
کلاسیفیکیشن اور طبقاتیت پیدا کر کے انسانی زندگی کیلئے دنیا میں بھی دوزخ بنا دیا۔

مصنف کتاب حجیت حدیث فاضل تقی عثمانی صاحب باب اول کی بحث کو سمیٹتے
ہوئے آخر میں لکھتے ہیں کہ ”چنانچہ آپ کے ارشادات اور آپ کے افعال دونوں خواہ وہ قرآن
حکیم میں بیان بھی نہ کئے گئے ہوں درحقیقت وحی الٰہی پر مبنی یا وحی الٰہی کے تصدیق شدہ ہیں
“ (عبارت ختم) اچھا تو جناب تقی عثمانی صاحب آپ کا یہ وحی غیر متلو جو کہ بقول آپ کے (اس
کے ذریعے قرآن کریم میں بیان کردہ اصولوں کی تفصیلات اور ان کی صحیح تشریح و تعبیر بھی سمجھائی

جاتی تھی، آپ کی یہ کتاب کا حوالہ صفحہ 31) جبکہ وحی متلو قرآن کریم میں بیان کردہ
وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (33.34)
کی تعبیر کیلئے آئیں اور ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کا وحی غیر متلو قرآن کی وحی متلو کی اوپر کی آیت کی
تفصیل اور تشریح کس قسم کی پیش کرتا ہے۔

کتاب الصحیح المسلم باب حد الزنا، صفحہ 71 مطبع قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
، جلد ثانی پر حدیث ہے کہ **خطب علی کرم اللہ وجہہ فقال اقیمو
اارقائکم الحد من احصن منهم ومن لم یحصن** یعنی اپنے غلاموں
پر حد لگایا کرو، شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ **فان امۃ الرسول اللہ** ﷺ
زنت رسول اللہ کے ہاں ان کی ایک لونڈی تھی جس نے زنا کی تھی **فامرنی ان
اجلدھا** پھر رسول نے مجھے اسے سزا دینے کا حکم دیا **فاذا ھی حدیث عھد
بنفاس** پھر میں نے جو تفتیش کی تو دیکھا کہ اس نے تازہ تازہ بچہ جنا ہے جو ابھی اس کے
نفاس کے دن چل رہے ہیں **فخشیت ان انا جلدتها ان اقتلها** پھر میں ڈر
گیا کہ اسے اگر اس حال میں سزا دوں گا تو وہ تو مر جائے گی **فذکرت ذالك لنبی**
ﷺ **فقال احسنت** یعنی یہ صورت حال جو میں نے رسول اللہ کو بیان کی تو انہوں نے
جواب میں فرمایا کہ اچھا کیا جو اسے آپ نے سزا نہیں دی۔ کیا خیال ہے جناب مصنف
صاحب کتاب حجیت حدیث؟ اوپر قرآن میں (33.34) جو آیا کہ آپ کے گھروں میں جو
آیات اللہ کی اور حکمت کی تعلیم دی جاتی ہے، تلاوت کی جاتی ہے اور آپ کا یہ وحی غیر متلو دنیا
سے **وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ** غلامی کو ختم
کرنے کیلئے آنے والے رسول کے گھر میں لونڈیاں رکھنے کی تفصیل بتاتا ہے، پھر اسے
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ معلم رسول کے گھر کا کلچر اس وحی غیر متلو کی حدیث
سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے گھر میں رہنے والی عورت زنا کی بھی مرتکب ہوئی ہے۔ پھر
اس کے بعد آپ کا وحی غیر متلو یہ بھی دکھاتا ہے کہ ایسے گھر میں رہنے والی لونڈی جو زنا سے

حاملہ ہو جاتی ہے اور پھر اسے بچہ بھی پیدا ہو جاتا ہے لیکن رسول اس سے بے خبر ہیں اور علی کو حکم دیتے ہیں کہ جاؤ اسے سزا دے کر آؤ۔ اور آپ کے اس وحی غیر متلو میں زانی مرد کی تفتیش کا کوئی ذکر نہیں ہے، اس کی سزا کا کوئی ذکر نہیں ہے، کیا رسول اللہ کے ہاں سزاؤں کا قانون صرف کمزوروں کیلئے تھا؟ تو جناب اب بتائیں کہ **وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ** یعنی رسول کے گھروں میں، اصحاب رسول کے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں اور حکمت قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی وہ صحیح مسلم کی اس غیر متلو حدیث میں جو دکھائی گئی ہے وہ تعلیم اور حکمت یہی ہے؟

اس سے بھی انوکھا وحی غیر متلو ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن میں فرمان ربی ہے کہ **قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ** (7.28) یعنی اے رسول کہہ دیجیے کہ اللہ کبھی فاحش چیزوں کا حکم نہیں دیتے (تمہیں شرم آنی چاہیے جو) تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہو جن کا تمہیں علم ہی نہیں ہے۔ جناب قارئین آئیں اور وحی غیر متلو کے فحاشی کے مسئلوں میں اللہ کیلئے جو رمارکس ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں، امام مسلم کی کتاب الصحیح المسلم جلد دوم صفحہ 336 قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔ باب **قدر علی ابن آدم حظه من زنا** وغیرہ۔ باب کی پہلی حدیث کے ابتدائی الفاظ ہیں کہ **قال ابو هریره ان النبی ﷺ قال ان الله کتب علی ابن آدم حظه من الزنا ادرك ذلك لا محاله** یعنی اللہ نے لکھت میں واجب کیا ہوا ہے ابن آدم کیلئے زنا میں سے اس کا کوٹہ جس کو اسے لازمی طور پر حاصل کرنا ہے۔ اس کے بعد والی وحی غیر متلو کے الفاظ یہ ہیں کہ **عن ابی هریره عن انبی ﷺ قال کتب علی ابن آدم نصیبة من الزنا مدرك ذالك لا محاله** مطلب اس کا پہلی والی حدیث کا ہے۔ اس کے بعد دونوں حدیثوں میں ہے کہ آنکھوں کی زنا دیکھنا ہے، کانوں کی زنا سننا ہے، زبان کی زنا کلام کرنا ہے، اور ہاتھ کی زنا پکڑنا ہے، پاؤں کی زنا قدم اٹھا کر چلنا ہے، اور دل کی زنا تمنا کرنی ہے اور فرج پھر اپنے عمل سے

اس کی تصدیق کرے یا تکذیب کرے۔ جناب قارئین اللہ نے تو اپنی وحی متلو میں اعلان فرمایا ہے کہ **اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ** (16.90) یعنی تحقیق اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا اور مدد کرنے قریبی محتاجوں کی اور منع کرتا ہے، روکتا ہے فحاشی کی چیزوں سے اور منکرات سے اور باغیانہ اعمال سے بھی روکتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم قانون پر چلو قانون کو ہمیشہ ذہن میں رکھو۔

جناب قارئین! یہ آپ نے وحی متلو پڑھی جو کہ مکمل طور پر واضح آسان اور کھلی ہوئی ہے۔ اس کے باوجود آئیں اس موضوع کے نام نہاد وحی غیر متلو کو بھی ایک نظر سے دیکھیں کہ وہ اس مسئلہ میں کیا تعبیر اور تشریح کرتا ہے اور یہ وحی غیر متلو کی حدیث کتاب مسلم کے صفحہ 355 کی ہے جلد دوم باب کا نام ہے **سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة**۔ حدیث ابوایوب کے نام کی ہے جو اس نے بقول ان حدیث گھڑنے والوں کے کہ مرنے کے وقت تک چھپائے رکھی تھی کہ رسول اللہ نے فرمایا **لولا انکم تذنبون لخلق الله خلقا یذنبون یغفرلهم** یعنی اگر تم نے گناہ نہ کئے تو اللہ تمہارے عوض ایسے آدمی پیدا کر دے گا جو گناہ کریں گے (اور اللہ) انہیں بخش دے گا۔ اب قارئین شروع کی آیت وحی متلو (16.90) پر بھی غور کریں اور امام مسلم کی یہ وحی غیر متلو والی حدیث بھی جو ایک ہی موضوع والی ہیں پڑھیں اور سوچیں کہ قرآن کے فکر اور نظریہ تعلیم کے مقابلہ میں فارس کے ان حدیث سازوں کا نظریہ اور رخ کیا ہے۔ جناب قارئین ان خرافاتی روایات کو ذہن میں رکھ کر پھر کتاب حجیت حدیث کے فاضل مصنف جسٹس تقی عثمانی صاحب کا یہ ریمارک صفحہ نمبر 29 کا پھر پڑھیں کہ "چنانچہ آپ کے ارشادات اور آپ کے افعال دونوں خواہ وہ قرآن کریم میں بیان نہ کئے گئے ہوں درحقیقت وحی الٰہی پر مبنی یا وحی الٰہی کی تصدیق شدہ ہیں۔ اب کوئی بتائے کہ اس دانشور کے حضور میں کیا عرض کیا جائے اور اوپر وحی متلو کو رد کرنے والی ایرانی روایات بقول مصنف وحی غیر متلو کا تقابلی آئینہ اور کس کس کو دکھائیں۔

مصنف کتاب حجیت حدیث کی طرف سے وحی کی تقسیم

مصنف صاحب لکھتا ہے کہ وحی کی دو اقسام ہیں۔ جناب قارئین یہ وحی کو دو اقسام بنانا قرآن کے حوالہ سے غلط ہے کیونکہ قرآن نے وحی متلو کے اندر **وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ** کا اعلان کر کے غیر قرآنی جملہ چیزوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ سو اگر بیرون از قرآن کوئی وحی ہوتی تو قرآن **هٰذا** کے بجائے **هٰذان** وغیرہ تثنیہ کا صیغہ لاتا، اشارہ لاتا، لیکن قرآن کے واحد اور مفرد کے معنی والا اشارہ لا کر غیر قرآنی چیزوں کی مکمل نفی کر دی۔

جناب قارئین! وحی کی پہلی قسم وحی **المتلو** کی مصنف صاحب بریکٹ میں معنی لکھتا ہے (تلاوت کی جانے والی وحی یعنی وہ وحی جو نمازوں میں تلاوت کی جا سکتی ہے) اب اس ترجمہ کی عبارت کے متعلق یا اس کی تائید میں مترجم کو دلیل دینی چاہیے تھی جو اس نے نہیں لکھی کیونکہ ترجمہ کے اندر یعنی کہ بعد میں جو لکھتے ہیں اس کی نمازوں میں تلاوت کی جا سکتی ہے یہ چیز تو دلیل طلب ہے کہ اس کا ثبوت قرآن میں سے لانا چاہیے، جو نہ نومن تیل آئے گا نہ رادھا ناچے گی، پہلے تو پورے قرآن میں حکیم مانی زردشتی والی یہ ایجاد کردہ مروج نماز جو اس نے آگ کی پوجا کیلئے قریباً دو سو پچاس سن عیسوی میں رسول اللہ سے قریباً تین سو سال پہلے ایجاد کی تھی جس کا قرآن میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے سو قرآن کی نماز کے اندر تلاوت کا ذکر کہاں سے آئے گا، چلو انہوں نے قرآن کی بتائی ہوئی لغت کے خلاف اگر صلوٰۃ کے معنی نماز بنائی ہے تو صلوٰۃ میں قرآن تلاوت کرنے کی ہی کوئی آیت دکھائیں جبکہ پورے قرآن کے اندر صلوٰۃ کی ادائیگی کے بیچ میں کہیں بھی قرآن کی تلاوت کا حکم نہیں ہے۔ اس لئے تو فاضل مصنف عثمانی صاحب جھجکتے جھجکتے لکھتے ہیں کہ وہ وحی جو نمازوں میں تلاوت کی جا سکتی ہے، تو جناب قارئین مصنف عثمانی کا وحی متلو کے ترجمہ کے بریکٹ میں نمازوں میں یہ تلاوت کی جا سکتی ہے کہ مجہول انداز والا جملہ لکھنا خود ثابت کرتا ہے کہ صلوٰۃ کے اندر تلاوت قرآن کا حکم پورے قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے۔ اس لئے تو فاضل مصنف عثمانی صاحب کھل کر، ڈٹ کر نہیں لکھ سکا کہ قرآن میں صلوٰۃ کے اندر وحی متلو کی تلاوت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مجھے بڑے

دکھ اور افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

جناب تقی عثمانی صاحب وحی غیر متلو کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے، یہ قسم صرف قرآن کریم کی آیات پر مشتمل ہے اور قرآن کریم میں لفظ بہ لفظ لکھی ہوئی ہے۔ اب اس عبارت میں وحی کی تشریح میں عثمانی صاحب نے تو خود کو الگ کر دیا اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ قسم صرف قرآن کی آیات پر مشتمل ہے یعنی اس کہاوت میں مصنف کا کوئی حصہ نہیں، مصنف نے اپنے اتفاق اور تائید کو الگ محفوظ اور مخفی رکھا ہے۔ چلو شکاگو امریکہ کے مقالہ میں اگر ایسے لکھا ہے تو ہم کالے مسلموں کیلئے جو اردو ترجمہ چھپوایا ہے اس میں اگر اس معنی کے ساتھ اپنی رائے بھی شامل کرتا تو ہم سمجھ جاتے کہ مصنف عثمانی صاحب قرآن کو اس کی آیات سے باہر قرآن کسی اور اتھارٹی اور مقام میں تسلیم نہیں کر رہے لیکن ایک طرف تقی صاحب کی جرأت کی داد دینی پڑتی ہے کہ اسے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ دوسری طرف امت مسلمہ کے علماء کی قرآن سے وابستگی کی ایسی کمزوری اور بے توجہی پر بھی ماتم کرنا پڑتا ہے کہ وہ تقی صاحب سے پوچھ نہیں سکتے کہ آپ کا اپنا کیا خیال ہے کہ قرآن، آیات قرآن کے باہر بھی کسی جگہ آپ کو نظر آتا ہے؟ جو آپ نے لکھا ہے (کہ کہا جاتا ہے) یعنی آپ اس کہاوت میں شریک نہیں ہیں؟ اس سے پہلے جناب عثمانی صاحب کی فقہ اسلامی کی کسی تصنیف شدہ کتاب میں ان کے معاون قلمکاروں کی غلطی سے لکھا گیا ہے کہ سورۃ فاتحہ کو علاج کی نیت سے، شفاء کی نیت سے پیشاب کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے (معاذ اللہ) اس پر کسی اخبار کی طرف سے احتجاج کیا گیا تو شاباش ہے جناب تقی صاحب کو کہ انہوں نے اس تحریر کو اپنے ماتحتوں کے گلے میں ڈال کر اپنی برأت شائع کرائی۔ یہ بات میں سنی سنائی کر رہا ہوں البتہ سنانے والے کی شکایت بھی یہاں درج کرتا چلوں کہ سورۃ فاتحہ کو علاج کی نیت سے پیشاب کے ساتھ لکھنے کے جواز کی بات عثمانی صاحب نے جس ماخذ سے نقل کی اور پڑھی ہے اس ماخذ والے پہلے رائٹر اور مصنف کا اپنے تردیدی بیان میں نہایت عزت واحترام سے ذکر فرمایا ہے، جبکہ چاہیے تھا کہ امت کو اس کے اس طرح کے کفریہ خیال پر بھی ہوشیار کرتے کہ ایسے آدمی کی

یہ ساری کہانی صوت الحق کے کسی پرچے میں شایع ہو چکی ہے۔ جو میں اپنے ایک دوست حافظ عبدالستار کو بھی دکھا چکا ہوں۔

کسی تحریر کے بھی قریب نہ جائیں۔ ہم اس پر عثمانی صاحب کی طرف سے کیا جواب دے سکتے ہیں یہ سب کے اپنے اپنے خیال وافکار ہیں جس طرح کہ حال ہی میں پوپ صاحب نے توہین اسلام پر مبنی بیان دے کر پھر معذرت کی ہے کہ میرا بیان غلط طور پر شائع کیا گیا ہے جبکہ انہوں نے اپنے بیان میں کی گئی بات کی تردید نہیں کی۔

وحی کی دوسری قسم وحی غیر متلو

اس کی تفصیل میں عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ وحی کی وہ قسم ہے جو رسول اللہ پر وقتاً فوقتاً روزمرہ پیش آنے والے واقعات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے تعین کیلئے نازل ہوتی تھی، اس کے ذریعے قرآن کریم میں بیان کردہ اصولوں کی تفصیلات اور ان کی صحیح تشریح وتعبیر بھی سمجھائی جاتی تھی (صفحہ 31) (فی الحال مصنف کی اتنی سی عبارت پر پہلے تبصرہ کرتے ہیں)

جناب قارئین قرآن حکیم نے دولہا کی طرف سے شادی کے وقت دولہن کو دیئے جانے والی رقم کیلئے فرمایا کہ **وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً** (4.4) یعنی بیویوں کو ان کا مہر عطا کرو جس میں ان سے اس کا کوئی عوض یا بدلہ وصول نہیں کرنا یہ مہر والی رقم وغیرہ **نحلہ** ہونی چاہیے یعنی یہ مہر بغیر بدلہ ولا تحفہ ہے اور اس آیت **وَاٰتُوا النِّسَآءَ** کا حکم کیا گیا ہے یعنی یہ عطیہ عورتوں کے حوالے کر دو۔ تو قارئین کرام آئیں تقی عثمانی صاحب کی اس وحی غیر متلو کی طرف جو قرآن میں بیان کردہ اصولوں کی تفصیلات اور ان کی صحیح تشریح اور تعبیر کرتی ہے۔

کتاب بخاری کی کتاب النکاح میں باب نمبر 74 حدیث نمبر 128 اس میں امام بخاری نے حدیث لائی ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ سے کہا کہ میں شادی کیلئے اپنے آپ کو آپ کے حوالے کرتی ہوں تو جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ **مالی الیوم فی النساء حاجة** یعنی آج تو مجھے آج کے دن تو عورتوں میں کوئی حاجت نہیں ہے (جواب کی کمپوزیشن بڑی خطرناک ہے) اس جواب کے بعد اس مجلس میں موجود کسی شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اس عورت سے شادی کرا دیجئے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ تیرے پاس کیا

ہے تو اس نے جواب دیا کہ کچھ بھی نہیں تو رسول نے فرمایا کہ اور کچھ نہیں تو لوہے کی کوئی انگوٹھی ہی دے دو تو اس شخص نے کہا میرے پاس وہ بھی نہیں ہے تو رسول اللہ نے فرمایا تو نے قرآن سے کچھ پڑھا ہے تو اس شخص نے جواب دیا کہ اتنی اتنی سورتیں پڑھیں ہیں تو رسول اللہ نے اس شخص کو جواب میں فرمایا کہ **فقد ملکتها بما معك من القرآن** یعنی جو کچھ تو قرآن سے پڑھا ہوا ہے اس کے عوض میں تجھے اس عورت کا مالک بناتا ہوں۔ اب قارئین غور فرمائیں اس وحی غیر متلو پر کہ اس کے اندر ایک تو ایک آزاد عورت کو رسول اللہ بجائے اسے کسی سے نکاح کرانے کے لونڈی بنا کر ایک کنگلے آدمی کی ملکیت میں دے دیتے ہیں اور ملکیت بنانے کی ثمن، رقم اور دام بھی کچھ نہیں جس کے ذریعے قرآن کے حکم **وَاٰتُوا النِّسَآءَ** پر عمل ہو سکے۔ اس فرضی حدیث کے فرضی واقعے کے فرضی شخص کو قرآن کی چند سورتیں پڑھنے کے عوض جو عورت ملکیت میں دی جاتی ہے تو کیا رسول اللہ جس کی بعثت کا غرض وغایت قرآن نے سمجھائی ہے کہ جو **یَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ كَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ** (7.157) یعنی محمد الرسول اپنی بعثت کے حوالہ سے انسانوں کو ان پر پڑے ہوئے رسومات اور غلامی کے بوجھ ہٹانے آیا تھا اور ان کے گلے میں جو طوق پڑے ہوئے تھے انہیں اتارنے اور توڑنے کیلئے آیا تھا تو ایسے عظیم الشان رسول کا اس طرح کا قرآن دشمن فرمان اور وحی غیر متلو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی شخص سے فرمائیں کہ تجھے قرآن کی چند سورتیں پڑھنے کے عوض اس عورت کا مالک بناتا ہوں۔ تو تقی عثمانی صاحب کیا فرمائیں گے کہ ان کا یہ بخاری والا وحی غیر متلو قرآن حکیم کی یہ تعبیر اور تشریح کر رہا ہے یا قرآن کے جوہر، قرآن کی روح، قرآن کے فلسفہ کو کچل رہا ہے، مسل رہا ہے اور مسخ کر رہا ہے۔ کیا قرآن کی تشریح ایسی ہوتی ہے؟ اور کون سا ابہام تھا آیت **وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً** (4.4) میں جو اس کو مسخ کرنے والی وحی غیر متلو بخاری نے لائی کہ قرآن کے پڑھنے والے عورتوں کے مالک بن سکتے ہیں اور ایسی حدیثوں کو جناب تقی عثمانی صاحب قرآن کی تفسیر قرار دیتے ہیں اور ان کا فرمان ہے کہ حدیثوں کے بغیر قرآن سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

قرآن میں خیانت

مصنف کتاب تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 11 پر لکھا ہے کہ آپ کے ذمہ یہ بھی ہے کہ لوگوں کو حکمت کی تعلیم دیں جو کتاب کے علاوہ ایک اضافی چیز ہے۔ جناب قارئین آیئے ملاحظہ فرمائیں کہ تقی صاحب نے حکمت اور قرآن کو جدا جدا کر کے پیش کیا ہے، حکمت کو کتاب کے علاوہ اور اضافی قرار دیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ علاوہ اور اضافی قرار دینے والا علامہ قرآن کی آیت **يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ** (36.1-2) کا انکاری ہے، منکر ہے اور قرآن کو اہل فارس کے کسروی اماموں والے عقیدوں کے موافق حکمت سے جدا جدا قرار دے رہا ہے۔ علامہ تقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 49 پر آیت **وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا** (4.113) لکھی ہے۔ قارئین حضرات پہلے ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جو صفحہ 50 سے شروع ہوتا ہے "اور اللہ تعالی نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

جناب قارئین آپ نے نوٹ فرمایا کہ اس ترجمہ میں کتاب اور علم کے نزول کو جدا جدا کر کے لکھا گیا ہے۔ اصل متن قرآن میں تو کتاب اور حکمت ہے، سو اگر مترجم صاحب نے حکمۃ کا معنی علم کیا ہے تو پھر سوال ہوگا کہ **الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ** کا درمیانی واو یہ برائے تفسیر ہے یا برائے عطف ہے؟ اگر واو تفسیری ہے تو پھر یہ تو تحصیل حاصل ہوا کیونکہ کتاب تو علم پر مشتمل ہوتی ہی ہے، تفسیر تو ایسی ہونی چاہیے کہ جس کی تفسیر کی جا رہی ہے وہ تفصیل اس میں سے معلوم نہ ہوتی ہو، جبکہ لفظ کتاب سے فوراً ذہن علم کی طرف جاتا ہے تو کتاب بمعنی علم یہ بے جوڑ تفسیر ہوئی اور اگر واو عطف کا کہا جائے گا تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ پہلے جو کتاب نازل کی گئی ہے کیا وہ کوئی علم سے خالی ہے جو نزول علم کی بات اس سے جدا کر کے سنائی گئی ہے۔ بہر حال یہ ترجمہ غلط ہے، صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اللہ نے آپ پر کتاب حکمت والی نازل فرمائی اور آپ کو (اس کتاب کے ذریعے) وہ باتیں سکھائیں جو آپ پہلے نہ جانتے تھے اور

آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

بہر حال مصنف صاحب اس آیت پر اپنا عندیہ دے رہے ہیں کہ اس آیت میں نزول حکمت کو نزول کتاب سے الگ مستقل اور جداگانہ طور پر ذکر کیا گیا ہے جس میں اشارہ ہے کہ جس حکمت کا یہاں ذکر ہے وہ کتاب سے اضافی کوئی چیز ہے اور رسول اللہ ﷺ پر اس کا بھی نزول ہوا ہے۔ جناب قارئین آپ نے مصنف کتاب علامہ تقی صاحب کا آیت سے استدلال دیکھا جو کہ اس نے الکتاب والحکمۃ کے درمیانی واو کو عاطفہ قرار دیتے ہوئے حکمت کو قرآن سے الگ قرار دے دیا ہے۔ اوپر مصنف نے جو ترجمہ کیا ہے اس میں قرآن سے علم کو جدا کر کے دکھایا اور اپنے تفسیری نوٹ میں کتاب قرآن سے علم چھیننے کے بعد حکمت بھی چھین لی، جو حکمت اللہ نے **يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ** (36.1-2) آیت میں قرآن کی خصوصی صفت کے طور پر بیان کی گئی ہے۔ جناب قارئین یہ بات نہایت ہی غلط ہوگی کہ اگر کوئی کہے کہ علامہ تقی عثمانی صاحب نے سورۃ یٰسین کی یہ آیت پڑھی نہیں ہوگی۔ اس سورت میں قرآن حکیم کو صفت حکمت سے موصوف کر کے ببانگ دہل سنایا گیا ہے کہ قرآن حکمت سے بھرپور کتاب ہے، تو قرآن کے اس اعلان کے بعد اوپر کی آیت (4.113) میں **وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ** کا درمیانی واو یہ لازمی طور پر تفسیری قرار دیا جائے گا جس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ نے آپ پر حکمت بھری کتاب نازل فرمائی، حکمت والی کتاب نازل فرمائی کہ اگر کوئی علامہ حرف واو کو تفسیری تسلیم نہیں کرے گا تو وہ سورۃ یٰسین کی آیت دوم کا منکر اور انکاری قرار دیا جائے گا۔ جناب قارئین صرف یہ ایک آیت سورۃ یٰسین کی ہی کیوں؟ سورت بقرہ کی آیت **وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ** (2.231) یعنی یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو جو تم پر کی گئی ہیں اور ان نعمتوں میں سے جو کتاب حکمت بھری نازل کی گئی ہے جس کے ذریعے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے۔

جناب قارئین یہاں قرآن اور حکمت کا جدا جدا واو کے فاصلہ کے ساتھ ذکر کر کے

پھر اللہ نے فرمایا کہ اسی کے ذریعے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے یعنی ضمیر واحد کو لایا گیا ہے، جبکہ ما قبل میں کتاب کا جدا ذکر ہے اور حکمت کا جدا ذکر ہے۔ تقی عثمانی صاحب کے نظریہ کے مطابق اگر یہ دو جدا جدا چیزیں ہیں تو پھر ضمیر تثنیہ کی **یعضکم بھما** ہونی چاہیے تھی لیکن اللہ نے ضمیر واحد کو لا کر سمجھا دیا ہے کہ قرآن اور حکمت ایک ہی چیز ہے، ان میں دوئی پیدا کرنے والا قرآن کا دشمن ہے کہ وہ قرآن کو حکمت سے خالی مشہور کر رہا ہے۔ تو اس دلیل سے اب سورۃ نساء کی آیت **وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ** میں بھی واؤ تفسیر والا سمجھنا لازمی ہے ورنہ تفسیر القرآن بالقرآن کی بجائے تفسیر القرآن خلاف القرآن ہو جائیگا جس طرح کہ علامہ عثمانی صاحب قرآن کے ساتھ واؤ عطف بنا کر مذاق کر رہے ہیں، خیانت کر رہے ہیں، مجھے بڑا افسوس ہوتا ہے کہ اس ملک میں جو لوگ قرآن پر مظالم ڈھا رہے ہیں، قرآن نے تو ان کی عبائیں قبائیں چیر کر تار تار کر کے اپنے ہی انداز سے **وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ** (6.55) قرآنی تفصیل کے ساتھ قرآن دشمنوں کی حیلہ بازیوں کو، چارہ جویوں کو، سامراج کے ساتھ جن خفیہ راہوں سے ان کا ملاپ ہے ان پگڈنڈیوں کو قرآن کھول کر، ظاہر کر کے دکھاتا ہے۔ پھر بھی قرآن کے نام لیوا، قرآن کے نام پر چندے کھانے والے قرآن کے ساتھ ہونے والے مذاق پر کوئی احتجاج نہیں کر رہے۔ تقی عثمانی صاحب کا قرآن کو حکیم نہ ماننا، قرآن سے حکمت کو جدا اور خالی قرار دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ عثمانی صاحب کا تعلق قرآن دشمن یزدجری اور جنگل کی حویلی سے ہے۔

وحی غیر متلو کا ثبوت جو مصنف کتاب "حجیت حدیث" نے قرآن سے دیا ہے

پہلا ثبوت آیت **وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ** (2.143) اس آیت سے استدلال وحی غیر متلو کیلئے اس کا جواب بعینہٖ اسی آیت سے مسعود احمد کی کتاب کے اعتراضات میں دسویں سوال کے جواب میں دیا گیا ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسری آیت مصنف عثمانی صاحب لائے ہیں کہ **اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ** (2.187) یعنی روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے، وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو، اللہ نے جان لیا ہے کہ تم اپنے آپ سے خیانت کرتے رہتے ہو، سو اس نے تمہیں اس خیانت کی معافی دی ہے اور درگزر کیا جاتا ہے، اب آئندہ کیلئے بیویوں سے ان دنوں میں مباشرت کرنے کو ہماری طرف سے جائز بنایا جاتا ہے اور اس رعایت سے اللہ کے لکھے ہوئے اہداف کو طلب کرو۔

اس آیت سے کتاب حجیت حدیث کے مصنف نے اپنی علمیت سے جو استدلال کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ اس آیت کے نزول سے پہلے رمضان کی راتوں میں ہم بستری ممنوع تھی اور اس ممانعت کی خلاف ورزی پر اس آیت میں عتاب کیا گیا ہے اور اس آیت میں جو معافی دی گئی ہے ثبوت ہے اس چیز کا کہ پہلے کوئی گناہ ہو پھر اس کی معافی کا مسئلہ آتا ہے اور اس بندش کے بعد جو کہ عثمانی صاحب کے خیال کے مطابق وحی غیر متلو جیسی واجب الاطاعت اتھارٹی کی طرف سے تھی، جس کی پابندی تمام مسلمانوں پر لازم تھی، جس کو اب اس آیت میں معطل اور مہمل کر کے پابندی کو ختم کر کے رمضان کی راتوں میں آئندہ کیلئے مباشرت کو جائز کیا گیا ہے۔

تبصرہ

جناب قارئین کوئی بھی نامور علمی شخصیت جب کبھی حق کی راہ چھوڑ دیتی ہے اور وہ باطل کو حق بنا کر جب پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے تو اس کی علمیت اس کا ساتھ نہیں دیتی پھر اس کو جاہلانہ ہتھکنڈوں کا سہارا لینا پڑتا ہے جو کہ وہ اس کا ساتھ نہیں دیتے جس طرح علامہ قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں کسی شخص کے آج کے دور میں بھی نبوت کے دعویٰ سے رسول اللہ کی ختم نبوت کی مخالفت تصور نہیں فرمائی اسی طرح علامہ تقی عثمانی صاحب

نے بھی نام نہاد وحی غیر متلو کے ثبوت کیلئے آیت (2.187) سے جو استدلال فرمایا ہے وہ سراسر حکم قرآن **مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَىَّ** (50.29) یعنی اللہ کے احکامات، قوانین اور آرڈروں میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جاتی، کے خلاف ہے کیونکہ رمضان کی راتوں میں بیویوں سے ہمبستری کا منع اگر وحی غیر متلو سے یعنی اللہ کے حکم سے ممنوع قرار دیا ہوا ہوتا تو پھر آیت (2.187) میں **فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوهُنَّ** سے اس پابندی کو رفع کرنا، ختم کرنا، اس حکم میں تبدیلی لا کرنا جائز کو جائز بنانا یہ تو خود اللہ کے حکم **مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَىَّ** (50.29) کی صریح خلاف ورزی ہوئی۔ اس سے تو مصنف تقی صاحب نے اللہ کے اعلان اور چیلنج کو ہی توڑ ڈالا۔ اصل میں آیت (2.187) کا تقی صاحب نے ترجمہ اور مفہوم ہی غلط پیش کیا ہے۔ اس آیت میں جملہ **أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ** کے معنی یہ ہیں کہ تم نے اپنی خود ساختہ رہبانیت اور تصوف کے جو قوانین گھڑے ہیں کہ رمضان کی راتوں میں بیویوں سے ہمبستری کرنا حرام ہے، اللہ تمہاری اس خود ساختہ قانون سازی کی معافی دیتا ہے جس کے ذریعے تم اپنے آپ کو دھوکے میں رکھتے آرہے ہو **فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ** اب اللہ تمہارے اس قانون ساز بننے کے جرم کی معافی دیتا ہے اور درگزر فرماتا ہے **فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوهُنَّ** اب اللہ کے قانون کی روشنی میں رمضان کی راتوں میں مباشرت کو جائز بنا دیا جاتا ہے، قانون ہمیشہ اللہ کا چلنا چاہیے نہ کہ تمہاری رہبانیت کا۔ جناب قارئین آیت کے اس معنی اور مفہوم سے اللہ کے اعلان کہ میرے قوانین میں تبدیلی نہیں آتی اس کا بھرم رہ جاتا ہے، اور تقی عثمانی والی تشریح سے اللہ کے قوانین، آئین پاکستان کی ترمیمات کی طرح ہو جائیں گے یعنی صبح کچھ اور شام کو کچھ۔ اب اس سے یہاں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وحی غیر متلو نامی احادیث بنائی ہی قوانین قرآن کو توڑنے کیلئے ہیں۔ آیت (2.187) کے اس صحیح ترجمہ سے تقی عثمانی صاحب کے پیدا کردہ نکات کا رخ رہبانیت گزیدہ قانون سازوں کی طرف ہو جاتا ہے اور اللہ کا اعلان کہ میرے قوانین بدلا نہیں کرتے وہ بھی قائم اور درست رہ جاتا ہے۔

آگے کتاب حجیت حدیث کے مصنف تقی عثمانی صاحب نے سورۃ آل عمران کی

دو تین آیتوں سے پھر یزدجری دانشکدہ کے اماموں کا ایجاد کردہ قرآن دشمن وحی غیر متلو ثابت کرنے کی حیلہ جوئی کی ہے **وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ** ‘‘ **فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ** (3.123-124) ان آیتوں کے بارے میں عثمانی صاحب نے صفحہ 37 پر نوٹ لکھا ہے کہ جنگ اُحد کے موقعہ پر قرآن کریم کی چند آیات اس لئے نازل ہوئی تھیں کہ مسلمانوں کو جنگ بدر کی لڑائی کے وقت کے واقعات وحالات دوبارہ یاد دلائیں جائیں کہ کس طرح اللہ تعالی نے ان کی مدد فرمائی تھی اور فرشتوں کے ذریعے ان کی امداد کا وعدہ کیا تھا اور پھر یہ امداد نازل بھی کی گئی تھی۔ بعد میں ان آیات کے ترجمہ کے بعد مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں فرشتوں کی غیبی امداد کی خوشخبری کا انتساب اللہ تعالی کی جانب کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امداد کی خوشخبری خود اللہ تعالی نے دی تھی۔ لیکن بدر کے موقعہ پر دی جانے والی یہ خوشخبری قرآن کریم میں کسی بھی جگہ پر موجود نہیں ہے۔ باالفاظ دیگر جنگ بدر کے موقعہ پر نازل ہونے والی ایسی ایک بھی آیت نہیں ملتی جس میں فرشتوں کی امداد کی خوشخبری دی گئی ہو۔ مذکورہ بالا آیات (3.123-125) میں محض یہ حوالہ ہے کہ ایسی ایک خوشخبری جنگ بدر کے موقعہ پر دی گئی تھی اور صراحتاً اس بات کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کو یہ خوشخبری رسول اللہ ﷺ نے دی تھی لیکن اس کے باوجود اس کا انتساب اللہ ہی کی طرف کیا گیا ہے۔ پھر آگے مصنف عثمانی صاحب اس کا بھی نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ یہ بھی وحی غیر متلو ہے

مصنف صاحب کو جواب

مصنف صاحب کا یہ فرمانا کہ اس خوشخبری کا انتساب اللہ کی جانب کیا گیا ہے لیکن بدر کے موقعہ پر دی جانے والی یہ خوشخبری قرآن میں کسی بھی جگہ موجود نہیں ہے۔ تو جناب تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں اوّلاً عرض ہے کہ ملائکہ کی شکل میں امداد کی خوشخبری قرآن میں

بالکل موجود ہے، اگر آپ نے قرآن حکیم کا مطالعہ کرنا اور قرآن کو سمجھ کر پڑھنا اور قرآن کو تصریف آیات کے خدائی فارمولے کی روشنی میں سمجھنا اور اس پر غور کرنا چھوڑ دیا ہے تو آپ قرآن پر ایسا الزام کیوں لگاتے ہیں؟ قرآن پر ایسا بہتان کیوں لگاتے ہیں؟ کہ اس میں ملائکہ والی امداد کی خوشخبری کا جنگ بدر کے موقعہ پر کوئی ذکر نہیں ہے۔ آپ کا یہ لکھنا کہ بدر کے موقعہ پر دی جانے والی یہ خوشخبری قرآن میں کسی بھی جگہ نہیں ہے تو ملاحظہ فرمائیں کہ سورۃ حم السجدہ جو کہ مکی سورۃ ہے جنگ بدر مدینہ میں آنے کے بعد ہوئی ہے تو اس سورۃ کی آیت 30 ہے کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ یعنی جن لوگوں نے یہ قول دیا کہ ہم اللہ کے قانون معیشت پر چلیں گے (ٹرائیبل ازم کے کیپٹل ازم والے معاشی نظام کے مقابلہ میں) پھر وہ لوگ اس پر ڈٹ گئے تو ان کے اوپر نزول ملائکہ ہوگا جن کی وجہ سے انہیں ڈھارس ملے گی کہ وہ حزن اور خوف سے بے نیاز ہو کر جنت کی خوشخبریاں حاصل کریں گے جس کا انہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ جناب قارئین یہ ہوگیا قرآن میں نزول ملائکہ کی خوشخبری کا ثبوت۔ اب آئیں کہ تقی عثمانی صاحب مصر ہیں کہ یہ آیت جنگ بدر کے دنوں میں قرآن میں ہی موجود نہیں، سو اب جب ہم نے قرآن میں اس کا ثبوت دے دیا ہے تو کہیں وہ یہ نہ فرمائیں بلکہ فرما چکے ہیں کہ جنگ بدر کے موقعہ پر دی جانے والی یہ خوشخبری قرآن کریم میں کسی بھی جگہ موجود نہیں۔ تو تقی عثمانی صاحب اور اس کے ہمنوا سن لیں کہ یہ بھی قرآن نے بتا دیا ہے کہ رسول اللہ نے جنگ بدر کے دوران حم سجدہ سورۃ کی اس خوشخبری کا اپنے لشکر کی سپاہ سے جنگی لیکچر میں ذکر بھی فرمایا ہے۔ دلیل کیلئے یہی آیات جو آپ نے جنگل کی حویلی والوں کی فارسی وحی غیر متلو کے ثبوت کیلئے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 37 پر لائی ہے۔ ان میں اللہ نے خود رسول اللہ کی جنگی بریفنگ کا ذکر کیا ہے جس میں اس نے اپنی فوج کو نزول ملائکہ کی خوشخبری بھی سنائی ہے جو سورۃ حم سجدہ میں مذکور تھی۔ لیکچر اور رسول اللہ کے خطاب کا ذکر قرآن نے ان الفاظ سے فرمایا ہے اِذۡ تَقُوۡلُ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَلَنۡ یَّکۡفِیَکُمۡ اَنۡ

یُّمِدَّکُمۡ رَبُّکُمۡ بِثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ مُنۡزَلِیۡنَ۔

جناب مصنف کتاب حجیت حدیث آپ تو اپنے سلف سے بھی بازی لے گئے جو وحی متلو کو آپ نے اس مقام پر وحی غیر متلو قرار دیا ہوا ہے۔ افسوس کہ قرآن کو مظلوم اور لاوارث بنایا گیا ہے، آج کے زمانے میں دور دور تک کہیں بھی ایسی عدالت نظر نہیں آتی کہ قرآن پر بہتان لگانے والوں کے خلاف ہم کوئی فریاد کرسکیں۔ بخاری اور دیگر امامی حدیثوں کے کشکولوں میں جنگ بدر کے دن رسول اللہ کے نام سے یہ جھوٹی حدیث تو مشہور کی ہوئی ہے کہ بدر کے میدان جنگ میں رسول نے دعا میں اللہ سے کہا کہ اے میرے اللہ اگر آج میرے یہ گنے چنے مٹھی بھر ساتھی انہیں اگر تو نے ہلاک کر دیا تو یاد رکھنا قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اب قارئین لوگ سنائیں کہ یہ دعا ہے یا دھمکی ہے؟ (**اللھم ان تھلك ھذہ العصابة لا تعبد الیٰ یوم القیامة**) قرآن تو میدان جنگ میں رسول اللہ کی اپنے انقلابی لڑاکا فوجیوں کے سامنے تقریر سنا رہا ہے کہ انہیں وہ فرماتے ہیں کہ تمہاری مدد کیلئے اللہ کے ملائک بھی آ رہے ہیں ذرا ڈٹ کر جم کر لڑو۔ تو یہ حدیث سازی پر امام کہلانے والے رسول کی اس وحی متلو والی تقریر کا کہیں بھی ذکر نہیں کر رہے بلکہ اس کے الٹ رسول کے نام کی ایسی دعا والی حدیث لکھ رہے ہیں جو دعا کی جگہ اللہ کو دھمکی ہے۔

مصنف کتاب کی وحی غیر متلو کے ثبوت کیلئے چوتھی آیت

وَاِذۡ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحۡدَی الطَّآئِفَتَیۡنِ اَنَّہَا لَکُمۡ (8.07) (ترجمہ از مصنف) "اور جبکہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی۔" اس ترجمہ کے بعد چھ سطریں چھوڑ کر آگے مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ "یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں سے یہ وعدہ کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک جماعت پر غالب ہوں گے، قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس بات کی نوید خود رسول اللہ نے قرآن کریم کی کسی آیت کریمہ کے حوالے کے بغیر دی تھی۔ پھر بھی اوپر دی گئی آیت میں اس وعدے کو نبی اکرم ﷺ کی بجائے اللہ تعالیٰ ہی سے

منسوب کیا گیا ہے۔اس سے محض ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ وعدہ آنحضرت ﷺ کو وحی غیر متلو کے ذریعے معلوم ہوا۔"

تبصرہ

جناب قارئین آپ نے دیکھا کہ آیت (8.7) میں لفظ اور صیغہ **وَاِذْ يَعِدُكُمْ** یہ مضارع کا صیغہ ہے اس کا زمانہ کے لحاظ سے ایک معنی مستقبل کا ہوتا ہے دوسرا زمانہ حال کے لحاظ سے ہوتا ہے بجائے اس کے جناب مصنف جناب تقی عثمانی صاحب نے زمانہ ماضی کا معنی کردیا ہے۔

یہ ماضی کا معنی کرنے والے اکثر مترجم حدیث پرستوں کی پیروکاری میں ترجمے کرتے ہیں۔اصل میں یہاں آیت نمبر 5 سے لے کر 19 تک میدان جنگ میں اللہ کا اپنے رسول سے ایمرجنسی رابطہ ہے۔ظاہر میں تو جنگ کے کمانڈرانچیف جناب رسول اللہ ہیں لیکن ہدایات اور کنٹرول روم کے احکامات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوری لڑائی کے دوران اللہ عزوجل ساری کمان خود سنبھالے ہوئے ہیں۔جناب تقی عثمانی صاحب کی نظر تو صرف آیت نمبر 7 کے صیغے **اذیعدکم** پر پڑسکی ہے، جسے وہ ماضی کا معنی دے کر فارسی وحی کی راہ بنانے کی فکر میں غلطاں ہے۔اس میدان جنگ کے خدائی رابطے کی گفتگو پر غور کیا جائے تو ان پندرہ آیات میں اندازاً تئیس بار مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے، جن میں سے صرف دو صیغوں پر اذ کا لفظ آیا ہے۔باقی جب سارے صیغوں کی معنی تو لازماً حال اور مستقبل کی کرنی ہوگی جو ایک بڑا ثبوت ہے اس بات کا کہ جنگ سے متعلق جملہ آیتوں کی گفتگو موقعہ جنگ سے متعلق ہے۔تو لازماً **اذیعدکم** کا صیغہ ہو یا **اذ تستغیثون ربکم** یعنی دوران جنگ پانی کا مطالبہ ہو یا **اذیغشیکم النعاس** یعنی دوران جنگ نیند آنے کی بات ہو یہ سب باتیں زمانہ حال سے متعلق ہیں، اس لیے اکیلے **اذیعدکم** کے صیغے سے فارسی وحی کی راہ نہیں نکالی جاسکتی۔

مصنف کتاب کی وحی غیر متلو کو قرآن کے برابر لانے کی پانچویں کوشش

جناب مصنف کتاب حجیت حدیث نے صفحہ 40 پر لکھا ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کو ایک راز کی بات بتائی، انہوں نے یہ راز کسی اور کے سامنے ظاہر کردیا، جب آپ کو معلوم ہوا کہ راز ظاہر ہو چکا ہے تو آپ نے ان زوجہ مطہرہ سے وضاحت طلب فرمائی۔انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ اس افشاء راز کی خبر آپ کو کس نے دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے مطلع کردیا ہے۔یہ واقعہ قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے **وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ** (66.3) جناب مصنف صاحب اس آیت کے ترجمہ کے بعد نوٹ لکھتے ہیں کہ ترجمہ کے نمایاں الفاظ اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ کو اس افشاء راز سے مطلع فرمایا تھا۔لیکن یہ اطلاع بھی قرآن کریم میں کہیں نہیں ہے اور اس طرح اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن حکیم کے سوا ایک اور قسم کی وحی کا نزول بھی رسول اللہ پر ہوتا تھا اور یہی وحی غیر متلو ہے۔

تبصرہ

جناب قارئین یہاں بات ذکر ہوئی ہے نبی ﷺ کی کہ انہوں نے اپنی زوجہ سے فرمایا کہ آپ نے میری راز والی بات کسی اور سے کیوں ظاہر کی؟ تو گھر والی کے پوچھنے پر کہ آپ کو کس نے یہ بتایا تو رسول اللہ نے اگر بقول تقی عثمانی صاحب کے یہ جواب دیا کہ مجھے اللہ نے اس افشاء راز سے مطلع فرمایا ہے تو اس میں کونسی بڑی بات ہوئی یہ جملہ تو غیر نبی لوگ جو عام لوگوں سے علم پڑھتے اور خبریں لیتے ہیں انہیں بھی حق ہے، ان کا کہنا بھی درست ہے کہ اگر وہ یہ کہیں کہ مجھے میرا یہ علم اللہ نے دیا ہے تو یہ اس طرح کہنا گناہ نہیں ہے، اس لئے کہ لوگوں سے سیکھا ہوا، لیا ہوا علم بھی اللہ کی دی ہوئی استطاعت سے ہوتا ہے تو عام لوگوں کی سنی سنائی بات کے بارے میں بھی یہ بات کرنا درست ہوتا ہے کہ یہ مجھے اللہ نے معلوم کرائی ہے۔

جس طرح قرآن حکیم شکاری جانور کتوں وغیرہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ (5.4) یعنی کتوں کو ،شکاری جانوروں کو، جوتم نے سکھایا ہے وہ علم جو اللہ نے تمہیں سکھایا ہے۔تو اب جب کتوں کو دی جانے والی شکاری کی ٹریننگ کی نسبت بھی اللہ کی تعلیم کی طرف کرنا قرآن میں اس کا ذکر ہوا ہے،تو رسول اللہ کو جو اپنے راز کے افشاء کی خبر اگر دوسری بیوی سے معلوم ہوئی ہے جس سے یہ بات پہلی بیوی نے آؤٹ کی ہے تو اس کیلئے اللہ کا نام لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔لیکن یہ جواب تو ہم نے تقی صاحب کے جواب کو تسلیم کرنے کیلئے عرض کیا ہے ورنہ ضروری نہیں ہے کہ یہ بات براہ راست اللہ نے اپنے نبی کو تقی عثمانی صاحب والے وحی غیر متلو کے ذریعے سے بتائی ہو کیونکہ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ کے معنی کہ مجھے خبر دی ہے باخبر اور جاننے والے نے۔پھر یہ جاننے والا اور باخبر کوئی بھی ہو سکتا ہے بالخصوص رسول اللہ کی دوسری زوجہ محترمہ جس سے پہلی زوجہ نے رسول اللہ کے راز کا ذکر کیا ہے وہی یہاں علیم وخبیر سے مراد ہے کیونکہ علیم اور خبیر جاننے والا اور باخبر ہونا کوئی عام انسان بھی ہو سکتا ہے۔

مصنف کی جانب سے وحی غیر متلو کو قرآن کے مقابل ماخذ قرار دینے کی چھٹی کوشش

مدینے کے مشہور قبیلے بنونضیر کے محاصرے کے دوران چند مسلمانوں نے محصورین کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دینے کیلئے قلعے کے آس پاس کے کھجور کے درخت کاٹ دیئے تھے۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد یہود نے اس بات پر اعتراض کیا۔قرآن کریم میں اس اعتراض کا جواب اس طرح آیا ہے مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ (59.5) جو کھجوروں کے درختوں کے تنے تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا ہی کے حکم کے موافق ہیں۔

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے یہ درخت اللہ تعالی کی اجازت سے کاٹے تھے لیکن کوئی بھی شخص قرآن کریم کی کوئی بھی آیت کریمہ نہیں بتلا

سکتا جس میں اس جنگ کے دوران درخت کاٹنے کی اجازت ہو۔سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس اجازت کا کس طرح علم ہوا؟ اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ تعالی کی جانب سے یہ اجازت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو دی تھی اور خود نبی کریم ﷺ کو اس اجازت کا علم وحی غیر متلو کے ذریعے ہوا تھا۔(کتاب کی عبارت ختم)

تبصرہ

علامہ جسٹس تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ درخت کاٹنے کی اجازت کا قرآن میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے، اس اجازت کا علم رسول اللہ کو وحی غیر متلو کے ذریعے ہوا تھا۔تو ہم یہاں وحی متلو سے اس اجازت کا ذکر اور حوالہ دے دیتے ہیں۔فرمان ربی ہے کہ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (22.39) یعنی قوانین جنگ کے اندر مظلوموں کیلئے یہ جائز بنایا گیا ہے کہ ان کیلئے یہ اذن دیا جاتا ہے کہ ظالم لوگوں کی شکست اور تباہی کیلئے ان کی تخریب کاری کریں،مظلوم کیلئے ظالم کے خلاف جنگ کے دوران ناجائز اور نامناسب چیز کو بھی جائز قرار دیا جاتا ہے۔جس طرح کہ لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا (4.148) یعنی ظالم کے خلاف مظلوم کو اس کی برائیوں کا ڈھنڈورا کرنے کی اجازت ہے۔اصل بات یہ ہے کہ صدیوں سے یعنی منگولوں کے حملہ کے بعد سقوط بغداد کے بعد سے مسائل حیات کو قرآن سے اخذ کرنے کی ریت کو مسلم امت سے ختم کیا گیا ہے، چھینا گیا ہے، قرآن کو پس تاک الماری بنایا گیا ہے۔اس لئے جزئیات قوانین کا استخراج اور استنباط قرآن سے آج تک بند ہے۔پھر اس کے بعد مزید یہ کہ عالمی سامراج، یہود، نصاریٰ اور مجوس کی جانب سے یہ پراپیگنڈہ کہ مسائل دین کیلئے وحی غیر متلو ہے جو یزدجر بادشاہ کے ایجنٹ تنخواہ خوران کے دانش کدہ کے حدیث وفقہ ساز اماموں کی روایات اور فقہ ہیں قرآن کیلئے ان لوگوں نے جو فضائل نامی روایات گھڑی ہیں صرف ان کی روشنی میں ایصال ثواب کیلئے اسے پڑھا جائے۔سو جسٹس علامہ تقی عثمانی جیسا بین الاقوامی شہرت کا

مالک بھی قرآن فہمی کیلئے قرآن کے بتائے ہوئے اسلوب تصریف آیات والا قانون اور ہنر وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (17.89) یعنی اس قرآن میں ہم نے فن تصریف آیات کو سمجھنے کیلئے ہر قسم کی مثال لائے ہیں۔ تقی صاحب جیسا آدمی جان بوجھ کر اس کے قریب تک نہیں جارہا اور ہر قدم پر وحی متلو کو ناقص، گونگا اور ان کی نام نہاد وحی غیر متلو کا محتاج اور تابع بنائے جارہا ہے اور اسے کوئی بھی اس کارستانی پر کچھ نہیں کہتا شاید اس لئے کہ آج قرآن لاوارث قرار دیا ہوا ہے، آج قرآن مظلوم ہے،

مصنف کی طرف سے وحی غیر متلو کی حمایت میں قرآن کے اندر معنوی تحریف اور رسول اللہ پر فریضہ رسالت کی انجام دہی میں لوگوں سے ڈرنے اور ڈبل مائنڈ ہونے کا الزام نمبر 7

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ” مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ ”فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (33.37)

ترجمہ از مصنف: اور جب آپ اس شخص سے فرمارہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈر اور آپ اپنے دل میں وہ چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپ کو خدا ہی سے زیادہ سزاوار ہے پھر جب زید کا ان سے جی بھر گیا تو ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اس کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا ہی تھا۔ (33.37)

جناب قارئین ترجمہ میں خط کشیدہ حصہ تک یہ رسول اللہ کا وہ قول ہے جو آیت کے

شروع سے چلا آرہا ہے لیکن مصنف جسٹس عثمانی صاحب نے اس حصہ کو اللہ کا خطاب رسول کے ساتھ بنا دیا ہے جو قرآن کے ساتھ بڑی زیادتی ہے، قرآن میں یہ بڑی خیانت ہے، نیز رسول اللہ کی شان میں گستاخی بھی ہے۔ اس قسم کے ترجمہ سے مصنف صاحب آگے لکھتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول کو اطلاع کر دی تھی کہ زید کے طلاق دینے کے بعد حضرت زینب آپ کے نکاح میں آجائے گی۔ لیکن رسول نے حیا و شرم کے باعث یہ بات ظاہر نہیں فرمائی، اور جب زید نے رسول اللہ سے طلاق دینے یا نہ دینے کے بارے میں مشورہ لیا تو رسول نے اس سے تعلق نبھانے اور طلاق نہ دینے کی ہی رائے دی۔ اب قارئین سنائیں کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ کو زینب سے نکاح کی اطلاع دے چکے ہیں اور رسول زینب کے شوہر سے وہ بات چھپا کر اسے طلاق نہ دینے کا مشورہ دے رہے ہیں تو اس ٹرمنالوجی کو کیا کہا جائے گا؟ اصل میں قصہ کی جو یہ غلط صورتحال بنائی گئی ہے وہ اس نتیجہ کیلئے جو علامہ تقی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ 44 پر لکھتے ہیں کہ یہاں ایک بات تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سارے معاملے کی اطلاع آپ کو پہلے ہی دی جا چکی تھی لیکن یہ اطلاع قرآن کریم میں کہیں بھی مذکور نہیں ہے لہٰذا لازماً یہ خبر آنحضرت ﷺ کو وحی غیر متلو کے ذریعے دی گئی تھی۔ اب محترم قارئین غور فرمائیں کہ رسول اللہ کی زینب سے شادی کی خبر تو قرآن نے **قَضٰى زَيْدٌ” مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا** سے تو دی ہوئی ہے لیکن آیت میں زید کو رسول اللہ کی نصیحت اور مشورہ کو جو مصنف کتاب نے اللہ کا قول اور مکالمہ رسول اللہ کے ساتھ بنا دیا ہے اس کا مفہوم ایک طرف یہ بنتا ہے کہ رسول اللہ کے دل میں زینب سے شادی کرنے کی خواہش ثابت کی جائے جس سے قرآن کے مجوسی مفسروں نے جو وحی غیر متلو اور وحی خفی کے حوالوں سے اس آیت کی من گھڑت تفسیر لکھی ہے کہ رسول نے ایک دن زینب کو غسل کرتے ہوئے دیکھ لیا تو وہ اس پر فریفتہ ہو گئے کہ یہ تو میرے نکاح میں آنی چاہیے اور زید کو بھی اس واقع کی خبر لگ گئی تو اس نے بھی رضا کارانہ طور پر طلاق دینے کا فیصلہ کر لیا۔ تو یہاں علامہ عثمانی صاحب نے زید سے قول رسول کی تفصیل میں قینچی مار کر **وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ** سے آگے تک کے حصے کو

اللہ کا قول رسول کے ساتھ بنا دیا ہے، جبکہ آیت میں رسول اللہ کی زید کو نصیحت اور مشورہ یہ ہے کہ جب تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ کے اور آپ کے بھی احسانات ہیں کہ تو اپنی بیوی کو نکاح میں روکے رکھ، اس تعلق کو نہ توڑ تا کہ اللہ کے قانون کی بھی پاسداری ہو جائے اور جو طلاق دینے کیلئے تیرے ذہن میں دلائل ہیں اور انہیں تو لوگوں سے ڈر کر چھپانا بھی چاہتا ہے وہ تو طلاق دینے کے فیصلہ کے وقت قانون کے سامنے تجھے ظاہر کرنے ہی کرنے ہوں گے، اس لئے لوگوں سے ڈرنے کے بجائے قانون بنانے والے سے ڈرنا زیادہ بہتر ہے۔

جناب قارئین یہ تھی نصیحت رسول اللہ کی اپنے ساتھی کو جسے گھما پھرا کر تقی عثمانی صاحب نے بجائے اس کے اس گفتگو کو اللہ اور رسول کی گفتگو بنا دیا۔ محض اس لئے کہ مجوسی حدیث ساز اماموں کی وحی غیر متلو اس قصہ میں ثابت کی جائے جس کے ذریعے ان کی روایتوں اور وحی خفی کی حدیثوں سے وہ تفسیر کے نام کی خرافات ثابت کی جائیں کہ رسول نے زینب کو غسل کرنے کی حالت میں دیکھا تھا پھر اس پر لٹو ہو گئے تو اس کے بعد اللہ نے بھی امامی سکول کے گھڑے ہوئے وحی کے ذریعے رسول کو تھپکی دے دی کہ تو خیال نہ کر، زید سے اس کی بیوی زینب لے کر تجھے بیاہ دیں گے (معاذ اللہ)۔ جناب قارئین آیت کا حصہ **فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ "مِّنۡهَا وَطَرًا"** یعنی جب زید طلاق دے چکا تو یہ اس کا عمل کسی بھی غسل کی حالت میں رسول اللہ کا اسے دیکھنے والی امامی حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں جس ترتیب سے قرآن میں یہ واقعہ ہوا ہے اس میں کوئی محذوف قسم کی وحی غیر متلو کے قصے نہیں ہیں ہاں البتہ یہ جب ہو سکیں گے جب علامہ تقی عثمانی صاحب والے معنی کے مطابق **وَتُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِكَ** والا جملہ رسول اللہ کا زید کو نصیحت کرنے کی بجائے اللہ کی طرف سے رسول سے مکالمہ مانا جائے لیکن اس طرح کے معنی کو قرآن قبول نہیں کرتا اس لئے **وَاِذۡ تَقُوۡلُ** کا جملہ اس کی اجازت نہیں دیتا اور جو آیت میں **فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ "مِّنۡهَا وَطَرًا"** یعنی زید کی طرف سے طلاق دینے کے بعد قرآن نے فرمائی ہے کہ **زَوَّجۡنٰكَهَا** یعنی ہم نے آپ کی شادی زینب سے کرائی تو اس میں کوئی بھی رسول اللہ کی خصوصیت ثابت نہیں ہوئی کہ یہ شادی

کوئی اسپیشل قسم کی ہے۔ یہاں **زَوَّجۡنٰكَهَا** کا معنی ہے کہ اے نبی تیری یہ شادی ہمارے قانون کے مطابق ہوئی اور قانون میں کوئی تخصیص نہیں ہے، ہمیشہ ہر زمانہ میں قیامت تک ہر دور میں کوئی بھی شخص اپنے متبنّی کی طلاق دی ہوئی بیوی سے رسول اللہ کی طرح شادی کر سکتا ہے اور اس کیلئے بھی یہ لفظ **زَوَّجۡنٰكَهَا** کہا جا سکے گا کیونکہ قانون سب کیلئے یکساں ہوتا ہے، جو قانون اللہ کا دیا ہوا ہے۔

جسٹس عثمانی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ 44 پر یہ لکھتا ہے کہ حضرت زینب سے آنحضرت کا نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہی ہوا تھا، یہ حکم قرآن میں کہیں موجود نہیں ہے۔ یہ جسٹس کا فیصلہ سراسر غلط ہے، یہ حکم قرآن میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں **وَمَا جَعَلَ اَدۡعِيَآءَكُمۡ اَبۡنَآءَكُمۡ** (33.4) یعنی تمہارے منہ بولے بیٹے تمہارے حقیقی بیٹوں کے حکم میں قبول نہیں کئے جائیں گے۔ اور جناب جسٹس عثمانی صاحب مائی لاڈ! دوسرا ثبوت قرآن کا بھی اسی مسئلہ سے جو تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ **وَحَلَآئِلُ اَبۡنَآئِكُمُ الَّذِيۡنَ مِنۡ اَصۡلَابِكُمۡ** (4.23) اس قانون کے جملہ **الَّذِيۡنَ مِنۡ اَصۡلَابِكُمۡ** سے بھی آپ کا چیلنج (کہ یہ حکم قرآن کریم میں کہیں موجود نہیں ہے) ٹوٹ جاتا ہے، خبر نہیں کہ قرآن کے ساتھ یہ مذاق آپ کس کو راضی کرنے کیلئے کر رہے ہیں۔ **وَاِنَّ رَبَّكَ لَبِالۡمِرۡصَادِ** (89.14) اللہ تو ایسے لوگوں کی گھات روکے ہوئے ہے۔

مصنف کتاب حجیت حدیث کے وحی غیر متلو کا وحی متلو سے تصادم

علامہ مصنف صاحب صفحہ 44 پر لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں جا بجا مسلمانوں کو نماز پڑھنے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جناب قارئین میں یہاں مصنف صاحب کے اس جملہ اور دعویٰ پر تبصرہ کرتا ہوں، آگے لائی ہوئی آیت پر بعد میں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ علامہ مصنف نے قرآن کے اندر جا بجا نماز پڑھنے کی جو بات کی ہے وہ **اقیموا الصلوٰة** یعنی لفظ **صلوٰة** کے تناظر میں کی ہے۔ میں علامہ تقی صاحب اور اس کے جملہ

ہمنواؤں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ جملہ پورے قرآن کے اندر ایک بار بھی لفظ **صلوٰۃ** کے ساتھ
پڑھنے کا لفظ اور حکم دکھائیں جس طرح کہ علامہ مصنف صاحب نے اپنے اس جملہ میں لکھا
ہے۔اس چیلنج کے بعد دوسری عرض یہ ہے کہ قرآن حکیم جب اپنے کسی اصطلاحی کوڈ ورڈ اور
مخصوص لفظ کے معنی خود بتادے تو پھر اس کے بعد کسی بھی علامہ، مولانا اور اولانا سے اس لفظ
کے معنی نہیں پوچھے جائیں گے کیونکہ قرآن کا فیصلہ حرف آخر ہوتا ہے، قرآن اس حد تک فائنل
اتھارٹی ہے کہ اس میں رسول اللہ کو بھی تبدیلی کی اجازت نہیں ہے۔تو یہ والی مروج نماز جو لفظ
الصلوٰۃ کے ترجمہ کے طور پر کی جاتی ہے یہ لفظ ایک تو عربی زبان کا نہیں ہے، یہ حدیث
ساز اماموں کی فارسی زبان کا لفظ ہے اور اس نماز کی تاریخ علامہ احمد مصری نے اپنی کتاب فجر
اسلام میں یہ بیان کی ہے کہ زردشتیوں، مجوسیوں کے حکیم مانی صاحب پیدائش 215 عیسوی
نے آتش کدوں میں آگ کی پوجا کیلئے ایجاد کی تھی تو فارس کے فقہ ساز اور حدیث ساز اماموں
نے اسلام کو مجوسائیز کرتے وقت قرآن حکیم کے نہایت فلاحی ریاست اور حکومت سازی کے
انقلابی کوڈ ورڈ **اقیمو الصلوٰۃ واتو الزکوٰۃ** کے قرآن والے بتائے ہوئے معنی کو
مسخ کر کے تبدیل کر کے آج ان کی جو مشہور شکل اور معنی ہیں اس میں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔اس
مہم میں یزدجر شاہی کی قرآن دشمن تحریک نے قرآن کی انقلابی فکر کے کوڈ ورڈ صرف **صلوٰۃ**
وزکوٰۃ کے مفہوم اور معنی نہیں بدلے بلکہ مسجد، حج، عمرہ، صبر، شکر، توکل، دین، تقوی، اذن
سحر، طواف، اعتکاف، الامر اس طرح کی بہت بڑی فہرست ہے۔قرآن کی سیاسی حکمرانی کے
ان الفاظ کے معنی جنہیں مسخ کیا گیا ہے ان انتظامی اصلاحی کوڈ ورڈوں کو تقدس کے چوغے پہنا
کر انہیں پوجا جانے والا بت بنایا گیا ہے اور جو ہمارے رسول قران کے حوالہ سے کسی جنگ
میں **واذ غدوت من اھلك تبوی المؤمنین مقاعد للقتال**
(3.121) یعنی انقلابی سپاہ کے افراد کو لڑائیوں میں مورچوں میں سیٹ کر رہا ہے اور **ولقد**
نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ یعنی تم لوگ جب جنگ بدر کے موقعہ پر نہایت کم
تعداد میں تھے تو اس موقعہ پر قرآن نے رسول اللہ کے کمانڈنگ ورک کی صورتحال سنائی ہے کہ

وہ اپنی سپاہ کو اپنے لیکچر سے حوصلہ دے رہا ہے کہ اگر تم چند سو ہو اور دشمن تمہارے مقابلہ میں
تین ہزار ہے تو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، دشمن کی تعداد کے برابر اللہ نے تین ہزار ملائک
ان کے مقابل لائے ہوئے ہیں، اس طرح تمہاری تعداد تو ان سے بھی بڑھ گئی، شاباش آگے
بڑھو اب میدان تمہارے قبضہ میں ہے، اب وہ پہلی کمزوری والی پوزیشن نہیں رہی، ڈٹ کر لڑو
، آگے بڑھو اب تو اللہ نے تین ہزار سے بھی زائد پانچ ہزار ملائک بھیجے ہیں جو بڑے نشانہ باز
ہیں۔قرآن نے رسول اللہ کے اس جنگی لیکچر کو اس طرح کوڈ کیا ہے کہ **اِذْ تَقُوْلُ**
لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ
الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ O بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ
ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ
(3.125) اور قرآن کی جانب سے رسول اللہ کے اس تعارف کے مقابلہ میں یزدجری امامی
وحی غیر متلو کا مسلم میں اس طرح تعارف آیا ہے کہ خیبر کی جنگ میں رسول اللہ نے لڑنے والوں
کو قتل کیا اور بچوں کو قید کیا۔ان میں صفیہ بھی تھیں، وہ پہلے تو دحیہ کلبی کے حصے چڑھ گئیں لیکن
کسی نے رسول اللہ سے آکر عرض کیا کہ صفیہ اتنی حسینہ ہیں کہ وہ تو آپ کے لائق ہے
(بخاری) تو حضور نے وہ دحیہ کلبی سے اپنے لئے لے لی۔امام مسلم نے اپنی کتاب میں انس
بن مالک کی حدیث لائی ہے کہ جنگ خیبر کے دن میں ابوطلحہ کے ساتھ اس کی سواری پر ردیف
تھا، ساتھ میں دوسری سواری پر رسول اللہ سوار تھے، ہم خیبر کی گلیوں میں داخل ہو چکے تھے میرا
گوڈا کبھی رسول اللہ کی ران کو ٹکرا جاتا تھا اور رسول اللہ کی ران سے چادر ہٹی ہوئی تھی
وانحسر الازار عن فخذ النبی ﷺ فانی لاری بیاض فخذ
النبی ﷺ یعنی رسول کی کھلی ہوئی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔جناب قارئین یہ جنگ
خیبر وہ ہے جو مکمل افسانہ ہے اس کا وجود ہی نہیں ہے اس کی ساری کہانی وحی غیر متلو کی مرہون
منت ہے۔اب قارئین موازنہ فرمائیں کہ رسول اللہ کے اس تعارف کا جو علامہ تقی کی وحی غیر
متلو نے کرایا ہے اور اس کے مقابل اس تعارف کو ذہن میں لائیں جو قرآن حکیم نے پیش کیا

ہے۔ تو اب سوچیں کہ قرآنی انقلابی اصطلاحات اور فلاحی ریاست اور مملکت کے کوڈ ورڈ **صلوٰۃ** اور **زکوٰۃ** کا ان قرآن دشمن اماموں نے کیا حشر کیا ہوگا؟ اب لفظ **صلوٰۃ** کے ایک معنی جو وحی غیر متلو والی یہ پارسی مجوسیوں والی آگ کے سامنے پوجا کیلئے پڑھی جانے والی نماز جسے وحی غیر متلو ذریعے اسلامائیز کیا گیا ہے۔ دوسرے معنی جو قرآن نے خود سمجھائے ہیں یعنی **فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى O وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى** (75.31-32) یعنی اس قرآن کے سننے والے نے ہمارے قانون اور پروگرام کی تصدیق کی نہ ہی اس کی تابعداری کی بلکہ اس کے الٹ اس نے ہمارے قانون کی تکذیب کی اور منہ موڑ کر پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ اب یہاں ان دو آیتوں کو ایک دوسرے کے مقابل لایا گیا ہے اور دوسری آیت کے لفظ **تولی** کا معنی متعین ہے، وہ ہے اتباع سے روگردانی کرنا، تو لفظ **صلوۃ** جس کے معنی متفقہ طور پر تابعداری ہے لیکن اللہ جانتا تھا کہ یہ فارسی امام آ کر اس لفظ **صلـوۃ** کے معنی بدلیں گے اور اسے متنازعہ بنائیں گے اس لئے اللہ نے قرآنی ڈکشنری کے ذریعے فن تقابل سے اس کے معنی کو متعین اور واضح کر دیا کہ تولی کے معنی جو روگردانی ہے تو صلی کے معنی تابعداری ہے تو اب **صلوۃ** کا لفظ انتظامی امور اور ریاست کی جملہ ڈیوٹیوں اور اتباع کیلئے اصطلاح بنائی گئی ہے۔ اس حد تک کہ اگر ریاست کے انتظامی امور کیلئے مشاورت کا کوئی اجتماع، سیمینار، کانفرنس ہفت روزہ حاکم وقت کی کھلی کچہری یا کوئی سی میٹنگ منعقد کی جائے گی تو اسے اجتماع صلوۃ سے تعبیر کیا جائے گا اور ریاستی آفسر کی جملہ ڈیوٹیوں کو بھی **صلوۃ** کہا جائے گا۔ اب غور کیا جائے کہ انتظامی قسم کی میٹنگ یا کسی بھی موضوع پر سیمینار کو جو صلوۃ کہا جائے گا تو پھر اس قسم کے اجتماع میں مقالات پڑھے جاتے ہیں بحث کی جاتی ہے، دلائل کی لین دین ہوتی ہے تو ان موقعوں کیلئے قرآن نے فرمایا کہ **يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ** (4.43) یعنی اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت تک اجتماعات صلوۃ میں شرکت نہ کرو جب تک تمہیں علم نہ ہو کہ اب تمہیں کہنا کیا ہے۔ دیکھا جناب قارئین اس آیت نے ثابت کر دیا

کہ اجتماع صلوۃ میں مذاکرہ اور مباحثہ بھی ہوتا ہے تو اس میں جو مکالمہ ایسے ہوں گے تو دوسروں کی سن کر سمجھو گے تو جواب میں تم اپنی قیل وقال پیش کر سکو گے۔

یہاں میں ایک جملہ معترضہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ کتاب قرآن حکیم حکمرانی کا ایک منشور ہے، ریاست اور مملکت چلانے والا آئین اور دستور ہے، اس کی فہم و فراست کیلئے آزادی پسند ذہن درکار ہیں، اس کتاب کو غلامانہ ذہنیت والے وظیفہ خور لوگ درست معنوں میں سمجھ نہ سکیں گے۔ اس کتاب کو سمجھنے کیلئے انفرادی سوچ اور شخصی مفادات والے لوگ صحیح معنی اور مفہوم نہ دے سکیں گے۔ جن لوگوں کا ذریعہ معاش علم فروشی اور ایمان فروشی ہوگا وہ قرآن کی پرواز کو پہنچ نہ سکیں گے۔

ٹنڈو اللہ یار شہر میں جو دارالعلوم ہے، صدر ایوب کے زمانہ میں وہاں ایک ہندوستانی بزرگ ظفر احمد عثمانی شیخ الحدیث تھا۔ وہ ان دنوں اپنے تعویذ کی قیمت تمیں روپیہ وصول کرتا تھا اب کوئی بتائے کہ ایسے لوگ قرآن کی پرواز کو کیا سمجھ پائیں گے یا سمجھا سکیں گے۔ ابھی جون 2006ء میں اسلام آباد جانا ہوا۔ وہاں لال مسجد جو میلوڈی کے قریب ہے اس کے سامنے خالی پلاٹ پر بڑا شاندار نیا مدرسہ جامعہ سیدہ حفصہ کے نام سے دیکھا۔ گیٹ پر ملاقاتیوں کیلئے بورڈ پر ہدایات تھیں کہ وہ وقت لینے کے بعد آئیں اور یہی ہدایت بالخصوص تعویذ لینے والوں کیلئے بھی اس بورڈ پر لکھی ہوئی تھی۔ یہ ہے اسلامی جمہوریت خداداد مملکت پاکستان کے دارالحکومت میں اکیسویں صدی کا دینی ماڈل مدرسہ۔ سوویت یونین کے دنوں شاہ فیصل روڈ کراچی پر واقع حکومت سوویت کی جانب سے ایوان دوستی کے نام سے لائبریری تھی۔ وہاں روزانہ شام کے وقت انقلاب لینن کے پس منظر اور پیش منظر سے متعلق فلم دکھائی جاتی تھی تو جو فلمیں زار شاہی کے دور کی ہوتی تھیں ان میں اس زمانہ کا ملاء اور پادری یہی دعاؤں اور تعویذوں کا کاروبار کرتے ہوئے دکھائے جاتے تھے۔ تو مذہبی مرکزوں کے ایسے ہی کرتوتوں سے لامذہبی انقلابات جنم لیتے ہیں

قرآن حکیم میں صلوۃ کا جو ذکر ہے وہ اجتماعی مفادات کی ڈیوٹیوں سے تعلق رکھتا

ہے اور وہ حکمرانی سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا شمار صرف سرکاری ڈیوٹیوں میں سے ہوتا ہے جس طرح کہ قرآن حکیم نے فرمایا **اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ** (22.41) یعنی جن کو ہم زمین پر اقتدار دلائیں گے تو ان کی یہ ڈیوٹی ہوگی کہ وہ ایسا تو صلوۃ کا معیاری نظام قائم کر کے دکھائیں کہ رعایا کے ہر فرد کو رزق میسر ہو سکے۔ تو اس کے مقابلے میں انقلاب دشمنوں کی بھی صلوۃ ہوتی ہے جن کیلئے قرآن نے فرمایا کہ **وَ مَا کَانَ صَلَاتُہُمۡ عِنۡدَ الۡبَیۡتِ اِلَّا مُکَآءً وَّ تَصۡدِیَۃً** (8.35) یعنی ان کی صلوۃ سیٹیاں بجانا اور ٹھٹھے کرنا ہوتی تھی جب رسول اللہ اپنے ساتھیوں کو لیکچر دے رہے ہوتے ہیں۔ انفرادی طور پر اللہ سے راز و نیاز، بندے کی اللہ سے مناجات کیلئے قرآن نے سکھایا ہے کہ **وَ اذۡکُرۡ رَّبَّکَ فِیۡ نَفۡسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیۡفَۃً وَّ دُوۡنَ الۡجَہۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ وَ لَا تَکُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِیۡنَ** (7.205) یعنی یاد کر اپنے رب کو دل میں عاجزی سے مخفی طور پر جس میں تیری مناجات کوئی سن بھی نہ پائے صبح و شام (یہ محاورہ ہے جس کا اصل معنی ہے) کہ ہر دم ہر گھڑی اتنے تک کہ تجھ پر غفلت کا ایک لمحہ بھی نہ گذرے۔ جناب قارئین اس آیت سے موجودہ مروج نماز کی مکمل نفی ہو جاتی ہے، رد ہو جاتا ہے، کیونکہ اس میں تکبیریں اور قرأت اونچی آواز سے پڑھی جاتی ہے اور یہ نمازیں مخفی طور پر نہیں پڑھی جاتیں اور یہ نمازیں اونچی آواز سے حتی کہ لاؤڈ سپیکروں پر پڑھی جاتی ہیں تو اللہ نے اس ذکر رب والی انفرادی عبادت کیلئے فرمایا ہے کہ صبح شام اتنے تواتر سے پڑھو کہ تم پر غفلت کی ایک گھڑی بھی نہ گزرے جبکہ وحی غیر متلو کے فارس والوں کے قرآن دشمن علم نے یہ نماز پانچ وقت فرض کی ہے جس سے یہ بھی دھوکہ ان حدیث سازوں نے دیا ہے کہ نمازوں کے بیچ والے وقفہ اور فاصلہ میں اگر کسی سے گناہ ہوں گے تو بعد میں آنے والی نماز پڑھنے سے مٹ جائیں گے جبکہ قرآن نے ذکر رب کی اتنی تاکید کی ہے کہ 24 گھنٹوں میں پانچ وقت تو کیا ایک گھڑی بھی غفلت کی نہ آنے پائے اور یہی بات صحیح اور حق ہے کہ ہر وقت قوانین الٰہی کو یاد رکھیں گے جبھی تو **اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ** (29.45)

یعنی ہر دم اللہ کی یاد سے فواحش اور منکرات سے بچا جا سکتا ہے، لیکن اگر کوئی صرف پانچ وقت نماز پڑھے گا تو بیچ کے وقتوں میں وہ گناہ کر سکتا ہے، جبکہ قرآن کے حکم **وَ لَا تَکُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِیۡنَ** کے تحت وہ گناہ کیلئے فارغ ہو ہی نہیں سکتا، گناہ کیلئے ٹائم ہی نہیں نکال سکے گا۔ اللہ نے ہر گھڑی ہر دم اپنی صلوۃ اور یاد کا حکم دیا ہے وہ وحی غیر متلو والی نماز کے مقابلہ میں بہت آسان ہے، جس کیلئے اللہ نے بہت سمجھایا کہ **فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ** (4.103) یعنی اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے اور قیام سے مراد چلتے پھرتے بھی ہے ایسی صورت میں ہی **وَ لَا تَکُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِیۡنَ** پر عمل ہو سکے گا۔ سو آیت (4.103,7.205) نے تو مروج وحی غیر متلو والی آتش پرستوں کی پوجا والی نماز کو مکمل طور پر رد کر دیا ہے۔ (مزید لفظ صلوۃ کے معنی و مفہوم کیلئے میری کتاب صلوۃ کے وہ معنی جو قرآن حکیم نے بتائے دیکھی جا سکتی ہے) اور یہ وحی غیر متلو والی نماز غیر قرآنی اور خلاف قرآن ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ مجوسی زرتشتی اماموں کی اپنی موروثی اختراع ہے کیونکہ اس کی نشانی قرآن نے بتا دی ہے کہ **وَ لَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا** (4.82) تو یہ نماز علامہ تقی عثمانی کی اور قسم کی ہے اور مسعود احمد بی ایس سی کی نماز اور قسم ہے اور یہ دونوں لوگ وحی متلو والی صلوۃ کو ناقص، نا تمام کہہ کر اس کی تکمیل وحی غیر متلو اور وحی خفی سے کرائے بیٹھے ہیں۔ جس نماز نے ساری مسلم امت کو فرقوں میں بانٹا ہوا ہے۔ رہا سوال کہ علامہ تقی صاحب نے **حافظو علی الصلوۃ والصلوۃ الوسطی** (2.238) آیت پر جو اپنی آتش پرستی کی پوجا والی نماز فٹ کرنے کی کوشش کی ہے یہ تو اس کا اپنا خیال ہے لیکن یہاں اس آیت کا یہ مفہوم ہے کہ سابقہ اٹھارہ انیس آیتوں سے گھریلو عائلی قوانین کی ذمہ داریوں اور ڈیوٹیوں کے مسائل مسلسل ذکر کئے گئے ہیں۔ اب اس آیت میں قرآن حکم دے رہا ہے ان جملہ ذمہ داریوں اور ڈیوٹیوں کی حفاظت بھی کرو لیکن یاد رہے کہ امت اور ملت کے اجتماعی مسائل، مرکزی مسائل کی طرف بھی دھیان رہے۔ ان مشترکہ مرکزی مسائل میں بڑی ہی مستعدی سے ہر وقت اٹینشن رہو، اگر اجتماعی معاملوں میں جنگ کی نوبت آ جائے تو بھی پیدل چلتے اور سواری کی صورت میں مرکزی رابطوں کی ڈیوٹیوں کی بالخصوص حفاظت کیا کرو۔

مصنف کتاب" حجیت حدیث "کا قرآن پر حملہ نمبر 9

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ (48.15) جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تمہیں غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو بدل ڈالیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یوں ہی فرما دیا ہے۔ جناب قارئین اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لڑائیوں میں جھوٹے بہانوں سے پیچھے رہ جانے والے بہانہ بازوں کی چالاکی کو قرآن حکیم میں ظاہر فرمایا ہے کہ یہ لوگ جب کسی جنگ میں سہولت سے مال غنیمت چھپانے کا موقعہ دیکھتے ہیں کہ تو کہتے ہیں کہ ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ہمیں بھی اجازت دو کہ ہم بھی تمہارے پیچھے چلیں جبکہ ان منافقوں کیلئے اللہ نے محروم رہنے کا فیصلہ کر ہی دیا ہے تو یہ لوگ اللہ کے اس فیصلے کو بدلنا چاہتے ہیں تو رسول اللہ کو اللہ نے حکم دیا کہ انہیں کہہ دیجیے کہ تم ہمارے پیچھے نہ چلو۔ كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ یعنی اس بندش کا حکم اللہ کی طرف سے پہلے بھی تمہیں بتایا ہوا ہے۔ جناب قارئین علامہ تقی عثمانی صاحب بضد اڑے ہوئے ہیں کہ یہ بندش والا اللہ کا حکم پورے قرآن وحی متلو میں کہیں بھی نہیں ہے، یہ صرف وحی غیر متلو میں ہے۔ تو ہم عثمانی صاحب کی خدمت میں عرض کئے دیتے ہیں کہ آیت (9.83) فَإِن رَّجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُل لَّن تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَن تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ پڑھیں، آپ کا قرآن پر الزام غلط ہے۔ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا اور فَقُل لَّن تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا ایک چیز ہے۔ سو جناب علامہ تقی عثمانی صاحب قرآن پر ایسے الزام اور بہتان نہ باندھو، یہ دنیا کی زندگی نہایت ہی مختصر ہے، دنیا والوں کی مہربانیاں بہت ہی ناپائیدار ہیں۔ زندگی تمام مختصر ہے۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا　　دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

مصنف کتاب" حجیت حدیث" کا قرآن پر حملہ نمبر 10

بعثت کے بعد ابتدائی دنوں میں جب رسول اللہ ﷺ پر قرآنی آیات کا نزول ہوتا تھا تو آپ ان کو بعد میں بھول جانے کے ڈر سے فوراً دہراتے رہتے۔ مصنف کی اس من گھڑت خیال آرائی کے رد میں ہم قرآن سے ثبوت دیتے ہیں کہ علامہ عثمانی صاحب جھوٹ فرما رہے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے کہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ (87.6) یعنی اے محمد! ہم تجھے ایسا تو پڑھائیں گے کہ تو کبھی نہیں بھولے گا۔ اب اس آیت میں پڑھانے والے اللہ نے اپنی استادی کے کمال کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ ہمارا پڑھانا ہی ایسا ہے کہ اسے شاگرد کبھی نہیں بھول سکتا۔ یہاں آ کر ہم تقی عثمانی صاحب کی بات کہ رسول اللہ بعد میں بھول جانے کے ڈر سے فوراً دہراتے رہتے، کو درست مانیں گے تو اللہ کا اپنے پڑھانے کے بارے میں دعویٰ جھوٹ ہو جائے گا۔ سو ہم علامہ تقی کو غلط کہہ سکتے ہیں اللہ کو جھوٹا نہیں کہیں گے۔ آگے مصنف تقی صاحب اسی تسلسل میں لکھتے ہیں کہ یہ آنحضرت کیلئے ایک پر مشقت اور مشکل عمل تھا۔ علامہ صاحب کا یہ مفروضہ بھی خلاف قرآن ہے کیونکہ فرمان ہے کہ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ (20.2) یعنی رسول اللہ کیلئے نزول قرآن کو باعث مشقت نہیں بنایا گیا۔ افسوس ہے کہ علامہ تقی عثمانی صاحب فارس والوں کی وحی غیر متلو کو منوانے کیلئے خود ساختہ کلیے اور قواعد بناتے ہیں تو اس کیلئے قرآن کو بھی روندے جا رہے ہوتے ہیں۔ خبر نہیں کہ قرآن سے اتنا بیر اور بے پرواہی برتنے کے پیچھے کیا کیا عوامل ہیں؟ آگے مصنف کتاب آیت (75.16) لاتے ہیں کہ لا تحرك بلسانك لتعجل به اس آیت کا ترجمہ کرنے والے اکثر مترجم لوگ جناب رسول اللہ کی شان کے مطابق درجہ اور مرتبہ کے مطابق ترجمہ نہیں کر سکے ہیں بشمول علامہ تقی عثمانی صاحب کے، یہ سب لوگ ایسا ترجمہ کرتے ہیں جیسے کہ رسول اللہ کے بارے میں ایک غبی شاگرد کا تاثر قائم ہوتا ہے (معاذ اللہ) مجھے ان لوگوں کا ترجمہ نقل کرتے ہوئے بھی بڑی خجالت ہوتی ہے اور میں یہاں بجائے ترجمہ کے اپنی طرف سے اس آیت کا مفہوم لکھتا ہوں پھر علامہ مصنف صاحب کی وحی غیر متلو کیلئے ان کی دلیل لا کر

پھر اس پر تبصرہ کرتا ہوں۔

یعنی اے محمد! قرآن کے جمع کرنے اور اس کی ترتیب دلانے کیلئے تجھے زبان ہلانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ کی طرف سے ایسے کرنا یہ عجلت کی بات ہوگی، پھر جب ہماری طرف سے یہ جمع ہو جائے بعد میں اس ذخیرہ احکام کی تابع داری کر، اس طریق سے ان احکامات کی مطلوبہ وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے (اس مفہوم کو آیت 20.114 کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے مزید آسانی ہوگی)

اب آئیں جناب مصنف کتاب علامہ تقی عثمانی صاحب کا وحی غیر متلو کیلئے استدلال دیکھیں۔ وہ اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 49 پر لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی توضیح اور تشریح اپنے ذمہ لیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے کہ آپ سے قرآن کریم کی تشریح بیان کی جائے گی۔ یہاں یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ توضیح وتشریح قرآن کریم سے جداگانہ کوئی چیز ہے۔ یہ قرآن کریم نہیں ہے بلکہ اس کا درجہ اس کی تفصیل اور تشریح کا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ قرآن حکیم سے کوئی جداگانہ شکل اور اس کے الفاظ سے علیحدہ کسی امتیازی خصوصیت کی حامل ہو اور یہ بالکل وہی بات ہے جس کا ذکر ہم وحی غیر متلو کے بیان میں پہلے کر آئے ہیں۔

تبصرہ

جناب قارئین قرآن میں ارشاد ہے کہ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (65.11) رسول، وحی متلو کی ایسی تو اللہ کی آیات تمہارے سامنے پڑھتا ہے کہ وہ آیات خود بیان کرنے والی ہیں (جن بیان کرنے والی آیات کے ذریعے سے) ایمان لائے ہوئے اور صالح ایمان والے لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔

جناب قارئین پہلے مصنف کتاب علامہ تقی عثمانی کی وحی غیر متلو کے ثبوت کی عبارت کو غور سے پڑھیں، سمجھ کر پڑھیں، پھر ذیل کی آیت کریمہ کو پڑھیں پھر دیکھیں کہ قرآن نے

کس طرح تو وحی متلو کے دشمنوں کی خبر لی ہے۔ علامہ تقی صاحب نے سب لوگوں کو جاہل تصور کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ نے رسول سے وعدہ فرمایا کہ آپ سے جو قرآن کی تشریح بیان کی جائے گی وہ قرآن سے جداگانہ کوئی چیز ہے۔ تو اللہ نے اس جھوٹ اور غلط بیانی کی تردید نہایت کمال کے الفاظ سے کردی کہ اللہ کی وحی متلو کی آیتیں پڑھے گا بھی رسول تاکہ کوئی یہ نہ پراپیگنڈہ کرے کہ اللہ کے حصہ میں وحی متلو کی آیتیں ہیں اور رسول کے حصہ کی حدیثیں وحی غیر متلو کی ہیں۔ اس لئے یہاں اللہ نے وضاحت کردی کہ رسول بھی وحی متلو کی آیتیں پیش کریگا اور ان آیات کا بیان تشریح اور توضیح کسی وحی غیر متلو کے تابع نہیں ہوگا، وہ بیان اور تشریح قرآن سے الگ کوئی خارجی چیز نہیں ہوگی۔ بلکہ فرمایا کہ وہ آیتیں بھی مبینات ہوں گی یعنی خود بیان کرنے والی ہوں گی، مبینات اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی یہ آیتیں خود تو کیا! یہ تو دیگر مسائل کو بھی کھولنے والی ہوں گی۔ یہ حوالہ سورۃ طلاق کا ہے لیکن سورۃ نور میں بھی ہے (24.34)۔

مصنف کتاب "حجیت حدیث" کا قرآن کو حکمت سے خالی قرار دینے کا حربہ

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (4.113) علامہ عثمانی اس آیت سے استدلال اور کتاب تفہیم اسلام کے مصنف مسعود احمد بی ایس سی نے بھی اپنے اسی موقف کے حق میں ثبوت کیلئے یہی آیت استدلال کیلئے لائی ہے۔ سو جو جواب وہاں لکھا گیا ہے قارئین اسے ہی مطالعہ فرمائیں۔ مصنف کتاب حجیت حدیث علامہ تقی عثمانی نے وحی غیر متلو کے ثبوت کیلئے قرآن سے دلائل کا جو سلسلہ شروع کیا ہے انہیں اخیر میں اب تین آیتوں پر آ کر ختم کیا ہے۔ وہ آیات یہ ہیں مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ (42.51) اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماوے مگر یا تو الہام سے یا حجاب کے باہر سے یا کسی فرشتہ کو بھیج دے کہ وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے۔ آگے مصنف صاحب لکھتا ہے کہ وحی کے ان تینوں طریقوں میں سے قرآن کریم کی وحی کا نزول تیسرے

طریقے کے مطابق ہوا ہے یعنی ایک فرشتہ کے ذریعے جس کو قرآن مجید نے رسول (پیغامبر) کا نام دیا ہے اور اسی کا ذکر دیگر آیات کریمہ میں بھی کیا گیا ہے۔ اس کے بعد دوسری آیت مصنف صاحب نے لائی ہے **قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ** (2.97) آپ یہ کہیے کہ جو شخص جبرائیل سے عداوت رکھے سو انہوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچادیا ہے اللہ کے حکم سے **وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ O نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ O بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ** (26.192-195) اور یہ قرآن **رَبُّ الْعَالَمِينَ** کا بھیجا ہوا ہے اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے قلب پر صاف عربی زبان میں تاکہ آپ منجملہ ڈرانے والوں کے ہوں۔

تبصرہ

جناب فاضل مصنف نے ان تین آیتوں میں سے پہلی آیت کے ترجمہ میں اور اگلے نوٹ میں بڑا گھپلا کیا ہے۔ وہ یہ کہ وحی جو آیت میں دو قسم کی سمجھائی گئی ہے اسے تین قسم کی بنا دیا ہے۔ قرآن نے تو صاف صاف سمجھایا کہ جنس بشر سے اللہ کے کلام کے صرف دو ہی طریقے ہیں، ایک وحی کا دوسرا پس پردہ کلام کا۔ آگے آیت میں جو **يُرْسِلَ رَسُولًا** فرمایا گیا اسی سے مراد تو کوئی سا بھی نبی اور رسول ہے، لیکن فاضل مصنف صاحب نے اس کو جبریل بنادیا ہے، اگر ہم مان لیں کہ تقی عثمانی صاحب نے **يُرْسِلَ رَسُولًا** کے معنی جبریل والے درست کیے ہیں پھر بھی تو وحی کی قسم وہی دو ہی بنتی ہیں، ایک وحی دوسرا **مِن وَرَاءِ حِجَابٍ** کیونکہ اگر جبریل کو رسول مانیں بھی تو پھر بھی وہ وحی ہی تو پہنچائے گا اگر جبریل وحی نہیں لاتا تو اس سورس کا دوسرا نام تقی صاحب یا اس کا کوئی ہمنوا بتائے؟ نہیں تو خود جبریل کے ارسال ترسیل کو، میسج کو وحی کا نام قرآن سے ہم بتاتے ہیں **فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ** (53.10) تو غور کیا جائے کہ یہ بھی تو وحی ہوا، کوئی تیسری چیز تو جبریل کے ذریعے سے بھی سامنے نہیں آئی۔ یہاں مصنف صاحب کی طرف سے اس غلط معنی کرنے پر کلام

کرنے کی بہت بڑی گنجائش ہے میں جان بوجھ کر اسے چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ جنیوا سے لے کر عالم اسلام کو کنٹرول کرنے کے سارے روٹ مجھے معلوم ہیں۔ یہاں ہر چیز بکتی ہے بولو کیا خریدو گے۔

فاضل مصنف آخر میں یہ فاتحانہ نوٹ لکھتے ہیں کہ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے آنحضرت پر صرف قرآن کریم ہی کی وحی نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کے علاوہ دوسری قسم کی وحی کا بھی نزول ہوا ہے۔ دوسری قسم کی یہی وحی غیر متلو کہلاتی ہے۔ صفحہ 51

تبصرہ

جناب قارئین حدیث پرستی کے سارے فرقے اہل حدیث نامی جماعت المسلمین نامی صحاح ستہ کے شش امامی فرقے فقہ کے چہار امامی، دوازدہ امامی، یک امامی یہ سارے فرقوں والے حدیثوں کو وحی غیر متلو کا نام دے کر ان کے فتاووں سے خلاف قرآن فقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ وحی خفی کے نام سے اور حدیثوں کو قرآن کے ساتھ **مثله معه** کہنے والے ان جملہ قرآن دشمنوں کو میں ان کے حیلوں کا رد قرآن سے دیتا ہوں تاکہ وہ لوگ مطمئن ہو جائیں جو ان کی طرف سے بھی زرد شتیوں کے علوم کو اللہ کا وحی کردہ علم مشہور کیے ہوئے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے کہ **وَإِن كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۖ وَإِذًا لَّاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا** (17.73-75) یعنی قریب تھا کہ (اے محمد) تجھے یہ دشمن لوگ دھوکے سے پھیر کر لے جاتے ہماری وحی سے جو ہم نے تیری طرف بھیجی اس لئے کہ تو ہم پر اسے وحی متلو کے غیر کو ہماری طرف منسوب کر کے اسے وحی غیر متلو یا خفی یا **مثله معه** کر کے مشہور کرا سکے۔ بعد میں یہ لوگ تجھے فائیو سٹار کلاس اور کلیبر میں شامل کرتے **وَلَوْلَا أَن ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا** اگر ہم تجھے ثبات اور استحکام عطا نہ کرتے تو قریب تھا کہ تو ان کی طرف تھوڑا بہت پھسل جاتا (پھر کیا ہوتا) **إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا** اگر ایسا ہو جاتا کہ تو وحی متلو کے سوا اور قسم کی وحی ڈکلیئر کرتا تو تجھے دنیا میں بھی ڈبل سزا دیتے اور ممات کے بعد بھی ڈبل، پھر تو اپنے لئے کوئی مددگار (سفارشی) ہمارے پاس ڈھونڈ نہ پاتا۔

کتاب ''تفہیم اسلام'' پر تبصرہ

آیتوں کی سیر

کتاب تفہیم اسلام، چونکہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب دو اسلام کے اندر، بقول مصنف تفہیم اسلام مسعود احمد صاحب کے، کہ اس کے شبہات کے ازالہ کیلئے لکھی گئی ہے۔ پھر یہ کتاب پونے چھ سو صفحات سے زائد ضخیم کتاب شبہ برق کا اور ازالہ مسعود احمد صاحب کا، شروع سے اخیر تک اس طرح لکھی گئی ہے۔ میں اس ساری کتاب پر تبصرہ نہیں کر رہا کیونکہ میں نہ برق صاحب کا وکیل ہوں اور نہ ہی اس کی کتاب دو اسلام کا۔ بلکہ یہ تبصرہ لکھنے کے وقت تک برق صاحب کی کتاب پڑھی بھی نہیں ہے۔ کتاب تفہیم اسلام میں تمہید بعد آغاز ازالہ میں ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب دو اسلام سے پہلے غلط فہمی نقل کر کے اس کا جواب اور ازالہ لکھتے ہوئے اس کا ایک چھوٹا سا جواب میں لکھ رہا ہوں۔ اس جواب میں بھی مجھے کوئی برق صاحب کی صفائی اور وکالت نہیں کرنی صرف اتنا لکھنا ہے کہ ازالہ میں مسعود صاحب نے قرآنی نظریہ کی نہایت ہی غلط اور بے رحمانہ چیر پھاڑ کی ہے۔ مجھے صرف اس کا جواب لکھنا ہے تاکہ جواب میں قرآن کا اصل اور صحیح نظریہ لوگوں کے سامنے لایا جا سکے۔ اس کے بعد کتاب کے صفحہ نمبر 40 پر حدیث کے حجت ہونے کے دس دلائل مصنف مسعود صاحب نے صفحہ 48 تک لکھے ہیں، میں مزید صرف ان دس دلائل کے جواب لکھوں گا اور بس، کیونکہ کتاب تفہیم اسلام کا سارا مدعا اور بنیاد ان کے موقف حجیت حدیث پر ہے، سو بنیاد کے جواب کے بعد کی چیزوں کا جواب بھی اس میرے مضمون سے خود بخود آشکار ہو جائے گا۔

ڈاکٹر برق کا شبہ

یہ 1918 کا ذکر ہے، میں والد صاحب کے ہمراہ امرتسر گیا۔ میں ایک چھوٹے سے گاؤں کا رہنے والا جہاں نہ بلند عمارات نہ مصفا سڑکیں نہ کاریں نہ بجلی کے قمقمے اور نہ اس وضع کی دکانیں، دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ لاکھوں کے سامان سے سجی ہوئی دکانیں اور بورڈ پر کہیں بھیجا سنت رام لکھا ہے کہیں ونی چند اگروال۔۔۔ ہال بازار کے اس سرے سے اس سرے

تک کسی مسلمان کی کوئی دکان نظر نہیں آئی، ہاں مسلمان ضرور نظر آئے، کوئی بوجھ اٹھا رہا تھا، کوئی گدھے لاد رہا تھا۔ غیر مسلم کاروں اور فٹنوں پر جا رہے تھے اور مسلمان اڑھائی من بوجھ کے نیچے دبا ہوا مشکل سے قدم اٹھا رہا تھا۔۔۔۔ دو اسلام، ص 13

خلاصہ اس کا یہ کہ ہندوؤں کے پاس مال و دولت کی فراوانی اور مسلمانوں کو مفلوک الحال دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو حیرت ہوئی، کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا سبب یہ حدیث ہے **الدنیا جیفة وطالبها کلاب** یعنی یہ دنیا ایک مردار ہے اور اس کے متلاشی کتے ہیں۔ دو اسلام ص 15

آگے مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ برق صاحب نے اس حدیث کا مطلب بعض ملاؤں سے دریافت کیا لیکن تسلی نہیں ہوئی اور اس طرح احادیث کے متعلق ان کی غلط فہمیوں کا آغاز ہوا۔ آگے مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ برق صاحب کو بڑی غلط فہمی ہوئی، ایسی کوئی حدیث نہیں جس کے یہ الفاظ ہوں، یہ کسی اور شخص کا قول ہے جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے قرآن و حدیث کی ترجمانی کرتا ہے۔ آگے مسعود صاحب لکھتا ہے کہ قبل اس کے کہ ہم قول مذکور کے صحیح مطلب کی وضاحت کریں، یہ بہتر ہوگا کہ امرتسر میں ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ مشاہدہ کیا ہم اس سلسلہ میں انہیں قرآن کریم کی چند آیات کی سیر کرائیں۔

1- **فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ** (28.79) یعنی ایک دن قارون اپنے ساز و سامان، کروفر کے ساتھ نکلا تو ان لوگوں نے جو دنیا کے طالب تھے کہا کہ اے کاش جو مال و اسباب قارون کو دیا گیا ہے ہمیں بھی ملتا، واقعی یہ بڑا خوش قسمت ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ (28.80) اور جو اہل علم تھے انہوں نے کہا تم پر افسوس ہے جس شخص نے ایمان قبول کیا اور نیک عمل کیے اس کیلئے تو اللہ کا ثواب بہتر ہے اور یہ چیز انہیں ملتی ہے جو صابرین ہیں۔ **فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ**

(28.81) پھر ہم نے قارون کو مع اس کے محل کے زمین میں دھنسا دیا۔ **وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ** (28.82) پھر کل جو لوگ قارون کی مثل بننے کی تمنا کرتے تھے، صبح کو کہنے لگے افسوس یہ رزق تو اللہ اپنے جس بندے کو چاہتا ہے فراخی سے دیتا ہے، اگر اللہ کا احسان نہ ہوتا تو ہم بھی دھنسا دیئے جاتے، افسوس کہ کافروں کیلئے فلاح نہیں۔

مصنف مسعود احمد صاحب نے اس کے بعد ایک آیت (27.11) نوحؑ اور اس کے مخالف سرمایہ داروں کے متعلق لکھی ہے اور جناب رسول اللہ کے زمانے کی بھی اس طرح کے موضوع کی دو آیتیں (93-9.92) بھی لکھی ہیں۔ اس کے بعد اس سرخی کے ساتھ کہ ہر رسول کے زمانہ میں کافر خوشحال تھے کی تین آیتیں لکھی ہیں۔ ان جملہ آیات پر جو نتیجہ کے نام سے نوٹس لکھے ہیں ان میں سے کچھ ٹکڑے میں یہاں نقل کروں گا۔ پھر اس سے آگے بھی مزید بیس بائیس آیتیں بھی اسی موضوع پر لکھی ہیں۔ سو یہاں تک کی آیات کا جواب اجتماعی طور پر عرض کرتا ہوں، اس کے بعد کی آیات کا علی الانفراد جدا جدا جواب عرض کروں گا۔ جناب قارئین فاضل مصنف مسعود صاحب نے یہ آیات اور ان کے نتائج لکھنے سے پہلے ایک انتباہ لکھا ہے کہ **الدنيا جيفة وطالبها كلاب** یعنی دنیا مردار ہے اور اس کے متلاشی کتے ہیں۔ یہ حدیث تو نہیں ہے، یہ کسی اور شخص کا قول ہے جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے قرآن وحدیث کی ترجمانی کرتا ہے۔ یہاں میرا یہ عرض ہے کہ یہ قول قرآن کی ترجمانی تو کیا یہ تو قرآنی فلسفی حیات کی ضد ہے، قرآن کی طرف سے دیئے ہوئے نظریہ معاش کی اس سے رد ہوتی ہے۔ ہاں اگر یہ قول علم حدیث کی ترجمانی کرتا ہے تو میں مسعود احمد صاحب کی اس بات کا رد نہیں کروں گا، کیونکہ حدیث ساز قرآن دشمنوں نے علم حدیث بنایا ہی مسلم امت کو کنگلہ بنانے کیلئے ہے۔ اس لئے مسعود احمد صاحب کا تو یہ ایک طرح کا اعتراف بھی ہوا کہ ان کا حدیث سازی سے مقصد ہی امت مسلمہ کو بھکاری بنانا ہے۔ مسعود صاحب کا یہ لکھنا کہ

الدنيا جيفة وطالبها كلاب دنیا مردار ہے اور اس کے متلاشی کتے ہیں۔ یہ قول اپنے مفہوم کے اعتبار سے قرآن وحدیث کی ترجمانی کرتا ہے۔ ص 20 یہ پکا ثبوت ہے امت مسلمہ کو تباہ برباد کرنے کے ان کے حدیث ساز سرپرستوں کے نظریہ کا۔

جواب

سورة جمعہ میں اللہ کا فرمان ہے کہ **فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ** (62.10) یعنی اجتماع جمعہ سے فراغت کے بعد زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کے فضل کے حصول اور تلاش میں اور طلب میں لگ جاؤ۔ اس آیت میں اللہ نے ایک طرف تو رزق اور مال کو فضل سے تعبیر فرمایا ہے دوسری طرف اسے حاصل کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔

آگے سورة مزمل میں فرمایا **وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ** (73.20) اس آیت میں بھی زمین کے اندر گھوم پھر کر روزی کمانے والوں کی اللہ نے تعریف کر کے مال اور رزق کو اپنے فضل سے تعبیر فرمایا ہے۔ تو کیا حصول رزق کیلئے دنیا کی سیر کو جو مسعود احمد صاحب **وطالبها كلاب** اس جملہ کو مفہوم کے لحاظ سے قرآن کا ترجمان کہہ رہے ہیں، کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ کے فضل کی تلاش جو قرآن کا جملہ ہے، اس کی مرادفت میں مال جو کہ اللہ کا فضل ہے، اس کی تلاش کرنے والے کتے ہیں۔ یہ آخری جملہ پہلے قرآنی جملہ کی ترجمانی کر سکتا ہے؟ مزید سورة بقرة میں فرمایا کہ **لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ** (2.198) یعنی حج کے موقعہ اور سفر میں اگر تم طلب رزق اور طلب مال بھی کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ نے مال و رزق کو فضل سے تعبیر فرمایا ہے جس کو مسعود احمد بی ایس سی صاحب لکھتا ہے کہ اس کی طلب کرنے والے کتے ہیں۔ بہر حال قرآن میں اس طرح کی کئی آیات ہیں جن میں مال ورزق کو فضل اور خیر سے قرآن نے تعبیر فرمایا ہے۔ اس لیے اب آتے ہیں ان آیات کے مفہوم کی طرف جنہیں مسعود احمد صاحب نے اپنے غلط مقاصد کیلئے استعمال کیا ہے۔

سورة قصص میں قارون کے متعلق دو آیتوں پر نتیجہ کے نوٹ میں صفحہ 21 پر مسعود

احمد صاحب لکھتے ہیں کہ بہر حال آیات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ دنیا اچھی چیز نہیں اور اس کے طالب بھی اچھے نہیں۔ میں پھر قارئین سے مہلت طلب ہوں کہ مصنف مسعود احمد دنیا اور دولت کے معنی میں ایک تو خلط ملط کر رہے ہیں۔ قرآن حکیم نے جس مال اور دولت کو خیر اور فضل کے معنوں میں استعمال کیا ہے مصنف صاحب اس معنی پر لفظ دنیا کو اور اس کے معنی کو فٹ کر رہا ہے جبکہ دنیا کا معنی اور ہے اور مال دولت کا معنی اور ہے۔ اس لیے میں لفظ دنیا کا معنی پہلے قارئین کی خدمت میں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ دنی، یدنو، دنواً معنی قریب ہونا، اس کے مقابل قرآن حکیم آخرت کا لفظ لایا ہے، اس کی مناسبت اس طرح ہے کہ دنیا یہ موجودہ زمانہ حال ہے۔ جس سے ہم گزر رہے ہیں اور اس کے مقابل اس کے اختتام کے بعد دوسری زندگی **والبعث بعد الموت** والی وہ آخرت کی زندگی ہے تو آخرت کے مقابلہ میں یہ موجود زمانہ حال والی زندگی جو ہمیں نہایت قریب ہے تو اس کا نام اس کے معنی کی مناسبت سے دنیا رکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد جاننا چاہیے کہ قرآن حکیم میں جہاں جہاں بھی دنیا کیلئے لہو، لعب یا مذمت کے دیگر جملے استعمال کیے گئے ہیں وہ **اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ** (14.3) یعنی جو لوگ دنیا کی زندگی کے ساتھ آخرت کی زندگی کے مقابلے میں زیادہ محبت کرتے ہیں یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں وہ قابل مذمت ہیں۔ تو قرآن حکیم میں دنیاوی زندگی جو کہ عارضی ہے مختصر ہے فانی ہے، اس کی عارضی چیزوں کو جو شخص آخرت جیسی لمبی دائمی زندگی کی چیزوں پر ترجیح دے گا تو لازمی طور پر ایسے آدمی کی فضیحت نہایت ہی مناسب اور درست ہوگی۔ تو قرآن حکیم نے جو بھی کچھ دنیا کے بارے میں فرمایا ہے وہ انسان کی ترجیحات کے حوالوں سے سمجھا جائے اور وہ اس معنی میں سمجھا جائے کہ یہ دنیا کی مذمت **فِي نَفْسِهٖ** اس دنیا کی نہیں ہے بلکہ یہ آخرت کے مقابلے میں اس کے عارضی اور فانی اور بے بقا ہونے کے معنوں میں ہونے کی وجہ سے ہے۔ جس طرح خریدار مارکیٹ میں ایک ہی چیز دو کمپنیوں کی جدا جدا دیکھتا ہے، ایک پائیدار اور دوسری اس کے مقابل کمزور اور جلد ہی ضائع ہو جانے والی ہے تو لازمی طور پر سمجھ دار خریدار پائیدار چیز کو

ترجیح دے گا تو دنیا آخرت کے مقابلہ میں نہایت ہی ناپائیدار ہے، اس لیے اللہ نے براہ راست دنیا پر تنقید نہیں کی، اگر کی ہے تو اس کی بے ثباتی کے وصف پر کی ہے اور آخرت کے تقابل میں لا کر کی ہے اور دنیا کے ساتھ لفظ حیاۃ کا ملا کر کی ہے یا متاع کا ملا کر کی ہے یا عرض (بمعنی سامان) کا لفظ ملا کر کی ہے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ متاع، عرض اور حیاتی وہ پسند ہونی چاہیے جو پائیدار ہو، دنیا سے دل نہیں لگانا کیونکہ عارضی اور فانی ہے۔ اسی طرح **حيٰوة الدنيا** بھی اس صورت میں ناپسندیدہ ہے جب اسے آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دی جاتی ہو۔ اگر براہ راست صرف دنیا کو برا سمجھا جائے گا تو **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً** کہنے والا بھی **طالبها كلاب** یعنی مردار چیزوں کا متلاشی کہا جائے گا، اگر یہ بات ہوتی تو قرآن ایسی دعا کی تعلیم نہ دیتا اور مسعود احمد صاحب کا یہ لکھنا کہ دنیا اچھی چیز نہیں اور اس کے طالب بھی اچھے نہیں، اگر یہ درست ہے تو جناب موسیٰ سلام علیہ کا یہ مطالبہ اور دعا **وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ** (7.156) مسعود احمد کے اس طرح کہنے کی زد میں تو موسیٰ سلام علیہ بھی آجاتے ہیں، جبکہ جملہ **طالبها كلاب** کو بھی مسعود احمد قرآن کا ترجمان قرار دے کر آیا ہے۔ اس حال میں تو اللہ کا نبی بھی مسعود احمد کے زردشتی نشانے پر آ گیا کیونکہ موسیٰ نے دنیا کے حسن وخوبی کا مطالبہ کیا ہے اور آخرت کا بھی، تو یہ چیز نہایت مہنگی اور قیمتی ہے جس پر کھربوں پدموں کا بجٹ خرچ ہوگا۔

مسعود احمد صاحب اپنی کتاب کے صفحہ 22,23 پر سورۃ توبہ کی آیتوں 92,93 کو لایا ہے کہ جو تیرے مخلص ساتھی تیرے پاس آئے اور تیرے پاس ان کیلئے سواری کا کوئی بندوبست نہیں تھا، جب آپ نے انہیں لڑائی پر لے جانے سے معذرت کی اور وہ لوگ جنگ میں شرکت نہ کر سکنے کی حسرت لے کر واپس جاتے ہوئے رو رہے تھے کہ کاش ان کے پاس کچھ مال ہوتا تو وہ اسے خرچ کر کے لڑائی پر جانے کے قابل ہو سکتے۔ اس آیت پر مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ نہ صحابہ کے پاس خرچ کرنے کو مال تھا نہ ہی اس وقت قائم شدہ حکومت کے پاس ہی کوئی فنڈ تھا جو ان واپس جانے والوں کیلئے کوئی بندوبست کرتی۔ اس کے بعد

مسعود احمد اپنی کتاب کے صفحہ 24 پر ایک شبہ کا ازالہ کی سرخی سے ایک لمبا چوڑا ازالہ لکھتا ہے کہ مذکورہ آیت میں مسکینی کی جس حالت کا ذکر کیا گیا ہے وہ ابتدائی دور کی ہیں بعد میں مالدار ہو گئے ہیں۔ لکھتا ہے کہ یہ شبہ حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ اس کے بعد پھر شاید مسعود صاحب کو خیال آتا ہے کہ کہیں کسی مسلم مومن کو آیت وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (93.8) یاد نہ ہو جس میں بتایا گیا ہے کہ اے رسول تو پہلے تنگ دست تھا بعد میں تجھے غنی بنا دیا۔ سو یکدم مسعود احمد لکھتے ہیں کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مسلمین کو مال و دولت کی فراوانی بخشی گئی پھر بھی یہ ثابت کرنا ناممکن ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب میں سے ہر شخص کو اتنا ہی مال مل گیا تھا جتنا قارون کو بلکہ مومن ہونے کی وجہ سے اور بھی زیادہ، یا رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب میں سے ہر شخص اتنا ہی مالدار ہو گیا تھا جتنا اس زمانے کے یہودی تھے یا اسلامی حکومت اسی جاہ وحشت کی مالک ہو گئی تھی جو سلاطین روم اور ایران کے ہاں تھی۔ تفہیم اسلام ص 24

شبہ کے ازالہ پر تبصرہ

جناب قارئین مصنف کتاب مسعود احمد اور اس کے ہمنوا لوگوں کی قرآن فہمی کا کیا تو انداز ہے کہ انہوں نے علم وحی اور قرآن کو یہ سمجھ رکھا ہے کہ موسیٰ یا محمد سلام علیہما یہ دنیا کے اتنے بڑے انقلابی لوگ دنیا سے قارون کو ختم کر کے خود قارون بننے آئے تھے، یا ان کا ایک ایک صحابی بھی قارون بننے کا خواہشمند تھا، یا محمد علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے مدینۃ الرسول میں حکومت کی داغ بیل اس لئے ڈالی تھی کہ ان کا ہر ایک اس دور کے یہودیوں کے برابر کا مالدار بن جائے اور رسول اللہ کی حکومت روم فارس، قیصریت اور کسرویت کی سی جاہ وحشمت قائم کر کے دکھائے، جن کو ملنے والے پہلے ان سلاطین کو سجدہ کرتے تھے پھر شرف باریابی پاسکتے تھے جبکہ رسول اللہ کو اللہ کا حکم تھا کہ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ (15.88) یعنی مومنین کو تواضع کے ساتھ ملیں۔ تو یہ بی ایس سی کا ڈگری یافتہ مسعود احمد صاحب، برق صاحب کو آیات قرآنی کی سیر کراتے وقت قرآنی حوالوں سے اللہ کے نبیوں کا کیا تو تعارف کرا رہا ہے، عجیب لگتا ہے، افسوس ہوتا ہے، مسعود احمد کی قرآن دانی پر، قرآن فہمی پر، جو کہ اس کی قرآنی فکر سے جہالت کی بجائے قرآن دشمنی نظر آ رہی ہے۔

علم حدیث کا افکار قرآنی پر پہلا وار

قرآن حکیم جو کہ ھدی للناس (2.185) کتاب ہے اس کی ہدایات کا تعلق جمیع انسانوں سے ہے، اجتماعوں سے ہے، معاشروں اور حکومتوں سے ہے، جملہ انسانوں کی ہدایت کیلئے ان کے حکمرانوں سے ہے۔ اہل فارس اور اس کے معاون یہود و نصاریٰ نے قرآنی پرواز اور اڑان میں اپنے فن حدیث سازی سے جو کمندیں ڈالی ہیں، ان کے ذریعے انہوں نے قرآن کو تعویذوں کی کتاب کی طرح پیش کیا ہے، قرآن کو انفرادی، شخصی، ذاتیاتی مفادات کا محور بنایا ہوا ہے۔ اس کا ثبوت ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جماعت المسلمین نامی اہل حدیثوں کا دانشور مسعود احمد، رسول اللہ کو موسیٰ علیہ السلام کو ان کے اصحاب کو قارون اور دیگر یہودی سرمایہ داروں کی طرح مالدار نہ بن سکنے کو آیت وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ کے معنی اور مفہوم کا مصداق تسلیم نہیں کر رہا یعنی مسعود احمد صاحب اس آیت کے موافق اللہ کے رسولوں اور ان کے اصحاب کا غنی بن جانا اس وقت مانیں گے جب یہ لوگ سب کے سب قارون اور دیگر یہودی سرمایہ داروں کے برابر ہو جاتے۔ یعنی قرآن کے فارمولے اجتماعی خوشحالی کے عوض انفرادی سرمایہ داری اور خوشی کو یہ لوگ انقلاب مانتے ہیں۔ ان کے قرآنی معاشیات کے نظریہ کو نہ سمجھنے پر کیا کہا جائے!

علم وحی کی روشنی میں انبیاء کے انقلابات کا مقصد

اصل بات یہ ہے کہ علم حدیث کا خلاصہ ہی دنیا میں پھر سے غلام ساز جاگیرداریت اور استحصالی سرمایہ داریت کو نیا جنم دینا اور پنپتے ہوئے رکھنا ہے، تحفظ دینا ہے۔ قرآن کے میزائل مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ سے سلاطین روم و فارس کی جو غلام ساز حشمت پاش پاش ہو گئی تھی انہیں اسے پھر سے تحفظ دینا ہے اور قرآن کے دیگر میزائلوں، سواء للسائلین اور کل نفس بما کسب رھینۃ اور ولیس للانسان الا ما سعیٰ سے جو قارونیت اور طبقاتی معاشروں والے عفریت تھے انہیں پاش پاش کیا گیا تو اس لئے اب مسعود احمد بی ایس سی پاس ڈگری والا کہہ رہا ہے کہ محمد رسول اللہ اور موسیٰ

علیہ السلام کو قارون کے خزانوں کے برابر دولت مل جانی چاہیے تھی۔ سو میں یہاں مسعود احمد صاحب اور اس کے قبیل کے جملہ حدیث پرستوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ موسوی انقلاب سے، محمدی انقلاب سے ان انقلابیوں کو قارون اور دیگر مالدار یہودیوں سے بھی زیادہ دولت اور خزانے مل گئے تھے، رسول اللہ اور اس کے اصحاب بادشاہ کسریٰ سے بھی زیادہ حشمت اور رعب وتاب کے مالک بن گئے تھے۔ وہ بھی اس پیمانے پر کہ خود شاہ کسریٰ بھی خوف کے مارے اپنے کیپٹیل پوائنٹ سے بھاگ کر مزار شریف (افغانستان) میں آ کر مزار علی کے مجاور بننے میں کسرویت کی آبیاری کرنے لگے لیکن حدیث پرست لوگ جان بوجھ کر لوگوں سے چھپاتے ہیں کہ قرآن کی علم وحی کی روشنی میں قائم کردہ انقلابی حکومت اپنے معاشروں میں قارون سازی اور قیصر سازی کی نرسریوں کو کی **لا یکون دولة بین الاغنیاء** کے پٹرول سے بھسم کر دیتی ہے اور ان کی سلطنت میں گئی سارے قارونی خزانے نیشنلائز ہو کر عوامی بیت المال بن جاتے ہیں۔ سو ان بادشاہ پرست غلام ساز دانشوروں نے زکوٰۃ کے معنی پورے سال میں ایک بار سو روپیہ پر ڈھائی روپے کے نام سے دینا بنائے ہیں اور **اقیمو الصلوۃ** کے معنی روزانہ ان کی والی آگ کے سامنے پوجا والی زردشتی نماز پڑھنے کو اسلامائیز کر دیا جو زکوٰۃ کی طرح سال میں ایک بار دینے کی بجائے روزانہ پانچ بار لاگو کر دی گئی۔ سو یہ بات ہر وقت ذہن میں محفوظ رکھنی چاہیے کہ انبیاء کے انقلابوں کا مقصد قوموں اور معاشروں کے اندر اجتماعی خوشحالی پیدا کرنا ہے اور ان انقلابوں کے ذریعے انفرادی دولت والے قارون ختم کرنے ہیں جن کی وجہ سے معاشی اور سماجی ناہمواریاں معاشروں کا ناسور بن جاتی ہیں اور اجتماعیت کو کینسر لگ جانے کی طرح لاعلاج کر دیتی ہیں۔

مصنف کتاب تفہیم اسلام مسعود احمد نے صفحہ 23 پر ایک سرخی لکھی ہے کہ ہر رسول کے زمانہ میں کافر خوش حال تھے۔ تو محترم قارئین آئیں مسعود احمد صاحب کی اس سرخی پر غور کریں، ہر رسول کے زمانہ میں کافر خوش حال تھے۔ اور یہ بھی طے ہے کہ ہر رسول اپنے اپنے زمانہ کے کافروں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اب مسعود احمد صاحب کے قول کے مطابق کافر

خوش حال تھے۔ رسولوں کو ان کی طرف بھیجا گیا اور رسولوں کے اکثر ساتھی لٹے پٹے، مسکین، غریب، نادار ہوتے تھے۔ کافر اس لئے کافر ہوا کہ وہ خوش حال تھا اور اپنی دولت کو ناداروں پر خرچ کرنے کیلئے تیار نہ تھا۔ اب یہاں یہ حقیقت ثابت ہو گئی اگر کوئی کافر رسول پر ایمان لائے گا تو اسے اپنی فاضل دولت بیت المال میں جمع کرانی ہو گی اور انفرادی خوشحالی کے نظریہ سے دستبردار ہو کر اجتماعی خوشحالی کے نظریہ کو لبیک کہہ کر مساوات والے معاشرہ کا ممبر بن کر رہنا ہو گا۔

کافر کی تعریف

جناب مسعود احمد صاحب نے اپنی اس سرخی کے نیچے تین عدد آیتیں لائی ہیں، جن میں سے دوسری آیت ہے کہ **وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ** (34.35) یعنی کافر کہتے تھے کہ ہم مال اور اولاد کی دولت سے مالا مال ہیں، اس لئے ہم تمہارے انقلابیوں کی سزا سے بچ جائیں گے۔ اس آیت نے ثابت کر دیا کہ ہر وہ شخص کافر ہے جو قرآن کے معاشی نظریہ کو تسلیم نہیں کرتا۔

مومن کی تعریف

اب اوپر کافر کی تعریف سے بطور مفہوم مخالف یا تقابل کے طور پر یہ ثابت ہوا کہ جو لوگ شخصی اور انفرادی خوشحالی کے نظریہ کو رد کرتے ہوئے اجتماعی اور مساواتی معاشرہ کے ممبر بننے کے بعد اجتماع کی حیثیت میں خوشحالی کیلئے اقامت صلوۃ کی جدوجہد کریں گے تو وہ مومن کہلائیں گے۔

مصنف کی حواس باختگی

کتاب کے صفحہ نمبر 24 پر مصنف نے دوسرے نمبر پر ایک سرخی لگائی ہے (دنیا کی مذمت اور قرآن) اس سرخی کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ آیات بالا سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ دنیا ایک بے حقیقت شئے ہے، انبیاء علیہ السلام کے پاس نہ ابتدائی دور میں اس کی فراوانی ہوئی نہ آخری دور میں۔

جناب قارئین! اس جملہ کہ دنیا ایک بے حقیقت شئے ہے، کو آپ قرآن کے آئینہ

میں غور فرمائیں، قرآن فرماتا ہے کہ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (3.191) یعنی وہ لوگ جو اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، یاد الٰہی میں معروف رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے اندر غور کرتے کرتے پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہم سب کے پالنے والے یہ تیری تخلیق ہرگز باطل نہیں ہو سکتی (تیری تخلیق کی مذمت کرنے والوں سے) تو پاک ہے (ہم ان مذمت کرنے والوں میں سے نہیں ہیں) اس لئے تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ آگے قرآن کا فرمان ہے کہ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ (38.27) یعنی آسمان اور زمین کو ہم نے فضول اور باطل پیدا نہیں کیا جو لوگ اس طرح سمجھتے ہیں اور زمین آسمان کو اور اس کے درمیان کو بے مقصد قرار دیتے ہیں، اس طرح کا گمان کرنے والے کافر ہیں، سو بربادی ہو ایسے کافروں کیلئے آگ کے ذریعے۔ اب کس سے فیصلہ کرائیں کہ کتاب تفہیم اسلام کا مصنف جو غلام جیلانی برق کو راہ راست پر لاتے ہوئے لکھتا ہے کہ دنیا ایک بے حقیقت شئے ہے نہ صرف اتنا بلکہ یہ بھی لکھتا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کے پاس نہ ابتدائی دور میں اس کی فراوانی ہوئی نہ آخری دور میں۔ اب کوئی بتائے کہ مسعود احمد اور اس کے ہمنواؤں کو کس طرح سمجھایا جائے کہ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى (93.8) یعنی انقلاب سے پہلے تو دولت چند لٹیروں کے ہاتھوں میں ہوتی تھی، ایسے وقت میں لوگوں کی اکثریت محتاج اور کنگلی ہوتی تھی لیکن انقلاب آنے کے بعد لٹیروں کے ہاتھوں لوٹا ہوا مال واپس کر کے جب نیشنلائز کر دیا جاتا تھا تو سارے افراد رعیت اپنی حاجات میں مستغنی ہو جاتے تھے۔ اگر مسعود احمد کی بات کو مان لیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام پہلے بھی اور بعد میں بھی مالی فراوانی سے بے بہرہ رہے ہیں تو پھر ان کا مشن تو ناکام کہا جائے گا۔ بہرحال قرآن تو کھل کر اعلان کرتا ہے کہ انقلاب سے پہلے محتاجی تھی اور بعد میں سارے معاشی عمرانی مسائل حل ہو گئے تھے۔ (93.8) اب دنیا کی

جو بھی مذمت مسعود احمد صاحب نے آیات قرآنیہ کے حوالوں سے ثابت کی ہے خود مسعود احمد نے اپنے دلائل پر ہی غور نہیں فرمایا کہ جو آیات وہ اپنے موقف کے ثبوت کیلئے لایا ہے، ان میں غور کیا جائے تو ان مالدار کافروں کے اعمال کی مذمت کی گئی ہے، ان کی سوچ کی مذمت کی گئی ہے، ان کے غلط رویوں کی مذمت کی گئی ہے۔ اب مسعود احمد صاحب کی لائی ہوئی ان آیات پر غور فرمائیں۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ O مَتَاعٌ "قَلِيْلٌ" ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (3.196) اب اس آیت میں کافروں کا شہروں میں دولت کے گھمنڈ میں اکڑاتراتے ہوئے چلنا یہ مذمت کے لائق ہے اس لئے کہ جس مال کو انہوں نے بہت کچھ سمجھا ہوا ہے وہ فانی ہے، تھوڑا ہے، دنیا کی طرح ختم ہونے والا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ مالدار کافروں کی غلط سوچ کی مذمت کی گئی ہے۔ اس آیت میں تو دنیا کا نام بھی نہیں، ذکر بھی نہیں آگے دوسری آیت لائی ہوئی ہے کہ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (9.85) اب اس آیت میں غور کیا جائے کہ اللہ اپنے رسول سے فرماتے ہیں کہ ان انقلاب دشمنوں کی مالداری اور کثرت تجھے تعجب میں نہ ڈالے۔ یہ طے سمجھا جائے کہ انہیں اسی حرام خوری سے کمائے ہوئے مال بنانے کے جرم میں اللہ نے اسی دنیا کے اندر عذاب دینے کا فیصلہ کیا ہے اور ان کی جانیں اس حال میں چلتی بنیں گی کہ یہ لوگ کفر میں ہی ہوں گے۔ قارئین یہاں آپ نے غور فرمایا کہ کفار کو سزا ان کو ناجائز طریقوں سے مال بنانے کے بدلے میں دینے کی بات کی گئی ہے۔ اس آیت میں دنیا پر ایسا کوئی بھی ریمارک نہیں جس سے براہ راست دنیا کو مورد الزام بنایا گیا ہو، دنیا تو ایک مکان ہے، دنیا تو ایک وطن ہے، بات تو مکین اور وطنی لوگوں کے کرداروں کی ہو رہی ہے کہ وہ کیسے ہیں اور کس لائق ہیں؟ مذمت اور مدحت کا تعلق تو مکینوں اور بستی والوں سے ہے۔ آگے مسعود احمد صاحب ایک اور آیت لاتے ہیں وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ

زَهۡرَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيۡهِ وَرِزۡقُ رَبِّكَ خَيۡرٌ" وَّاَبۡقٰى (20.131) یعنی کافروں کو جو مال ہم نے دے رکھا ہے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو، یہ محض دنیاوی زندگی کا ٹھاٹھ ہے تا کہ ہم اس ذریعے ان کی آزمائش کریں اور تمہارے رب کا رزق بہتر ہے جو اصولوں اور قانون سے تمہیں مل رہا ہے، وہ زیادہ بقادار ہے۔ اب اس آیت میں بھی دنیا کی زیبائش کے چکروں میں پھنس جانے سے منع کیا گیا ہے، برائی تو نمائش اور ٹھاٹھ میں ہے۔ اس آیت پر مسعود احمد صاحب نے نتیجہ کے نام سے ایک نوٹ لکھا ہے کہ اگر یہ دنیا اچھی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کی طمع سے کیوں روکتا؟ اور مسلم کیوں کافروں کے مقابلہ میں دنیا سے محروم ہوتے؟ جب صحابہ کرام جن کی ایمانی قوت کی مناسبت سے ان کی دنیا بھی اتنی اچھی ہونی چاہیے تھی، کافروں کے مقابلہ میں پسماندہ تھے۔ تو آج پسماندگی کا سبب حدیث کو قرار دینا کہاں تک صحیح ہے؟ اگر کوئی یہ کہے کہ صحابہ کرام کی محرومی کا سبب قرآن تھا تو آخر اس الزام کا کیا جواب ہوگا؟ کیا آپ انصاف سے کہہ سکتے ہیں کہ جو جواب قرآن مجید کی طرف سے دیا جائے گا وہی جواب حدیث کی طرف سے دیا جائے گا۔

تبصرہ

مسعود احمد صاحب یہاں آیت مذکورہ (20.131) سے اپنے خودساختہ نتیجے نکال رہے ہیں کہ رسول اور اس کے ساتھی لالچ کی نظروں سے مال دار کافروں کو دیکھتے تھے اور اپنی دنیا سے محرومی پر حسرت کرتے تھے۔ یہ بات تو مسعود احمد کی خودساختہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ اور اس کے ساتھیوں نے مکہ کی ٹرائبل شاہی اور مدینہ کے استحصالی یہودی مالداروں کے خلاف انقلاب لایا۔ جس انقلاب کے منشور میں **وان لیس للانسان الا ما سعی** کا قانون لاگو کیا گیا تھا یعنی ویلیو سکوں، سونے اور چاندی کی نہیں ہوگی، قیمت محنت کی ہوگی اور تقسیم معاش کا فارمولا **سواء للسائلین** (41.10) حاجتمندوں میں مساوات اور برابری والا نافذ ہوگا۔ تو اب اس نئے سماجی اور معاشی فارمولے پر نیا سماج جو چلاتا ہے تو اس کی ہدایات اس آیت (20.131) میں دی جارہی ہیں۔ میں اس آیت کی

ہدایات کی مانند کی مثال عرض کرتا ہوں۔ ہمارے ساتھیوں عزیز عباسی اور حیدر جویو اور ان کے ساتھیوں نے پہلے لاڑکانہ لیبر فیڈریشن بنائی پھر وطن دوست پارٹی بنائی جس میں ورکروں کو حکم دیا ہوا تھا کہ جب بھی دیکھو کہ سامنے وڈیرا صاحب اپنی ٹھاٹھ والی پجیرو گاڑی میں آرہا ہے تو تم جان بوجھ کر منہ پھیر کر چلو یا ایسے کھڑے ہو جاؤ جیسے کہ رئیس صاحب محسوس کرے کہ یہ کامریڈ میری طرف دیکھ بھی نہیں رہا، سڑک کے سارے لوگ جب مجھے سلام کر رہے ہیں اس کے باوجود یہ کنگلہ ورکر میری طرف تکتا بھی نہیں ہے۔ قرآن بھی اسی طرح اپنے ورکروں کی تربیت کر رہا ہے قرآن تنظیم بنانا سکھاتا ہے، قرآن ورکروں کو ٹریننگ دینے والی کتاب ہے، قرآنی ورکر کبھی بھی لالچی نہیں ہوتا، قرآنی ورکر ایک فریڈم فائٹر ذہن رکھتا ہے۔ میں بھی سیاسی تنظیم کا ایک ورکر ہوں، ہمارے ہاں ظالم سے ڈرنا حرام ہے، ہمارے ساتھی کسی استحصالی کو دیکھتے ہیں تو پھر پھٹ پڑتے ہیں اور وہ روکے بھی نہیں رکتے، ان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اگر بولنے سے روکو بھی تو وہ چیخ کر کہتے ہیں کہ

لاکھ وڈیرا لعنت ہووئی — لاکھ وڈیرا لعنت ہووئی

جیڈے دردے کتے سکھے — میڈے دردے بچے بکھے

انہاں بچاں دی کوئی مار پوئی — لاکھ وڈیرا لعنت ہووئی

انقلاب کے ورکروں کو اس طرح کا پرمٹ قرآن نے دیا ہوا ہے کہ **لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الۡجَهۡرَ بِالسُّوۡٓءِ مِنَ الۡقَوۡلِ اِلَّا مَنۡ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيۡعًا عَلِيۡمًا** (4.148) یعنی مظلوم کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ بیانگ دہل ظالم کو برا بھلا کہے اور سر بازار اس کی پگڑی اچھالے۔ تو آیت **وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيۡهِ وَرِزۡقُ رَبِّكَ خَيۡرٌ" وَّاَبۡقٰى** (20.131) کے معنی کو مسعود احمد صاحب جیسے دانشور کہاں سمجھ سکتے ہیں؟ اس آیت کو سمجھنے والے کچھ اور ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ یہ مقام ہمارے ہاں علیم درس اور بکس چانڈیو کو ملا۔ ضلع دادو کے شہر میہڑ میں فٹ پاتھ پر بکس کبھی پرانے جوتے بیچا کرتا تھا۔

ایک دن دوپہر کو اپنے گھر روٹی کھانے گیا تو اس دن گھر میں روٹی پکی ہی نہیں تھی تو واپس بازار کو جانے کیلئے بھوکا ہی نکلا تو گلی میں گاؤں کا وڈیرا سامنے آتے ہوئے نظر آیا تو جھٹ سے گلی کی بھاڑ سے ایک کانٹا توڑ کر دانت صاف کرنے لگا جیسے ابھی روٹی کھا کر آیا ہے اور وڈیرے سے کہنے لگا کہ یہ گوشت بیچنے والے قصاب لوگ ایسے بے رحم ہیں جو بوڑھے جانور ذبح کرتے ہیں جن کی بوٹیاں گلتی ہی نہیں۔ میرے خیال میں قرآن کو بہتر طریق پر وہ سمجھ سکے گا جس کا پیٹ خالی ہو۔ اس لئے ماہ رمضان کو قرآن سمجھنے کا سالانہ ٹریننگ پیریڈ تصور کرنا مناسب ہوگا۔ صدر ایوب کے زمانہ صدارت کی بات ہے، امرکوٹ کے علاقہ میں کسی گاؤں میں دینی جلسہ پر مولانا عبدالشکور دین پوری آئے ہوئے تھے۔ مولانا جسامت میں بڑے بھاری بھرکم تھے، پیٹ بھی سوجا ہوا تھا، وہاں علیم ورس بھی جلسہ سننے آگیا تھا۔ اس نے مولانا دین پوری کے پیٹ پر اپنی انگلی چھوتے ہوئے اسے کہا کہ رسول اللہ بھی قرآن لوگوں کو سناتے تھے تو لوگ ان پر پتھراؤ کرتے تھے اور ایذاء پہنچاتے تھے، رشتے توڑ کر گاؤں سے نکال دیتے تھے اور تو جو لوگوں کو قرآن سناتا ہے تو لوگ تجھے مرغ کھلاتے ہیں، سویاں اور حلوے کھلاتے ہیں، جس سے تیرا یہ پیٹ بھی پھول گیا ہے۔ رسول کے قرآن سنانے اور تیرے قرآن سنانے میں ضرور کوئی فرق ہے۔ مسعود احمد نے آیت (20.131) پر جو نتیجہ لکھا ہے اس میں اس کا یہ لکھنا کہ جب صحابہ کرام جن کی ایمانی قوت کی مناسبت سے ان کی دنیا بھی اتنی اچھی ہونی چاہیے تھی کافروں کے مقابلہ میں پسماندہ تھے۔

جناب قارئین! مسعود احمد صاحب کے یہ جملے قرآنی انقلاب کی روح اور جوہر سے مکمل طور پر بے خبر اور لاعلم ہونے پر دال ہیں۔ مسعود نے قرآنی فلسفہ انقلاب کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ کیپٹل نظریہ پر قائم شدہ جاگیر دار شاہی کے نظریہ پر قائم حکومتوں میں چند مخصوص گنے چنے افراد خوشحال ہوتے ہیں، عوام کی بڑی اکثریت مفلوک الحال اور محتاج ہوتی ہے اور قرآن کے نظریہ مساوات (41.10) پر قائم شدہ فلاحی حکومتیں تو شاہوکار ہوتی ہیں لیکن اس کی عوام کے اندر **قل العفو** (2.219) کے قانون کے تحت ذخیرہ اندوزی کی ممانعت ہوتی ہے۔

اس لئے جماعت المسلمین کے دانشور مسعود کا اصحاب رسول کیلئے یہ لکھنا کہ صحابہ کرام جن کے ایمان کی مناسبت سے ان کی دنیا اچھی نہیں تھی اور وہ کافروں کے مقابلہ میں پسماندہ تھے۔ یہ ریمارک قرآنی فلسفہ حکمرانی کو مسعود احمد کے نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ہے کیونکہ قرآن جب انقلابی ریاست کے شہریوں کو **یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو** (2.219) یعنی زائد از ضرورت رکھنے ہی نہیں دے رہا تو مسعود احمد کا رسول اللہ اور اس کے اصحاب پر محرومی کا الزام اور دنیا کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے کا الزام یہ ثابت کرتا ہے کہ مسعود احمد صاحب ایک طرف تو قرآن میں معنوی تحریف کر رہے ہیں، دوسری طرف رسول اللہ اور اصحاب رسول پر الزام بھی لگا رہے ہیں کہ دنیا کے حصول کا لالچ رکھتے تھے۔ تو اس دانشور کے خیالات سے لگتا ہے کہ اس کا فکری رشتہ جنگل کی حویلی کے بانیوں سے ملتا جلتا ہے جہاں سے آگ لگی۔ ویسے مسلم امت کے پاس موجود علم حدیث یہ بھی تو پرانے سامراج یزدجر شاہی نے جنگ قادسیہ و مدائن میں شکست کھا کر اپنے مشرقی علاقہ موجودہ افغانستان و ازبکستان کی طرف آکر ڈیرا جمایا تھا اور اپنی اساورہ کے ممبران کی شوریٰ میں اپنی شکست اور عربوں کی فتح پر جو ریسرچ کرائی تو سب نے بیک زبان یہ کہا کہ عربوں کی مجال ہی نہیں تھی جو وہ ہمیں شکست دے سکیں، ان میں یہ اسپرٹ انہیں ملی ہوئی کتاب قرآن نے دی ہے، اب جب تک ان کے ہاں یہ کتاب ہوگی یہ لوگ پوری دنیا پر چھا جائیں گے کوئی طاقت ان کا سامنا نہیں کر سکے گی اور قرآنی دور میں ہمیشہ بادشاہوں کے تاج اچھالے جائیں گے۔ تو سب نے بیک زبان یہ تجویز دی کہ ہماری شکست کا بدلہ یہ ہوگا کہ امت مسلمہ سے دنیا والوں سے یہ قرآن چھینا جائے۔ پھر اس رخ پر، لائن پر، سارے مشورے کئے گئے جن میں یہ پاس کیا کہ قرآنی رہنمائی کے سارے اصول، ایک نئے علم کے نام سے توڑے جائیں، انہیں منسوخ قرار دیا جائے اور وہ علم بھی مسلم امت کے رسول کی جانب منسوخ کیا جائے اور اس کا نام بھی وحی خداوندی قرار دیا جائے اور اس علم کا نام بھی وہ تجویز کیا جائے جو قرآن کے ناموں میں سے ہو۔ پھر قرآن کا ایک نام جو **اللہ نزل احسن الحدیث کتابا** کی آیت میں حدیث

آیا ہوا ہے یہ نام انہوں نے اپنے فارسی سازش والے علم پر رکھ دیا اور انہوں نے قرآن کو مزید الٹرا ساؤنڈ کیا اور دیکھا کے جملہ امتوں اور قوموں کی طرف جو بھی علم وحی بھیجا گیا ہے وہ تو سارے کا سارا ایک ہے جیسے کہ آیت **إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا** (4.163) اس کے بعد یزدجرشاہی کے دانشوروں نے یہ بھی دیکھا کہ اس کامن اور مشترکہ وحی کے بعد قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ دشمنان قرآن ہماری مخالفت کیلئے لگے اگلے انبیاء کی تعلیمات کو کھنگالنے کہ کہیں وہاں سے غلام سازی جاگیرداری سرمایہ داری کے جواز اور عورتوں پر جبر کا کوئی جواز مل جائے تو ہم قرآن کے مقابلہ کیلئے انہیں سہارا بنا سکیں۔ قرآن نے ان کی اس سازش کا پتا بتایا کہ **فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ** (35.43) یعنی یہ قرآن دشمن لوگ ادھر ادھر لگے اگلے نبیوں کی شریعتوں اور سسٹموں میں اپنے مفاد کی چیزیں ڈھونڈنے، تو اللہ نے بتایا کہ ہم نے تو سارے انبیاء کے صحائف اور کتابوں میں انسانی ہدایت کا جو بھی قانون دیا ہوا ہے وہ تو نوح سے لے کر محمد علیہم السلام تک ایک سا دیا ہے۔ ہر دور میں ہم نے غلام سازی پر بندش لاگو کی ہے، ہر دور میں ہم نے جاگیرداری اور سرمایہ داری پر بندش لگائی ہوئی ہے، ہر دور میں ہم نے عورتوں کو مردوں کے برابر کا شہری قرار دیا ہوا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ جب یہ لوگ لگے اگلے انبیاء کی سنتوں میں شریعتوں میں اپنے جاگیرداری اور غلام سازی کے جواز کے مفادات تلاش کرنے تو اس میں یہ بری طرح سے ناکام ہوئے کیونکہ **فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا** (35.43) اللہ کے اسلوب میں، منشور میں، تہذیب میں، سسٹم میں کبھی بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ان یزدجرشاہی کی تھنک ٹینک کے اماموں نے دیکھا کہ یہاں تو قرآن نے خود ہم سے ہی پہلے امت مسلمہ کو حکم دیا ہوا ہے کہ **يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ**

وَاللَّهُ عَلِيمٌ "حَكِيمٌ" (4.26) یعنی اللہ نے تو خود امت محمدیہ کو حکم دیا ہوا ہے کہ تم اگلے انبیاء کی سنتوں سے آشکار ہو کر انہیں بھی اپناؤ۔ پھر تو یہ لوگ بڑے پریشان بھی ہوئے کہ ہم اپنے نئے علم کو کس طرح قبول کرائیں، کس طرح دنیا کو دھوکا دیں کہ اس علم سے استفادہ کرنے کا بھی اللہ نے حکم دیا ہوا ہے، تو قرآن نے جو تمام انبیاء کی شریعتوں کو سنت قرار دیا اور امت محمدیہ کو بھی ان کی ہدایت دی (4.26) تو جھٹ سے انہوں نے بھی ان کی ایجاد والے علم الروایات کا نام حدیث کے بعد علم السنۃ بھی قرار دیا اور امت محمدیہ کو فارس والوں نے اتنا تو بیوقوف بنایا ہوا ہے کہ قرآن حکیم کے جو نام حدیث اور سنت بھی ہیں ان کے متعلق امت والوں کو یہ باور کرایا ہوا ہے کہ یہ نام ان کے علم الروایات کے نام ہیں، قرآن کے یہ نام نہیں ہیں۔ اور اپنی اس یزدجردی اختراع کے ثبوت کیلئے یہ بھی ڈھکوسلہ گھڑا کہ ان کا یہ علم حدیث وسنت یہ بھی وحی کے ذریعے ملا ہوا ہے، جس وحی کا نام وحی غیر متلو ہے اور وحی خفی ہے۔ ویسے یہ قرآن دشمن اصطلاح یعنی وحی کی اقسام بنانا پھر ایرانی حدیثوں پر کوئی قسم فٹ کرنا، اس سازش کا اللہ نے تو سدباب پہلے ہی سے کیا ہوا ہے کہ اپنے نبی سے اعلان کروادیا کہ **واوحی الی هذا القرآن لانذركم به ومن بلغ** (6.19) یعنی میری طرف تو صرف یہ ایک قرآن وحی کے ذریعے بھیجا گیا ہے۔ جناب قارئین اس اعلان میں واضح طور پر سمجھایا ہوا ہے کہ وحی کی کل ایک قسم ہے جو کہ قرآن ہے، اگر وحی دو قسم کی ہوتی تو قرآن مجید میں اللہ **هذا** کا مفرد والا اشارہ کرنے کی بجائے تثنیہ کا بتاتے کہ **واوحی الی هذان** یعنی میری طرف دو وحی کی گئی ہیں۔ یہ دو قسم ایک وحی متلو دوسری وحی غیر متلو ہے لیکن قرآن نے **هذا** مفرد کا اشارہ استعمال کر کے مجوسی زردشتی تھنک ٹینک کی سازش پر توا پھیر دیا کہ میں نے وحی کی دو قسمیں بنائی ہی نہیں ہیں۔ قرآن کی طرف سے وحی کی ایک قسم ہونے کیلئے نہ صرف یہ ایک دلیل ہے بلکہ سورۃ یونس میں یہ ماجرا کچھ مزید نرالے انداز سے سمجھایا ہے کہ **قال الذين لا يرجون لقاءنا ائت بقرآن غير هذا او بدله** (10.15) یعنی جن لوگوں میں وحی متلو کی انقلابی اصلاحات کے حقائق کا سامنا کرنے کا دم نہیں ہے وہ کہتیں

کرنے لگے کہ اس وحی متلو والے قرآن کے سوا کوئی اور کتاب لاؤ اگر اور کتاب نہیں لا سکتے تو کم از کم اس میں تبدیلیاں کرو (غلام سازی کو جائز کرو، جاگیرداری تو لمٹ اور تو لمٹ سرمایہ داری جائز کرو، نابالغ لڑکیوں سے شادی جائز کرو، مردوں کو عورتوں پر حاکم تسلیم کیا جائے وغیرہ وغیرہ) تو اس طرح کے مطالبات کرنے والوں کے والے ٹرائیکل شاہی کے نمائندوں کو جواب دینے کیلئے اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ **قلِ مایکوِن لیِ ان ابدله من تلقاء نفسی** یعنی مجھ میں اتنا دم کہاں کہ میں اپنی طرف سے اس میں تبدیلی لاسکوں **ان اتبع الا مایوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم** (10.15) میں تو صرف اپنی طرف آنے والی وحی کا تابع دار ہوں، میں ڈرتا ہوں اگر میں نے نافرمانی کی اپنے پالنے والے کی یوم عظیم کے عذاب سے **قل لو شاء الله ما تلوته علیکم ولا ادر کم به** اگر اللہ چاہتا تو یہ وحی متلو تمہارے سامنے تلاوت نہ کرتا نہ ہی تمہیں یہ سمجھاتا **لقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون** (10.16) میں تو تمہارے ساتھ اس سے پہلے ایک عمر گزار چکا ہوں، تم کیوں نہیں سمجھتے کہ میں اللہ کی وحی میں ایسی خیانت کیونکر کر سکتا ہوں جو اس کی وحی میں میں اپنی طرف سے کوئی ترمیم و تبدیلی کروں یا وہ وحی متلو ارسال فرمائے اس کے حقائق کا رد میں تمہیں وحی غیر متلو کے نام سے سناؤں۔

اگر رسول قرآنی وحی کے سوا کوئی اور علم لوگوں کو سناتا اسے دنیا اور آخرت میں دوگنی سزا دی جاتی اور اسے چھڑانے والا کوئی بھی سفارشی نہ ملے گا

وان کادو لیفتنونك عن الذی اوحینا الیك لتفتری علینا غیره واذ لاتخذوك خلیلا (17.73) یعنی قریب تھا کہ یہ لوگ دھوکہ دے کر ہماری وحی سے آپ کو پھسلا دیتے تاکہ تو ہم پر غیر وحی شدہ مسائل کا افتراء کرے (جس طرح کہ کتب احادیث میں وہ موجود ہیں) اور یہ لوگ آپ کی افتراء سازی کے بعد آپ کو اپنی قائیو سٹار سوسائٹی کا ممبر بناتے **ولِولا ان ثبتنٰك لقد کدت ترکنِ**

الیهم شیئا قلیلا (17.74) اے محمد اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تو بھی ان کی طرف مائل ہو جاتا پھر اگر ایسے ہو جاتا تو **اذا الاذقنٰك ضعف الحیٰوة وضعف الممات ثم لا تجد لك علینا نصیرا** (17.75) یعنی ایسی صورت میں ہم تجھے ڈبل سزا دیتے حیات اور ممات میں وہ بھی ایسی کہ کوئی بھی تیرا مددگار ہم تک آنے والا نہ مل سکتا۔

مصنف کتاب تفہیم اسلام مسعود احمد صاحب ڈاکٹر غلام جیلانی برق کو جماعت المسلمین کا ممبر بنانے کیلئے جو انہیں قرآن مجید کی چند آیات کی سیر کرا رہے ہیں، اس سلسلے میں کتاب کے صفحہ نمبر 26 پر ایک آیت لائے ہیں **وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَه‘ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِه حَتّٰى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِمَا اَرٰكُمْ مَا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ** (3.152) یعنی اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جب تم اس کے قانون کی روشنی میں دشمنوں کو قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ تم منتشر ہو گئے اور جھگڑ پڑے رسول کے حکم سمجھنے میں اور جس فتحیابی کو تم پسند کرتے تھے اس کے مشاہدہ کے باوجود تم نے اپنے کمانڈر کے حکم سے انحراف کیا اس ساری تگ ودو کا سبب یہ تھا کہ تم میں سے بعض صرف پہلے قریبی محاذ کی جنگ فتح کرنے کو ساری جنگ جیتنا سمجھ بیٹھے تھے اور بعض تمہارے ساتھی پہلے محاذ کے ساتھ آخری محاذ کو بھی فتح کرنا ضروری قرار دیتے تھے۔

جناب قارئین مسعود صاحب نے اس آیت کو سرے سے سمجھا ہی نہیں ہے۔ اس کی قرآن فہمی اور قرآن دانی پر نہایت ہی افسوس ہوتا ہے لیکن یہ حال تقریباً اکثر مترجمین قرآن کا ہے جنہوں نے قرآن کو یزدجری روایات کے تابع بنا دیا ہوا ہے۔ یہ ان کا عمل تحریف معنوی میں ہی شمار ہوگا۔ اس آیت میں جملہ **وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ** کے اندر دنیا اور آخرۃ سے مراد دنیا کا جہاں اور آخرت کا جہاں یا زندگی نہیں ہے جو کہ مسعود احمد اور ان کے ہمنواؤں نے قرار دیا ہوا ہے اور تحریف معنوی کا سارا سبب ان کے غلط معنی کا یہی بنتا ہے۔

قرآن کا اس واقعہ میں سیاق وسباق کھل کر بتا رہا ہے کہ رسول اللہ نے بحیثیت کمانڈر فوج اپنے
لشکر کی جو ترتیب اور مورچہ بندی کی ہے اس میں ایک پیش بینی اپنی دور اندیشی کی بنیاد پر یہ
تجویز فرمائی کہ دشمن چونکہ دور سے لڑنے آیا ہے اور ہم اپنے شہر میں بیٹھے لڑ رہے ہیں اس لئے
وہ کہیں اپنے لشکر کو دو حصوں میں بانٹ کر ایک کو لڑائی کیلئے پہلے بھیجے اور اس پر اگر ہم فتح یاب
ہو کر پھر خوشی میں یا فتح کے گھمنڈ میں ہم اپنی مورچہ بندی اور صف بندی چھوڑ بیٹھیں بلکہ جنگ
ختم سمجھ کر گھروں کو واپس جانا بھی روا سمجھیں اور کچھ لوگ گھروں کو جانے بھی لگیں اور آپس
میں اس پر یہ بحث بھی کی کہ رسول اللہ کے جنگ سے پہلے لیکچر کا مطلب بس پورا ہو گیا ہے،
اس جنگی لیکچر فہمی میں بھی دو گروہ ہو گئے جن میں سے ایک یہ درست سمجھتا تھا کہ رسول اللہ نے
لڑائی کے دو مرحلوں کا عندیہ دیا ہوا ہے، ان میں سے یہ پہلا پورا ہو رہا ہے اب جنگ کا دوسرا
مرحلہ آ رہا ہے اس لئے پھر سے لڑائی کیلئے مورچہ بندی اور صف بندی کی جائے اور لشکر کا ایک
جتھا جنگ کے صرف پہلے مرحلہ کو کل جنگ قرار دے کر گھروں کو واپس جا رہا تھا جس پر قرآن
بتا رہا ہے کہ **وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ
لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ** (3.153) یعنی تمہارے اس
طرح سے بھاگ جانے پر تمہارا کمانڈر پیچھے سے دوسرے معرکہ کیلئے منادی کرا رہا تھا کہ
واپس لوٹ کر آؤ ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی۔ اتنے میں تمہارے انتشار کا فائدہ اٹھا کر دشمن تم پر
ٹوٹ پڑا **فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ** پھر تمہاری غلط فہمی کا
نتیجہ یہ ہوا کہ ایک تو پہلی جیتی ہوئی جنگ بھی ہار گئے اور دشمن کے دوسرے حملے سے جو نقصان
ہوا اس نے بھی پورا نقشہ بگاڑ دیا۔ اس پر رسول اللہ بھی تمہاری غلطی پر اس پورے ماجرا پر پھر
سے ایک جنگی مباحثہ کی میٹنگ کرنا چاہتے تھے جس کے حوالہ سے **لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ
مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ** یعنی آئندہ کیلئے نصیحت پکڑو اور جنگ کھیل نہیں ہوندی
زنانیاں دی، کی روشنی میں مستقبل کو درست رکھا کرو تا کہ ایسی غلطی نہ دہرائی جائے۔ جناب
قارئین اس آیت کے حوالہ سے مسعود احمد نے **منکم من یرید الدنیا** کے غلط معنی

نکالے ہیں جو وہ لکھتا ہے کہ اس شکست کا سبب یہ تھا کہ تم دنیا کی طرف مائل ہو گئے لیکن قرآن
کی اس ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ تم نے قریبی اور پہلے معرکہ کی جنگ کو ہی کل جنگ قرار دیا
اور دوسرے معرکہ کی بات تم سمجھ نہ پائے جبکہ تمہارے کچھ ساتھی اس دوسرے مرحلہ کی معرکہ
آرائی کا رسول اللہ شروع والی جنگی ہدایات سے مطلب سمجھ گئے تھے۔ جناب قارئین مسعود
احمد اور تفسیر القرآن بالقرآن کی بجائے تفسیر القرآن بالروایات الفارس کرنے والے اسی
طرح جا بجا تحریفات کرتے رہتے ہیں، اس طرح کی تحریفات پر مستقل کتاب لکھی جا سکتی
ہے۔ اب بھلا کوئی سوچ کر بتائے کہ میدان جنگ کے معروضی واقعہ پر شکست کے اسباب پر
جب خود لسان وحی تجزیاتی رپورٹ دے رہی ہے تو وہ جنگ کے جغرافیہ اور رسول اللہ کی جنگی
ہدایات کے لیکچر کے اندرونی حصوں سے قرآن کے اصطلاحی الفاظ دنیا اور آخرۃ کا مفہوم
متعین کیا جائے گا جو کہ **والرسول یدعوکم فی اخرکم** سے سگنل ملتا ہے کہ
رسول اللہ دوسرے معرکہ کیلئے پھر سے سپاہ کو مورچہ بند کرنا چاہتے تھے اور وہ وقت کے مطابق
نہ کر سکنے کی صورت میں **فاثابکم غما بغم** میں جیتی ہوئی صورتحال شکست میں تبدیل ہو
گئی تو روایت پرستوں والے رائیونڈی معنی دنیا و آخرت سے مراد میدان جنگ نہیں ہے،
قرآن سے اس طرح کے معنی نکالنا یہی جنگل کی حویلی کے فلسفہ کا مقصود اور مطلوب ہے،
جناب قارئین مسعود احمد صاحب کا آیات قرآن سے اپنی من مانی والا استدلال غلام جیلانی
برق کو کیسا لگا؟ اب تو یہ لوگ دونوں وفات پا چکے ہیں لہذا کیا تبصرہ کیا جائے اور جو تحریریں
برق صاحب کی مارکیٹ میں لائی گئی ہیں، مجھے خواجہ اعظم صاحب نے جو خود امرتسر سے لے
کر برق صاحب کے گرائیں تھے اور گھریلو تعلقات بھی اخیر تک ان دونوں کے رہے، مجھے
ان تحریروں کا پس منظر اس نے بتایا تھا جس میں وہ برق صاحب کے رجوع کا انکاری تھا۔
میرے خیال میں اس وقت خواجہ صاحب کی زبانی یہ روئیداد سن کر میں نے یہ طئے کیا تھا کہ میں
خواجہ صاحب سے برق صاحب کی زبانی باقاعدہ تحریری شکل میں لے کر اس کتاب میں شامل
کروں گا اور میں اس سے ملنے بھی گیا کہ اس تحریری مضمون کیلئے عرض کروں تو اس جگہ ایک

نوجوان ملا، میں نے اس سے کہا کہ خواجہ صاحب سے ملائیں تو اس نے کہا کہ وہ وفات پا گئے ہیں، چڑیا چگ گئیں کھیت، اب پچھتائے کو کیا ہوگا۔

جناب مسعود احمد مصنف کتاب تفہیم اسلام نے آگے سورۃ احزاب کی آیات (28-29) لکھی ہیں وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا کے جملہ اور آیت 29 وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا سے استدلال کیا ہے کہ اگر دنیا اچھی چیز ہوتی تو ازواج مطہرات کو اس سے کیوں روکا جاتا۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہے۔

اس کے بعد سورۃ ھود سے دو آیتیں جن میں سے ایک مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ (11.15) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ " مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (11.16) اس کے بعد سورۃ شوریٰ کی آیت من کان یرید حرث الاخرۃ نزدلہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نوتہ منھا وما لہ فی الاخرۃ من نصیب (42.20) ان آیات پر آخر میں مسعود احمد صاحب نے نتیجہ کے نام سے چھوٹی سی سرخی میں لکھا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

آیات بالا سے ثابت ہوا کہ ہر شخص کیلئے دنیا مذموم ہے، برخلاف اس کے کہ آخرت کی طلب محمود ہے۔ طالب دنیا کیلئے سوائے دوزخ کے کچھ نہیں، پھر بھی اگر دنیا مردار نہیں تو اور کیا ہے اور اس کا طالب کتا نہیں تو پھر کیا ہے کہ آخرت میں اس کیلئے سوائے آگ کے کچھ نہیں، ایسا شخص تو کتے سے بھی بدتر ہے کہ دنیا کی طلب میں لگا ہوا ہے۔ جس کا نتیجہ سوائے دوزخ کے اور کچھ نہیں۔ کیا یہ آیتیں قول زیر بحث کی تائید نہیں کرتیں؟ کیا مسلمین کی زبوں حالی کی ذمہ دار یہ آیتیں تو نہیں؟ برق صاحب انصاف کیجئے۔ **ھو اقرب للتقوی۔**

قارئین اب میں عرض گزار ہوں کہ مسعود احمد صاحب کی قرآن فہمی پر غور فرمایا جائے۔ اوپر کی آیات میں مذموم اور ممنوع چیز تو واضح ہے کہ وہ دنیا کی زینت اور متاع ہے جس کے ذخیرے میں کسی نہ کسی کی حق تلفی ہوتی ہے، کسی نہ کسی کا استحصال ہوتا ہے، جو متاع اور زینت سوائے مترفین لوگوں کے اور لوگ نہیں کر سکتے اس طرح کی متاع زینت ممنوع ہے۔ قرآن نے دنیا کی آسائشیں اور ضروریات کیلئے مساوات کی شرط رکھی ہے۔ جو سواء للسائلین (41.10) کی آیت میں سمجھایا گیا ہے۔ سو اگر معاشرے میں برابری کے حساب سے آسائشیں حاصل ہوتی ہیں تو پھر وہ بھی بری نہیں ہیں۔ تو اس آیت میں دنیا کو برا نہیں کہا گیا ہے بلکہ دنیا کے اندر محنت کے استحصال سے ذخیرہ زر کے ذریعے زینت اور اسراف کو برا کہا گیا ہے۔ آیت کے الفاظ میں مفہوم سمجھنے کیلئے، غور کرنے کی ضرورت ہے، جس کیلئے مسعود احمد کے پاس شاید قرآن فہمی کیلئے اتنی فرصت نہیں تھی۔ اس کے بعد سورۃ ھود کی جو آیت من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتھا (11.15) لائی ہے، آپ نے دیکھا کہ اس میں بھی صرف دنیا کا ذکر نہیں ہے، دنیا کی زندگی میں زیب وزینت کا ذکر اس سے علاوہ کر بیان کیا گیا ہے اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ زیب وزینت کیلئے نہایت فالتو دولت اور ڈھیر ساری دولت درکار ہوتی ہے۔ ایک کمرہ کی چار دیواری اور چھت اتنی مہنگی نہیں ہوتی جتنی اس کی زیبائش اور ڈیکوریشن مہنگی ہوتی ہے، کبھی کبھی تو کمرے کا ایک قالین ہی سارے کمرہ سے مہنگا پڑ جاتا ہے جبکہ دولت مند لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ مارکیٹ میں اشیاء زینت کے نئے ماڈل آنے پر پہلا مہنگا سامان بھی کم قیمت پر دے کر نیا ماڈل دوگنے تگنے دام میں لے کر شو بازی کرتے ہیں۔ تو قرآن نے جو مذمت کی ہے زینت کے متاع اور مہنگی آرائش پر کی ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے فرمایا ہے کہ یہ لوگ اپنی آخرت والا حصہ دنیا میں ہی گنوا کر آئے ہیں۔ اب آخرت کا کوٹا ان کا زیرو ہوگا۔ اسی طرح سورۃ شوریٰ کی آیت (42.20) میں بھی براہ راست دنیا کے حوالہ سے اس کی مذمت نہیں ہے، اس میں بھی حرث الدنیا اور حرث الآخرت کے حوالہ سے بات کی گئی ہے، تو اب جو بحث کرنا ہوگی تو وہ بھی دنیا اور

آخرت کی کھیتی سے کرنا ہوگی، دنیا تو ایک بستی ہے، ایک عارضی وطن ہے، اس کیلئے قرآن کی تعلیم ہے کہ **کل من علیھا فان** (55.26) دنیا بھی فانی ہے تو تم بھی فانی ہو، اس لئے سامان معیشت بھی اس عارضی زندگی کے برابر حاصل کرو۔ ایسے نہ ہو کہ سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں، کہیں تمہاری ذخیرہ اندوزی سے اور کئی سارے محنت کشوں کے بچے بھوکے اور محروم نہ ہو جائیں۔ دیکھا جائے کہ قرآن نے دولت مندی کی ذخیرہ اندوزی کی مذمت کی ہے، صرف دنیا اور خالص دنیا کو کہیں بھی قرآن نے برا نہیں کہا، سوائے آخرت کے مقابلہ میں عارضی اور فانی ہونے کے، ورنہ صرف دنیا کیلئے تو قرآن نے **ولا تنس نصیبک من الدنیا** (28.77) والے نظریہ کو پسند فرمایا ہے کہ تو دنیا میں اپنے حصہ کو نہ بھلانا۔ تو پھر مسعود احمد نے اپنی کتاب کے صفحہ 27 میں نتیجہ کے نوٹ میں جو ازواج مطہرات کے بارے میں سورہ احزاب کی آیت 28,29 پر لکھا ہے کہ کیا یہ آیت اس بات کی ترجمانی نہیں کرتی کہ مسلمین کیلئے آخرت اور کافرین کیلئے دنیا۔ جناب قارئین یہ مقصد آیت کا نہیں ہے، یہ مقصد تو جنگل کی حویلی والوں کا ہے کہ مسلم امت دنیا سے منہ پھیر لے تو ہم دنیا پر حاکمیت کریں کیونکہ قرآن کو تو یہود و نصاریٰ اور مجوس والے مسلم امت سے زیادہ جانتے ہیں۔ لندن اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں اسلامیات پر پی ایچ ڈی کرانے والے حدیث اور تفسیر کے ماہر پروفیسر عیسائی اور یہودی ہیں، علم حدیث کے ماہر علماء مکہ مدینہ اور دار العلوم دیوبند سے بڑھ کر قم کی درسگاہوں میں ہیں۔ یہ جو بار بار مسعود احمد صاحب دہرا دہرا کر فرما رہے ہیں کہ مسلمین کیلئے آخرت اور کافرین کیلئے دنیا، یہ صاحب تو نوکری کر رہا ہے، یہ تو نوکری پکی کر رہا ہے، جنگل کی حویلی والوں کے ہاں، کیونکہ جنگل کی حویلی کے خالق قرآن کو پڑھے ہوئے ہیں کہ یہ انسانوں کو ملا ہی حاکمیت کیلئے ہے، غلاموں کو آزاد کرانے کیلئے ہے، اس لئے تو قرآن نے فرمایا ہے کہ **انا انزلنا علیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما ارٰک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما** (4.105) یعنی اے محمد یہ کتاب ہم نے حق کے ساتھ تیری طرف بھیجی ہے اس لئے کہ تو حاکمیت کرے لوگوں کے درمیان اپنی آزادی

سے اور تو کسی خیانت کرنے والے کی حمایت نہ کرنا، جناب قارئین آج کے نئے عالمی سامراج نے تبلیغی جماعت کو امت مسلمہ میں اسٹیبلش کیا ہے، ڈویلپ کیا ہے اور پرانے عالمی سامراج کی سرپرستی میں تیار کردہ قرآن دشمن تعلیمی نصاب اور درس نظامی کو کئی رنگوں اور روپوں میں فرقوں میں تقسیم کر کے فلسفہ اضداد کے فلاسفی کے ماتحت حنفیت، حنبلیت، مالکیت، جعفریت، اہل سنت اور اب اہلحدیث کے نئے ماڈل جماعت المسلمین، بوتل نئی شراب پرانی، نام بہت سارے لیکن قرآن دشمنی میں سارے متحد، ان سب کو سنبھالتے ہوئے چلا رہے ہیں۔ عالمی سامراج کے دانشور جانتے ہیں کہ اگر لوٹے ہوئے محنت کش بھوکے ننگے لوگ سمجھ گئے کہ قرآن ان کی حاکمیت چاہتا ہے تو یہ سب مل کر لٹیروں کو الٹا لٹکا دیں گے تو سرمایہ داروں کی تھنک ٹینک کے تنخواہ خور محدث، مفسر، مفتی، فقیہہ، دانشور، ان سب نے قرآن والوں کو کافر قرار دے کر پھانسیوں پر چڑھانے کی دھمکیاں اور فتوے دے رہے ہیں۔

کم ظرف لئے پھرتے ہیں اعزاز کے پرچم — وہ لوگ ہیں چپ جن کے کھرے نام و نسب ہیں
کیا دور ہے کہ جاسوس کھڑے پوچھ رہے ہیں — کس جرم میں لوگوں کو گرفتار کیا جائے
م لوگ ہیں تہذیب و شرافت کے گنہگار — ا رشاد ہو! کس جرم کا اقرار کیا جائے

اب جو مسعود احمد صاحب نے اپنے آقا سرمایہ داروں کو خوش کرنے کیلئے اپنے کتاب کے صفحہ نمبر 28 پر نتیجہ کے نوٹ میں لکھا ہے کہ طالب دنیا کیلئے سوائے دوزخ کے اور کچھ نہیں، پھر بھی اگر دنیا مردار نہیں تو اور کیا ہے اور اس کا طالب کتا نہیں تو پھر کیا ہے کہ آخرت میں اس کیلئے سوائے آگ کے کچھ نہیں، ایسا شخص تو کتے سے بھی بدتر ہے۔ تو جناب مسعود احمد اور اس کے ہمنواؤ! بتاؤ کہ پھر تمہاری نظر میں سیدنا موسیٰ سلام علیہ کا کیا مرتبہ ہوا جو وہ اللہ سے دعا مانگتا ہے کہ **واکتب لنا فی ھذہ الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ** (7.156)
یعنی اے ہمارے رب لازم بنا ہمارے لئے اس دنیا میں بہتری کو اور آخرت میں بھی۔
جناب قارئین یہ تو سب پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں آخرت کی بہتری تو باغات ہیں، محلات ہیں، اعلیٰ درجے کے کراکری ہے، مہنگے لباس ہیں، اعلیٰ درجے کی خوراک ہے،

او روھم فی روضۃ یحبرون (30.15) جنت کے باغوں میں محفل موسیقی ہے تو
جب موسیٰ سلام علیہ دنیا کا حسن بھی جنت کی طرح کا مانگ رہا ہے تو مسعود احمد موسیٰ علیہ السلام
کیلئے کیا کہیں گے؟

حجیت حدیث کی دلیل اول اور اس کو جواب

کتاب ''تفہیم اسلام'' کے مصنف مسعود احمد بی ایس سی نے اپنی کتاب میں صفحہ نمبر
40 پر ایک عنوان رقم کیا ہے کہ حدیث کے حجت ہونے کے دلائل۔ پھر وہ دس عدد دلائل لکھے
ہیں اس سے پہلے پہلے آیت (7.2) کو اپنے مسلک کی تائید میں لانے اور اس پر قبضہ کرنے کی
صناعت دکھائی ہے اور پہلے اس پر ایک سرخی لگائی ہے۔ نیچے کتاب کی عبارت نقل کی جاتی ہے
حدیث اگر حجت ہے تو پھر اس کا منزل من اللہ ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے **اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعو من دونہ اولیاء**
(7.2) اس چیز کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے
اور اس کے علاوہ کسی ولی کی اتباع مت کرو۔ اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حدیث حجت ہے
اور اس کے بغیر قرآن مجید پر عمل کرنا ناممکن ہے تو پھر یقیناً حدیث وحی ہے کیونکہ آیت بالا کی رو
سے صرف وحی کی اتباع لازم ہے اور غیر وحی کی اتباع حرام ہے۔

جناب قارئین مصنف مسعود احمد نے اس سے آگے حدیث کے حجت ہونے پر دس
عدد دلائل دیئے ہیں لیکن ان سے پہلے پہلے وہ صاحب موصوف ان دلائل کا ثمرہ دلائل شروع
کرنے سے پہلے ہی وصول کرتا ہے اور اس مصنف کی عبارت کو غور سے تکرار سے پڑھیں کہ
وہ ایڈوانس میں اپنے دلائل کے نتیجے میں بتا رہا ہے کہ ان کے دلائل سے ثابت ہو جائے گا کہ
حدیث حجت ہے اور اس کے بغیر قرآن پر عمل کرنا ناممکن ہے۔

تبصرہ

جیت حدیث پر دیئے ہوئے دس عدد دلائل لانے اور ان پر تبصرہ کرنے سے پہلے
میں فاضل مصنف مسعود احمد بی ایس سی کا حدیث کے متعلق اور اس کے مقابل قرآن کے

متعلق نظریہ کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ
اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حدیث حجت ہے اور اس کے بغیر قرآن مجید پر عمل کرنا ناممکن ہے
تو پھر یقیناً حدیث وحی ہے۔

جناب قارئین دیکھا آپ نے کہ اس عبارت میں اس جملہ میں مصنف ادھار
کھائے بیٹھا ہے کہ اس کے اگلے آنے والے دس عدد دلائل سے حدیث کی حجیت ثابت ہو
جانے پر یہ ثابت ہونا لازم ہو جائے گا کہ قرآن پر عمل کرنا حدیث کے بغیر ناممکن ہے۔

آگے لکھتا ہے کہ پھر تو یقیناً حدیث وحی ہے۔ جناب قارئین دیکھا مصنف صاحب
نے ابھی اپنے دلائل لکھنے سے پہلے ہی کس طرح رزلٹ سناتے ہوئے قرآن کو اکیلے بغیر
حدیثوں کے ناممکن العمل بنا رہا۔ ہے اس کو کم از کم یہ دعویٰ یہ تدلی دلائل دینے کے بعد کرنی
چاہیے تھی، ابھی دلائل شروع ہی نہیں کیے جھٹ سے قرآن کو نشانہ بنا رہا ہے۔

یہ ایسے ہوا کہ ایک واقعہ ہے کہ گرمی کا موسم تھا، بنیا رات کو اپنے گھر کے صحن میں سویا
ہوا تھا۔ سو ایک چور چپکے سے گھر کے کمرہ میں چوری کرنے کیلئے اندر گھس گیا۔ بنئے کو بھی چور
کی آہٹ کا احساس ہو گیا تھا۔ سو اس نے بھی اٹھتے ہی کمرے کا دروازہ باہر سے کواڑ دے کر بند
کر دیا اور ڈر کے مارے کمرہ کی چھت پر چڑھ کر جا بیٹھا تو چور نے یہ ترکیب سوچی کہ بنئے کو کسی
طرح احساس دلاؤں کہ کمرے میں چور نہیں گھسا کوئی بلا اندر گیا ہے پھر وہ جیسے ہی بلا سمجھ کر
دروازہ کھولے تو میں بھاگ جاؤں۔ سو چور نے میاؤں میاؤں کرنا شروع کر دیا تو اوپر چھت
سے بنئے نے پکار کر کہا میاں چور بھائی جلدی کرنے کی کوئی بات نہیں، صبح ہونے دو پھر بلا بلا ہو
گا اور چور چور ہوگا۔ سو میں مناسب سمجھتا ہوں کہ میں فاضل مصنف کے دلائل شروع کروں اور
ان پر قرآن کی صبح والی روشنی کا بھی تجزیہ اور تبصرہ قارئین کی خدمت میں پیش کروں۔

دلیل اول

رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور قوم کو خطاب کیا، (اے قوم) **انا رسول
اللہ بعثنی الی العباد ادعوھم الی ان یعبدو اللہ لا یشرکو**

ابہ شیئا وانزل علی کتابا (مسند احمد وسندہ صحیح بلوغ الامانی) میں اللہ کا رسول ہوں، مجھے اللہ نے بندوں کی طرف مبعوث کیا ہے کہ میں انہیں اس بات کی دعوت دوں کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو اور مجھ پر اللہ نے ایک کتاب نازل کی ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ بالا الفاظ حجت ہیں تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے، اگر یہ الفاظ حجت نہیں تو پھر لازم آئے گا کہ نہ آپ اللہ کے رسول ہیں نہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، آپ کی رسالت اور قرآن مجید پر ایمان لانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ یہ الفاظ حجت ہوں، جب تک یہ الفاظ حجت نہ ہوں قرآن مجید بھی حجت نہ ہوگا اور یہ الفاظ حدیث کے الفاظ ہیں لہٰذا حدیث کا حجت ہونا لازمی ہے۔ (دلیل کی عبارت ختم)

تبصرہ

جناب قارئین فاضل مصنف مسعود احمد صاحب بی ایس سی کی عبارت کو غور سے، تکرار سے پڑھیں۔ یہ صاحب جیسے کہ جتلا رہے ہیں کہ رسول اللہ کی رسالت اور قرآن مجید کا منجانب اللہ حجت بن کر آنے کا سارا دارومدار اس کے لائی ہوئی اس حدیث پر ہے جو مسند احمد اور نیل الامانی سے لایا ہے۔ تو جناب قارئین یہ جو بڑی دور کی کوڑی لایا ہے سو اس کی یہ حدیث وضعی ہے، جھوٹی ہے، یہ ایسے اماموں کی بنائی ہوئی ہے جو وہ جیسے کہ ابھی ابھی فارس سے وارد ہو کر عربی زبان سیکھے ہیں۔ حدیث کے مضمون اور عبارت کو اور مدعا کو قارئین کرام پہلے قرآن حکیم میں ملاحظہ فرمائیں اور پھر فیصلہ خود کریں کہ لسان وحی میں مذکور مضمون اور مدعیٰ تو کس طرح تو جامعیت سے جلال اور جمال سے پیش کیا گیا ہے۔ خطاب ہے کہ **قل یایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا له ملك السموٰت والارض لا اله الا هو یحی ویمیت فامنوا بالله ورسوله النبی الامی الذی یؤمن بالله وکلمٰته واتبعوه لعلکم تهتدون** (7.158) یعنی اے انسانو، اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں اس اللہ کی

طرف سے جس کیلئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی، اور وہ اپنی خدائی اور بادشاہی میں یکتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں، جو مارنے اور زندگی دینے والا ہے (جب وہ ایسی قدرت والا ہے تو) پھر ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کا رسول ایسا نبی ہے جو تمہارے شہر ام القری مکہ کا باسی بھی ہے جو خود بھی ایمان لایا ہے اللہ پر اور اس کے قرآنی منشور پر، سو اس کی تابعداری کرو تا کہ تم ہدایت والے بن جاؤ۔

جناب قارئین! دعوت نبوت اور رسالت میں قرآنی ورڈنگ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس کے الفاظ میں کتنی گہرائی ہے، اس کے مفہوم میں کتنی تو جامعیت ہے پھر اس کے مقابل حدیث کے الفاظ جو اوپر آپ نے پڑھے، وہ ایسے تو سرسری قسم کے ہیں کہ ایک سکول کا عربیک ٹیچر بھی اس سے بہتر عبارت بنا سکتا ہے۔ اصل میں کیا ہے کہ یہ امام لوگ عجمی تھے ان کو اپنی تھنک ٹینک سے نئی نئی اسلامی تحریک کا علمی اور فکری آپریشن کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا۔ ویسے بھی قرآن حکیم کی عبارت کے رموز کا مقابلہ کرنا تو مادر پدر عربی نژاد لوگوں کے بس کی بھی بات نہیں لیکن اس حدیث والی عبارت مہبط وحی جناب محمد رسول اللہ کی ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ حدیث کا پہلا جملہ ہی رسول اللہ کو جو مقام اور مرتبہ قرآن نے دیا ہے اس سے ڈی گریڈ کر دیتا ہے اور رسالت کی رینج کو گرا دیتا ہے، محدود بنا دیتا ہے۔ وحی کے الفاظ ہیں کہ **یایها الناس** جبکہ اس کے مقابل حدیث کے الفاظ ہیں **انا رسول بعثنی الی العباد** غور فرمایا جائے کہ الناس میں جو ہمہ گیریت ہے وہ عباد میں نہیں ہے۔ رسالت کی کاز اور تفہیم ہی یہ ہے کہ الناس کو عباد بنایا جائے، اگر لوگ پہلے سے ہی عباد ہیں تو پھر یہ کشالے کا ہے کے۔ آپ قارئین سمجھ دار ہیں، غور فرمائیں، سورۃ بقرۃ میں ہے کہ **یایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون** (2.21) یعنی اے انسانو! عباد بنو، عبدیت اختیار کرو۔ کہا مانو اپنے پالنے والے کا۔ اگر ہم یہاں فاضل مصنف مسعود احمد بی ایس سی کے حدیث ساز اماموں کی عبارت کو قبول کریں کہ رسول اللہ کی بعثت ہی الناس کی بجائے عباد کی طرف ہے تو جو لوگ پہلے سے عباد ہیں، عبدیت قبول کیے ہوئے ہیں

احکام واوامر کو مان رہے ہیں تو پھر رسالت کی مہم تو تحصیل حاصل کے باب سے ہو جائے گی یعنی جو پہلے سے عبدیت کیلئے لبیک پکار رہا ہے تو اسے **یاایھا الناس اعبدوا ربکم** کا آرڈر کیوں؟

جناب قارئین آپ ذرا پھر سے حدیث کے ساتھ فاضل مصنف بی ایس سی کی لائی ہوئی عبارت پڑھیں، جس میں فرماتا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ بالا الفاظ حجت ہیں تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔ تو ہم باادب مصنف صاحب اور اس کے ہمنواؤں سے عرض گزار ہیں کہ ہم رسول اللہ کی رسالت اور کتاب اللہ کا منجانب اللہ ہونا تو قرآن کے حوالوں سے مانتے ہیں۔ آپ کی اس اہل فارس کے اماموں کی حدیث نے تو رسول اللہ کی مرتبت اور رینج کو سکیڑ دیا ہے۔ اس حدیث سے تو رسالت کی ڈاؤن سائزنگ ہوئی ہے۔ تو حدیث کے اس طرح کے الفاظوں کو کیونکر حجت مانا جائے گا؟ علاوہ ازیں اس حدیث کو آپ کے عقیدہ کے مطابق وحی خفی کے طور پر بھی قبول نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ وحی جلی میں تو رسالت کا دائرہ اور رینج پوری انسانیت ہے، جس سے رسالت کائناتی بنتی ہے اور یہ آپ کی نام نہاد وحی خفی تو رسول اللہ کو انسانیت عامہ سے سکیڑ کر ڈاؤن سائز کر کے جب عباد میں محدود کر رہی ہے تو ایسی وحی خفی جو وحی جلی سے ٹکر کھائے اور وحی جلی کے بتائے ہوئے مفہوم کو تبدیل کرے تو اس طرح کا وحی خفی وہاں قطعاً تیار نہیں ہوا ہے جہاں سے وحی جلی آتی ہے، پھر تو یہ وحی خفی یزدجر بادشاہ کی امام ساز، آل رسول ساز، حدیث ساز تھنک ٹینک کی ٹکسال کی پیداوار لگتی ہے کیونکہ وحی جلی نے ہمیں بتایا ہے کہ قرآن سے اختلاف رکھنے والے افکار ونظریات وحی نہیں ہو سکتے، وہ من جانب اللہ نہیں ہو سکتے۔ (یہاں کی یا تائیوان اور چائنا کی کتنی ہی چیزوں پر میڈان جاپان لکھا جاتا ہے) تو ہمیں قرآن حکیم نے بتایا کہ **لو کان من عند غیر اللہ لوجدو فیہ اختلافا کثیرا** (4.82) یعنی غیر اللہ سے ملی ہوئی ہدایات قرآن سے اختلافات رکھنے والی ہوں گی۔ سو ہم نے یہاں مسعود احمد صاحب کی لائی ہوئی حدیث میں بھی دیکھ لیا ہے کہ قرآن نے وحی جلی میں

رسول اللہ کی رسالت کو پوری انسانی آبادیوں کیلئے بنایا تھا تو وحی خفی جو امامی تحریک کی طرف سے بھیجی جاتی ہے اس میں رسول اللہ کو صرف اپنی امت والوں کیلئے محدود بنایا جاتا ہے۔

آگے فاضل مصنف تفہیم اسلام مسعود بی ایس سی اپنی لائی ہوئی حدیث کیلئے فرماتے ہیں کہ اگر یہ الفاظ حجت نہیں تو، پھر لازم آئے گا کہ نہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور نہ ہی قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے، آپ کی رسالت اور قرآن مجید پر ایمان لانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ یہ الفاظ حجت ہوں۔ جب تک یہ الفاظ حجت نہ ہوں قرآن مجید بھی حجت نہ ہوگا اور یہ الفاظ حدیث کے الفاظ ہیں لہٰذا حدیث کا حجت ہونا لازمی ہے۔

سو ہم بھی جواب میں عرض کرتے ہیں کہ قرآن کو رد کرنے والی حدیث حجت نہیں ہو سکتی۔

جناب قارئین پہلے تو فاضل مصنف کے اس شدت سے مطالبہ اور حاکمانہ ضد کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اس کے پڑھنے والے رسول اللہ کی حیثیت **یاایھا الناس** والی، کائناتی رینج والی ماننے کے بجائے حدیث کی **بعثنی الی العباد** یعنی صرف اپنی امت تک محدود رسالت کو مانا جائے، دوسرا یہ کہ حدیث پرست لوگ پھر وہ اہلحدیث، سلفیہ مارکہ ہوں یا جماعت المسلمین مارکہ ہوں یا حنفی، حنبلی، جعفری، مالکی، شافعی مارکہ ہوں، ان سب کے ہاں قدر مشترک نظریہ یہ ہے کہ حدیث کے بغیر قرآن سمجھا نہیں جا سکتا، حدیث قرآن کی شرح ہے، تعبیر ہے، تفسیر ہے۔ تو میں معزز قارئین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ یہاں اسی بحث کے موضوع پر ہی غور فرمائیں کہ جو رسول بمطابق اس حدیث کے صرف عباد کی طرف بھیجا گیا ہے تو ایسے رسول کو انسان ذات اور پوری کائنات کو **یاایھا الناس** کے حوالہ سے خطاب کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ جبکہ پورے قرآن کریم میں کم وبیش اندازاً 23 بار **یاایھا الناس** اور **یاایھا الانسان** کے خطاب سے لوگوں کو مخاطب فرمایا گیا ہے۔ کیا یہ حدیث قرآن کی تعبیر وتفسیر کے لائق بن سکتی ہے؟ جناب پوری انسانی آبادیوں میں دو پارٹیاں ہیں، ایک رسول اللہ کے مشن اور تحریک کو ماننے والی دوسری نہ ماننے والی۔ قرآن حکیم

میں جو خطابات **یایھا الذین اٰمنوا** سے آتے ہیں وہ جملہ خطابات پارٹی ورکروں کیلئے ہیں اور جو خطابات **یایھا الناس** کے صیغہ سے ہیں وہ سب کیلئے ہیں جن میں ممبر، نان ممبر سب شامل ہیں۔ اگر قارئین نے، اوپر خطاب رسول کی قرآنی آیات پر غور کیا ہے تو یقین جانئے کہ حدیث میں دکھایا ہوا خطاب جب قرآن کے خطاب والی عبارت اور متن سے ملاتے ہیں تو وہ قرآن کی شرح اور تفسیر تو کیا بن سکتی ہے! لیکن اس طرح کی حدیث کو قرآن کی شرح کہتے ہوئے گردن ندامت سے جھک جاتی ہے۔ اگر اعتبار نہ آئے تو **یایھا الناس** کے حوالوں سے 23 کی 23 آیتیں ایک جگہ لکھیں پھر ان کے مقابل لائیں حدیثوں والے خطابات کی فارسی اماموں والی روایات اور اگر وہ قرآنی خطابات کی توہین اور تنقیص اور تردید نہ کرتی ہوں تو مجھے پھانسی دی جائے۔

جناب فاضل مصنف کتاب تفہیم اسلام مسعود احمد بی ایس سی اخیر میں اپنا نتیجہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لہٰذا حدیث کا حجت ہونا لازم ہے۔ محترم قارئین اس سے دو سطر پہلے آپ پڑھ آئے ہیں کہ وہ فرماتا ہے کہ اگر یہ الفاظ (حدیث کے) حجت نہیں تو پھر لازم آئے گا کہ نہ آپ اللہ کے رسول ہیں نہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔ اردو زبان کا محاورہ ہے کہ کیا مکڑی کیا مکڑی کا شوربہ۔ سو اللہ ایسے روایت بازوں کو چیلنج کرتا ہے کہ **قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون ٥ قل فللہ الحجۃ البالغہ فلو شاء لھدٰکم اجمعین** (6.148) یعنی اگر قرآن کے مقابلہ میں تمہارے پاس علم ہے تو لاؤ میدان میں، تم تو وہموں کے پجاری ہو، تمہارا تو اٹکلوں پر گزارہ ہے، اگر دلائل کے میدان میں آتے ہو تو سن لو کہ **فللہ الحجۃ البالغہ** حجت تو صرف اللہ کی وحی والا کلام ہے اور وہ بھی حجت تام، حجت بالغہ۔ اس کے مقابل تمہاری روایاتی غیر متلو وحی خفی کی اٹکلیں ٹھہر ہی نہ سکیں۔ سو سن لو اگر اللہ کے قانون مشیت نے تمہارے دلوں میں انابت الی القرآن کو محسوس کیا تو تم سب کو ہدایت بخشے گا اور قرآن کو بلا شرکت غیر حجت مانتے ہوئے اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے گا

دلیل دوم

قرآنی الفاظ کی تشریح اور آیات قرآنی سے استنباط مسائل، آج کل بھی لوگ کر رہے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ عہد رسالت میں بھی لازماً ایسا ہوا ہوگا اور یہ عقلاً محال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کوئی دوسرا تشریح و استنباط کے فرائض انجام دے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ ہی اس کام کو بھی سرانجام دیتے ہوں گے اور جب آپ کسی آیت قرآن کی تفسیر کرتے ہوں گے تو کیا کسی کو اس کے تسلیم کرنے سے انکار جائز تھا؟ کیا وہ کہہ سکتا تھا کہ آپ کی بیان کردہ آیت صحیح اور آپ کی تفسیر غلط۔ بس آپ آیت سنا دیجئے تفسیر ہم خود کر لیں گے، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور جب ایسا نہیں ہوسکتا تو پھر تفسیر قرآن کے سلسلہ میں حدیث کا حجت ہونا ظاہر ہے۔ (دلیل دوئم کی عبارت ختم)

جناب قارئین کتاب تفہیم اسلام کے فاضل مصنف مسعود احمد کے اس دلیل دوم میں عبارت کے اندر رسول اللہ کی حیات طیبہ کو اس نے کتنا تو نعوذ باللہ اُن کے مرتبے سے کم کر کے پیش کیا ہے اور وہ بھی اپنی خود ساختہ ظنی زٹلیات سے جیسے کہ قرآن مجید میں رسول اللہ کی حیات طیبہ کا تعارف ہے ہی نہیں، جو ہے وہ صرف مسعود احمد اور اس کے ہمنوا جانتے ہیں اور وہ بھی ایسا تعارف کہ عہد رسالت میں لازماً ایسا ہوا ہوگا اور جب آپ کسی آیت قرآنی کی تفسیر کرتے ہوں گے، اس کام کو بھی انجام دیتے ہوں گے۔ جناب قارئین رسول اللہ کی زندگی کا ایسے صیغوں سے تعارف یہ مکمل ظنی اور مصنوعی تعارف ہے اور وہ بھی قرآن کریم میں رسول اللہ کے بتائے ہوئے تعارف کے خلاف، مسعود احمد نے یہ جعلی اور گھٹیا تعارف خود اس لئے گھڑا ہے کہ وہ اس سے اپنا من پسند نتیجہ اخذ کر سکے، اس لئے اللہ نے قرآن مجید میں جو رسول کا تعارف کرایا ہے بی ایس سی پاس فاضل مصنف اس کے قریب ہی نہیں گیا۔

جواب دلیل دوئم

جناب قارئین میں پہلے فاضل مصنف مسعود احمد کا استدلال والا جملہ دوبارہ لا کر پھر اس کا جواب لکھتا ہوں۔ مسعود احمد فرماتے ہیں کہ آیات قرآنی سے استنباط مسائل آج کل بھی

لوگ کرر ہے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ یہاں مصنف نے زمانہ حال اور زمانہ مستقبل کی بات کی ہے کہ قرآن سے لوگ استنباط مسائل کرر ہے ہیں اور کرتے رہیں گے، مستقبل سے تو بحث ہے ہی نہیں اس پر بات کرنا خارج از موضوع ہے اور زمانہ حال میں قرآن سے جو لوگ، ادارے اور مسلکوں والے قرآن سے مسائل کا استنباط کرر ہے ہیں ان کا مسعود احمد صاحب نے نام تو نہیں لیا ہے، اگر نام لیتے تو بہت اچھا ہوتا اور سب لوگ واقف ہو جاتے کہ قرآن سے مسائل حیات کون اخذ کررہا ہے۔ ہم نے تو دیکھا ہے کہ حنبلی، حنفی، مالکی، شافعی، جعفری، اہلحدیث اور خود جماعت المسلمین ان سب کے نکاح وطلاق، معاشیات اور کئی سارے دیگر فقہی مسائل قرآن سے لئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ خلاف قرآن ہیں۔ مسعود احمد صاحب یہ غلط فرمارہے ہیں کہ آیات قرآنی سے استنباط مسائل آج کل بھی لوگ کرر ہے ہیں۔ اب جب فاضل مصنف نے بنیاد ہی اپنی دلیل کی غلط رکھی ہے تو بات آگے کیسے چلے؟

شاید قارئین مجھے جان چھڑا کر بھاگنے والا تصور کریں تو میں ناچیز، مصنف مسعود احمد کو جھوٹا ثابت کرنے کیلئے عرض کروں کہ تفہیم اسلام کتاب کے صفحہ 41 پر اپنے دلائل برائے حجیت حدیث کی چوتھی دلیل کی عبارت میں لکھتے ہیں کہ کیا قرآن خود مکتفی ہے؟ ہر گز نہیں بلکہ اس کو سمجھنے کیلئے لغت کی ضرورت ہے۔ پھر تین سطر آگے لکھتا ہے کہ قرآن کفایت نہیں کرتا بلکہ اپنی تشریح کیلئے دوسری چیز کا محتاج ہے۔ اب قارئین بتائیں کہ اس موجودہ دور، زمانہ حال میں مسائل کے استنباط کے بارے میں خود جماعت المسلمین کے اکابر فرماتے ہیں کہ قرآن ناکافی ہے اور وہ محتاج ہے، بخاری اور مسلم کی حدیثوں کا، تو اس نے جو اوپر لکھا کہ قرآن سے مسائل کا استنباط آج کل بھی ہو رہا ہے۔ سو خود مصنف کتاب اور اس کی جماعت المسلمین کیلئے تو کتاب تفہیم اسلام بتارہی ہے کہ ہم ان میں سے نہیں ہیں۔ بہر حال مسعود احمد صاحب کے اس جھوٹ لکھنے کے بعد بھی اس کی اگلی عبارت پر اپنا تبصرہ ضرور دینا ہے۔ وہ اگلی عبارت یہ ہے کہ عہد رسالت میں بھی لازماً ایسا ہوا ہوگا۔ اب قارئین محترم اس جملہ پر سوچیں نہایت گہرائی سے سوچیں دیکھو کہ یہ جماعت المسلمین کے اتنے بڑے فاضل مصنف اور ترجمان

صاحب رسول اللہ کیلئے یہ لکھ رہے ہیں کہ وہ بھی آج کے دور کے پندرہویں صدی میں قرآن سے مسائل کے استنباط کرنے والوں کے طور طریقوں کے مطابق قرآن مجید کی تشریح اور تفسیر فرماتے ہوں گے (معاذ اللہ) یہ مسعود احمد ترجمان جماعت المسلمین کیا تو فرمارہا ہے کہ رسول اللہ کو پندرہویں صدی کے لوگوں کے طریقہ استنباط اور تفسیر وتشریح کی کاپی کرنے والا لکھ رہا ہے، نہیں تو کوئی جماعت المسلمین کا دوسرا ترجمان بتائے کہ جملہ عہد رسالت میں بھی ایسا ہوا ہوگا، کا کیا مطلب ہے۔ مجھے تو پہلے اپنے اوپر غصہ آرہا ہے کہ میں ایسے بھی لوگوں کا جواب لکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد اپنے ان دوستوں پر بھی جنہوں نے مجھے مجبور کیا ہوا ہے کہ ان پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھا جائے (اللہ ہم سب کو ہدایت اور قرآن پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے) آگے مصنف مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ جب آپ کسی آیت کی تفسیر کرتے ہوں گے۔ اب قارئین مسعود احمد صاحب کے استعمال کردہ صیغوں کو ذہن میں محفوظ رکھیں۔ آگے لکھتے ہیں کہ (سامعین میں سے) کوئی کہہ سکتا تھا کہ آپ کی بیان کردہ آیت صحیح ہے اور آپ کی تفسیر غلط، پس آپ آیت سنا دیجئے تفسیر ہم خود کرلیں گے ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا، اور جب ایسا نہیں ہو سکتا تو پھر تفسیر قرآن کے سلسلے میں حدیث کا حجت ہونا ظاہر ہے۔ (مصنف کی عبارت ختم)

جناب قارئین محترم اب پہلے قرآن حکیم جو اللہ کا کلام ہے اس کے متعلق خود قرآن کا اپنا بیان یا خود اللہ کا اپنے کلام کا تعارف سنیں اور وہ تعارف بھی پہلے رسول سے خطاب کر کے اسے بتا رہے ہیں جسے کہا جاتا ہے کہ خطاب خاص مراد عام الٓرٰ کِتٰبٌ "اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (11.1) یعنی اے امین، لین القلب، راکع، یہ کتاب اس شان والی ہے کہ اس کی جملہ آیات اصلیت کے لحاظ سے محکم ہیں، پھر ان کی تفصیل بھی کی ہوئی ہے اور وہ تفصیل بھی کسی غیر متلو یا خفی نامی وحی کی نہیں ہے، یہ تفصیل تو اس اللہ کی کی ہوئی ہے جو حکمت والا بھی ہے تو بہت بڑا باخبر بھی ہے۔ جناب قارئین اب اس آیت میں کیا گنجائش باقی ہے جو اس کی تفصیل کی جائے۔ صرف اتنی خواہش ہے کہ یٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا (4.136) کی روشنی میں اللہ ہم مسلم کہلانے والوں کو، ہم ملاؤں

کو قرآن پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ویسے تو کسی بھی مسئلہ میں قرآن حکیم کی ایک دلیل ہی کافی ہوتی ہے لیکن کیا کریں بڑے بڑے القابوں سے ملقب گندم نما جو فروشوں نے قرآن کریم کو پس تاک الماری کرنے کے بہت بڑے حیلے چلائے ہیں اور ان کی ساری قرآن دشمن تگ و دو کے پیچھے عالمی سرمایہ داریت کا مکمل ہاتھ ہے جو مقدمہ کے مضامین سے آپ سمجھ سکے ہوں گے۔ اس کے باوجود کہ قرآن کریم کی مکمل تفسیر خود اللہ عزوجل نے قرآن کریم کے اندر **القرآن یفسر بعضه بعضا** یعنی قرآن کی آیات دوسری آیات کی تفسیر خود کرتی ہیں، فن تصریف سے، تھوڑی سی کھوج اور تلاش سے، قرآن کے اندر کی آیات سے، قرآن سمجھ میں آجاتا ہے۔ بہر حال قرآن حکیم کی منجانب اللہ تفصیل کئے جانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی قرآن کا فیصلہ اور اعلان سنتے چلیں کہ علم الراوایات کی حدیثوں کو قانون کی حیثیت نہ دی جائے۔ یہ اہل فارس کی امامی تحریک والوں کا اختراع کردہ علم ہے۔ اس لئے ان کو رسول کی حدیثیں قرار دے کر حجت نہیں بنایا جا سکتا۔ سو اس طرح کا اعلان خود رسول اللہ سے کرایا جاتا ہے کہ **أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا** (6.114) اعلان ہے کہ کیا میں غیر خداوندی حدیثوں کو حجت کے طور پر قبول کر سکتا ہوں؟ (یہ ہو نہیں سکتا) اس لئے کہ اس اللہ نے تمہاری طرف تفصیل کردہ، شدہ کتاب نازل فرمائی ہے۔ اب ایسی کتاب میں تفصیل کے نام سے نام نہاد حدیثوں کی کوئی تفسیری ملاوٹ اور پیوندکاری نہیں چلے گی۔ جناب قارئین قرآن کریم ایسا تو ایک جامع قسم کا مہدی ہے، امام ہے جو کسی بھی بشنی جیب کترے اور گندم نما جو فروش کو جانے نہیں دیتا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مسلم امت کے دین کے نام سے مدرسوں میں تقابلی مطالعہ نہیں کرایا جاتا، قرآن کی تعلیم تصریف آیات کے حوالوں سے تو مکمل نبد ہے دنیا بھر میں کسی بھی مدرسہ میں قرآن کی ایسی تعلیم نہیں ہے اور جو کوئی بھی اب لوگوں سے آنکھیں بچا کر دوکان پر، چلتے روڈ پر یا گھر تک آئے ہوئے کسی قرآن کے شیدائی کو کوئی سبق دیتا بھی ہے تو پھر اس مقولے کی طرح کہ تاریخ خود کو دہراتی ہے یعنی **وكذلك جعلنا لكل نبي عدو الشيطين الانس**

والجن يوحي بعضهم الي بعض زخرف القول غرورا (6.112) یعنی قرآنی مشن والوں کی عداوت میں شیطان کی دونوں اقسام یعنی سرمایہ دار اور جاگیردار یہ مل کر پیچھے پڑ جاتے ہیں اور ان کی آپس میں کمیونیکیشن، ملمع سازیاں تکبر کے انداز سب حرفتوں سے مقابلہ پر اتر آتے ہیں۔ یہ جو قرآن دشمنوں کا دعوٰی ہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر کرتی ہے، بغیر حدیث کے قرآن نہ سمجھ میں آسکتا ہے نہ ہی عمل میں آسکتا ہے، تو آؤ اور تقابلی مطالعہ کے حوالے سے قرآن کا اعلان ہے کہ میری تصریف آیات والی تفسیر ایسی ہے جو کسی بھی قرآن دشمن مجرم کو پکڑے بغیر بچ کر جانے نہیں دیتی ہے۔ یہ اعلان تو یہ ہے کہ **وكذلك نفصل الأيٰت ولتستبين سبيل المجرمين** (6.55) اب آگے دیکھیں، ایک ہی مسئلہ پر حدیث اور قرآن کو ملا کر پڑھیں، پھر بتائیں کہ یہ والی حدیث (وحی خفی اور غیر متلو) قرآن کی تفسیر کرتی ہے یا قرآن کا راستہ روک کر اس کا رد کر رہی ہے؟ قرآن میں ہے کہ **مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهٗ أَسْرٰى** (8.67) یعنی لڑائیوں میں غلام سازی کیلئے جو لوگ قید کئے جاتے ہیں، اے نبی! اب آئندہ یہ رسم بد بند کی جاتی ہے۔ جناب قارئین آئیں اس مسئلہ سے متعلق کھولیں بخاری کی کتاب المغازی، باب نمبر 500 اور حدیث نمبر 1302 جس میں لکھا ہوا ہے کہ ابو محیریز سے ابو سعید خدری روایت کرتا ہے کہ ابو سعید نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ غزوہ بنو المصطلق کی جنگ پر نکلے اور وہاں عرب کی باندیاں حاصل کیں اور ہمیں شہوت کا بھی بڑا زور چڑھا ہوا تھا۔ پھر ہم نے ان سے صحبت کرنے سے پہلے سوچا کہ عزل کریں۔ پھر یہ مسئلہ رسول اللہ سے پوچھنے گئے۔ اب قارئین بتائیں کہ قرآن نے کسی کو بھی جنگی قیدی بنانے اور غلام یا لونڈی بنانے پر بندش لاگو کر دی ہے یہاں امام بخاری قیدی نہ بنانے کے حکم سے بھی آگے لونڈیوں سے جماع کرنے کی حدیث لائے کھڑا ہے۔ کیا قرآن کی تفسیر وحی خفی سے اسی طرح ہوتی ہے؟ کہ وحی جلی میں تو اعلان ہو کہ غلام سازی لونڈی سازی کیلئے لڑائیوں میں کسی کو قید نہ کیا جائے، اور وحی خفی میں آپ نے دیکھا کہ جنگ بنی المصطلق کے موقعہ پر عورتوں کو قید تو کیا اب اس سے بھی آگے جماع میں

(عزل) انزال باہر کرنے کا رسول سے فقہی مسئلہ پوچھنے جارہے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ انزال اندر کریں اور قیدی لونڈی حاملہ ہو جائے، پھر منڈی میں بیچتے وقت کنواری والا ریٹ نہ مل سکے۔

اب فیصلہ قارئین خود کریں کہ قرآن کیا فرماتا ہے اور اس کی تفسیر کرنے والی اور قرآن پر عمل کرنے میں سہولت اور مدد کرنے والی بخاری کی وحی خفی کیا گل کھلاتی ہے؟ جناب آئیں پھر ابھی جو سورۃ انعام کی آیت پڑھ کر آئے ہیں، اس پر دوبارہ نظر ڈالیں جس میں قرآن فرماتا ہے کہ ہم آیات کی تفصیل ایسی لاتے ہیں جس کا مخالف مجرم آسانی سے پکڑا جاتا ہے، جو سادہ لوگوں کے سامنے دم مارتے ہیں کہ حدیث قرآن کی تفسیر کرتی ہے اور آپ ابھی پڑھ کر آئے ہیں کہ مسعود احمد صاحب نے فرمایا کہ قرآن ناکافی ہے اور اپنی تشریح کیلئے دوسری چیز کا محتاج ہے (معاذ اللہ استغفر اللہ) اب اس تقابلی مثال کی مزید صرف ایک مثال دے کر پھر آگے چلتے ہیں۔

جناب محترم قارئین ہم یہاں نہایت اختصار کے ساتھ قرآن حکیم سے عورت کے متعلق کہ اس کی معاشرہ میں اور پیدائشی طور پر حیثیت کیا ہے؟ پھر اس کے بعد نام نہاد وحی غیر متلو اور وحی خفی کی، عورت کی حیثیت کے تعین کیلئے وضاحت بھی پیش کریں گے۔ اس کے بعد فیصلہ اہل مطالعہ خود جا کر کریں کہ قرآنی رہنمائی میں کیا کمی ہے اور اس کی شرح اور تفسیر کیلئے جو یزدجری اماموں نے وحی خفی کی ایجاد کی ہے اسے بھی غور سے پڑھیں۔ سورۃ النساء کی پہلی آیت ہے کہ **یایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا کثیرا ونساء** (4.1) یعنی اے لوگو! اپنے پالنے والے رب کے قوانین کو توڑنے سے ڈرو اور ان قوانین کی حفاظت کرو جس رب نے تمہیں ایک ہی جرثومہ حیات سے پیدا کیا اور اس سے جوڑا پیدا کر کے پھر اس جوڑے سے کئی سارے مرد اور عورتیں پیدا کر کے پھیلا دیئے۔ اس آیت سے مرد اور عورت کی پیدائش کے سلسلے میں یکسانیت اور برابری کی وضاحت ملی، ثبوت ملا، پھر اسی سورۃ کی آیت نمبر 19 میں حکم آیا کہ **ولا ترثوا النساء کرها** یعنی مردوں کو یہ بھی حق نہیں پہنچتا

کہ وہ عورتوں پر جبر سے اپنی مالکی اور حق وراثت کو ٹھونسیں۔ پھر اسی سورۃ کی چھٹی آیت میں یتیم بچوں کو بڑا ہونے کے بعد ان کا موروثی مال دینے کیلئے ہدایت دی کہ وہ انہیں اس وقت دیا جائے جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچیں۔ اس کیلئے فرمایا کہ **وابتلو الیتمی حتی اذا بلغو النکاح فان آنستم منهم فادفعوا الیهم اموالهم** (4.6) یعنی یتیموں کی آزمائش کرو، انہیں ان کا مال دینے سے پہلے وہ اس طرح کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچیں۔ اب اس عمر کو پہنچنے میں ان کی اس عمر میں اس چیز کو بھی چیک کرو کہ اس کی فکری اور دماغی لائن میں رشد اور کھرے کھوٹے میں تمیز، برے بھلے میں فرق کرنے کا شعور آیا ہے یا نہیں؟ یہ ہے نکاح کی بلوغت جسمانی اور بلوغت فکری کی عمر والی حد۔ اب جناب قارئین! عورت کے متعلق صرف ان تین ریمارکس کے بعد نکاح کے وقت عورت کی رائے کے بارے میں سوچیں کہ قرآن نے جو رشد یعنی ذہنی پختگی کو بھی بلوغت کے ساتھ ملایا ہے تو اس سے سوچا جائے کہ کیا ثابت ہوتا ہے؟ جناب قارئین اس سے صاف صاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ دولہا دولہن ذہنی اور جسمانی بلوغت کے مالک ہوں یعنی نکاح کیلئے، رفیق حیات کے انتخاب کیلئے ان میں رشد والی صلاحیت ہو، تو یہ چیز ثابت کرتی ہے کہ عورت اپنے لئے نکاح کے واسطے شریک حیات کو خود پسند کرنے، خود منتخب کرنے کا حق رکھتی ہے، اس کے اس حق پر کسی ولی وارث کو قرآن وارننگ دیتا ہے کہ **ولا ترثوا النساء کرها** (4.19) عورت تمہاری غلام اور لونڈی نہیں جو اس پر تمہارا جبر چلے گا۔ علامہ اقبال کی یہ بات مشہور ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر میں اس چیز سے بے خبر ہو کر قرآن پڑھتا کہ یہ کوئی اللہ کی کتاب ہے تو میں قرآن پڑھ کر یہ فیصلہ کرتا کہ یہ کتاب کسی عورت کی تصنیف شدہ ہے۔ تو اب کھولا جائے امامی وحی خفی والا ایجنڈا، اور دیکھو کہ وہ قرآن کی تفسیر کرتا ہے یا قرآن کا رد کرتے ہوئے اس کتاب کی پرواز پر یزدجری بادشاہی جاگیرداری تھجمت والی لگام چڑھا رہا ہے۔ اس کیلئے کھولیں کتاب بخاری کی کتاب النکاح پھر اس میں کھولیں باب **من قال لا نکاح الا بولی** باب کا نمبر ہے 66 اور حدیث کا نمبر ہے 114 حدیث پر بعد میں تبصرہ کریں گے، پہلے باب کے عنوان

میں امام بخاری کا جو اپنا فقہ ہے اس پر بھی ایک نظر ڈالی جائے کیونکہ علماء حدیث کا قول ہے کہ فقہ البخاری فی تراجمہ یعنی امام بخاری صاحب اپنا فقہی نقطہ نظر اپنے ترجمۃ الباب میں لاتا ہے، سو اس کی عبارت یہ ہے کہ **من قال لا نکاح الا بولی لقول اللہ تعالی فلا تعضلوھن فدخل فیه الثیب وکذالك البکر وقال ولا تنکحو المشرکین حتی یومنوا وقال وانکحوا الایامی منکم** یعنی یہ باب ہے اس مقولہ کے مسئلہ میں کہ جس نے کہا کہ **لا نکاح الا بولی لقول اللہ تعالیٰ فلا تعضلوھن** جناب قارئین میں اس وحی خفی کی اشارہ بازیوں کو جو سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ بخاری یہاں کسی امام غائب کے حوالہ سے جھوٹ بول رہا ہے کہ یہ باب اس کے بارے میں ہے جس نے کہا کہ ولی وارث کے بغیر کسی کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ یہاں یہ بخاری کا جملہ دولہا دولہن دونوں پر فٹ آتا ہے ویسے یہ بات ضرور سوچنے کی ہے کہ بخاری نے اس مقولہ کے قائل کا نام نہیں لیا ایسے ہی فرما دیا کہ **من قال** یعنی جس نے بھی کہا ہے، اب یہاں بخاری کی طرف سے اس قائل کا نام نہ لینا یہ اس کی پارسائی کہی جائے یا خیانت کہی جائے؟ آخر ایسی بات کرنے والے کا نام نہیں لے رہا ہے بات کیا ہے؟ یا اس لئے نام نہیں لے رہا کہ پڑھنے والے باب کے ذیل میں جو اس نے اپنے استاد الاستاد مشہور دشمن عزت رسول، مشہور تبرائی امام ابن شہاب زہری کی جو اس کی اپنی گھڑاوت بنام وحی خفی اور جسٹس تقی عثمانی کے بقول وحی غیر متلو قسم کی حدیث لایا ہے اور اپنی اس اختراعی گھڑاوت کی نسبت کی ہے ام المومنین عائشہ کی طرف تو پڑھنے والے بخاری کے جملہ **من قال** کا قائل خود بخود جا کر اس کی ذیلی حدیث سے قیاس کرتے ہوئے بی بی عائشہ کو ٹھہرائیں جو آگے حدیث میں آپ پڑھیں گے کہ ایام جاہلیہ کے چار قسم کے نکاح گنوائے گئے۔ پہلی قسم میں بتایا گیا ہے کہ وہ آج کے دور کی طرح کا تھا یعنی کوئی کسی کی ولیہ یا بیٹی کیلئے کسی کو بیاہنے کیلئے کہتا تھا پھر مہر دے کر بیاہ لاتا تھا تو اس میں تو عورت کے قبول کرنے کی بات کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے بخاری اور حدیث ساز زہری نے امت مسلمہ کو یہ زہر دے دیا کہ بعد وفات رسول بھی عائشہ

فرماتی ہیں کہ آج کے دور کی طرح کا نکاح یہ ہوا کہ کوئی کسی مرد سے اس کی بیٹی یا ولیہ لے کر مہر دے کر بیاہ لاتا ہے۔ جناب قارئین بخاری صاحب نے اپنے ترجمۃ الباب میں اپنی فقہ جو پیش کی تو اس سے وہ یہ تاثر دے رہا ہے کہ نکاح دلہا دلہن کی مرضی کے بغیر ولی وارث کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے بیاہ کرائے جسے چاہے نہ کرائے۔ امام بخاری اپنے اس فقہی فیصلے کی تائید میں لکھتا ہے کہ **لقوله تعالی فلا تعضلوھن** بس بخاری اس **فلا تعضلوھن** کے بعد کچھ بھی نہیں لکھتا۔ قرآن کے اس حکم کا مفہوم تو یہ ہے کہ عورتوں پر جبر نہ کرو اور اوپر بخاری اپنی فقہ میں کہتا ہے کہ ولی کی طرف سے اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ پھر دلیل میں قرآن کی جو بات لاتا ہے اس میں تو قرآن نے عورت کی رضا اور خود مختاری کا ڈکلریشن دیا ہے۔ اب فیصلہ قارئین خود فرمائیں کہ بخاری یہ تضاد کیوں لا رہا ہے؟ دعویٰ ہے کہ نکاح بغیر ولی کے حکم کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اور دلیل قرآنی اس کے الٹ ہے۔ اگر کوئی شیخ الحدیث یہ فرمائے کہ بخاری صاحب یہاں یہ بتانا چاہتا ہے کہ نکاح ولی کرائے لیکن اس میں وہ دلہا یا دلہن پر جبر نہ کرے، پھر سوال اٹھتا ہے کہ ولی وارث کی اس صورت میں تو حیثیت صرف مشیر اور صلاح کار، ایڈوائزر کی ہوئی۔ بخاری کی فقہ والی عبارت میں ہے کہ **لا نکاح الا بولی** یعنی وہ وارث، مشیر نہیں ہے وہ فل مالک ہے، اس کے سوا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگر شیخ الحدیثوں والی تاویلی راہ درست ہوتی تو اتنی بات تو بخاری اپنی عبارت میں خود بھی بڑھا سکتے تھے؟ اس نے تو صاف صاف لکھا ہے کہ **لا نکاح الا بولی** سو قرآن سے صرف **لا تعضلوھن** کا صیغہ لانے سے بخاری کی قرآن دشمنی چھپ نہیں سکتی کیونکہ قرآن میں جو حکم ہے کہ **فانکحوا ماطاب لکم** یہ دولہا لوگوں کو ہے، وارث لوگوں سے اس حکم کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ نیز عورتوں کیلئے بھی جدا حکم دیا گیا ہے کہ **ولا ترثوا النساء کرھا** ان دونوں آیتوں اور خود بخاری کی لائی ہوئی دلیل والا قرآنی حکم کہ **فلا تعضلوھن** یہ سب بخاری کی فقہ **لا نکاح الا بولی** کے خلاف ہے۔ تو جناب قارئین دیکھا آپ نے کہ اتنی سی بحث سے قرآن کا دعویٰ سچا ہو گیا، قرآنی اعلان سچا ہو گیا کہ ہم قرآن کی تفصیل

ایسی لاتے ہیں کہ جس سے جس شخص کو بھی قرآن کی طرف سے دل میں کچھ میل ہے وہ ظاہر ہو جاتا ہے، وہ پکڑا جاتا ہے، وہ چھپ نہیں سکتا۔ یہ بات صرف یہاں تک ختم نہیں ہوتی۔ آپ نے بخاری کی قرآن دشمن فتنہ دیکھ لی، اب اس کے استاد الاستاد امام زہری کی زہر پاشی بھی دیکھیں۔ ان یزدجری اماموں کا اصحاب رسول پر تبرا بھی دیکھیں، یہ تبرا کے ڈائیلاگ رومالوں میں لپیٹ کر مارنا یہ ان فارس کے یزدجری اماموں کا فن ہے، ان کے ایسے بدبودار اور قبیح چہرے چھپانے کیلئے ان کی سوانح میں بڑی بڑی تقدس والی عباؤں قباؤں میں ان کو چھپایا گیا ہے کہ یہ امام فوت ہوئے تو قبر کی مٹی خوشبودار ہوگئی، فلاں امام نے چالیس سالوں کی راتوں میں عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، ہر رات کو نفلوں میں ختم قرآن شریف پورا کرتے تھے امام ابوحنیفہ کے پاس ایک شاگرد بڑا حسین جمیل اور امیر کا لڑکا امام محمد پڑھنے گیا تو استاد ابو حنیفہ نے بھی اس کا چہرا نہیں دیکھا کہ کہیں اس کا حسن اور جمال فتنہ میں نہ ڈال دے، کئی سال پڑھانے کے بعد زمین پر دن کے وقت اس کا سایہ دیکھا کہ سایہ میں اس کی داڑھی بڑھی ہوئی اس کے چہرے پر نظر آئی تو اس کے بعد اپنے شاگرد کو آمنے سامنے چہرے پر نظر ملاتے سالوں بعد دیکھا۔

جناب قارئین! یہ فنکاریاں ان اماموں کی سوانح جات لکھتے وقت جان بوجھ کر آلٹریشن کی گئی ہیں۔ لیکن جب ان اماموں کا تبرا والا اصلی روپ دیکھتے ہیں تو یہ سوانحی خاکے سارے جعلی لگتے ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے یہ حدیث جب 1965ء میں جب استاد صاحب سے پوری تفصیل کے ساتھ پڑھی اور سنی تو میرے غبی دماغ پر جوں تک نہ رینگی کہ اس حدیث میں کوئی تبرا کی صنف پنہاں ہے لیکن میں دستار بند جاہل بھی ہوگیا اور چودہ علموں کی سند الفراغ بھی حاصل کر لی لیکن ایسی حدیثوں کو روح افزا سمجھتا رہا۔ جناب قارئین اچانک ایک شیعہ ذاکر سے سنا کہ بخاری میں ایک حدیث ہے جس کی رو سے سارے اصحاب رسول (معاذ اللہ) ولد الزنا تھے۔ پھر اس نے یہ والی حدیث پڑھی اور آج تک میں نے اس حدیث پر بارہا غور کیا ہے لیکن اس سے اس ذاکر کی تردید کیلئے حدیث میں کوئی جملہ نہیں ملتا۔

ذاکر کے ایسے حوالہ کے بعد میں چونکا کہ ہمارے درس نظامی کی ساری دینیات تو ان ہی حدیثوں پر موقوف ہے۔ اس کے بعد تھوڑی سے کھوج کی تو درس نظامی کی نصابی کتابوں کے سارے مصنف شیعہ نکلے بلکہ ائمہ اربعہ اہل سنت یہ لوگ تو مخلصین شیعہ ثابت ہوئے اور سب سے سینئر بھی۔

اب آئیں امام زہری کی یہ حدیث بھی پڑھیں، یہ حدیث زہری نے خود گھڑ کر ام المومنین عائشہ کی طرف منسوب کی ہے کہ اسلام کے آنے سے پہلے زمانہ جاہلیہ میں عربوں کے اندر نکاح چار قسم کا تھا۔ پہلی قسم تو ایسی تھی جیسا آج کا طریق کہ **نخطب الرجل الی رجل ولیته اوابنته فیصدقها ینکحها** یعنی ایک مرد دوسرے کو اس کی بیٹی یا اس کی زیر ولایت عورت سے نکاح کرنے کی پیشکش کرتا پھر مہر دے کر اس کے ساتھ نکاح کر لیتا۔ جناب اگلی تین قسم کے نکاحوں سے پہلے اس پر تبصرہ ملاحظہ فرمائیں اور غور فرمائیں کہ اس قسم کو رسول اللہ کی وفات کے بعد تک مروج بتلایا گیا ہے اور اس کی تفصیل میں آپ نے دیکھا کہ لینے والا مرد جس سے لیتا ہے وہ بھی وارث مرد ہے یعنی پھر اس کی بیٹی یا اور کوئی زیر ولایت عورت سے پوچھنے پاچھنے کی کسی بات کا ذکر نہیں ہے، اگر زمانہ رسالت اور انقلاب نبوت نے اس جاہلیت والی موروثی رسم کو باقی رکھا ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں لائی، اس کا معنی کہ قرآن نے جو عورت کو اختیارات اور پاور کے لحاظ سے مرد کے برابر رکھا (4.6) اور مرد کو اس کے باوجود حکم بھی دیا کہ خبردار عورت پر جبری حق ولایت اور حق وراثت نہ جتاؤ (4.19) اور عورت کی اپنی پسند اور چوائس کے خلاف اس پر سختی نہ کرو (2.232,4.19) تو رسول اللہ کا عرصہ حیات گزر گیا لیکن بقول اس حدیث کے نکاح کی رسم وہی جاہلیت والی، وہی اسلام کے آنے سے پہلے والی جاری رہتی ہے۔ اب کوئی بتائے کہ یہ حدیث گھڑنے والے تو خود رسول اللہ کے زمانہ حیات میں بھی انہیں قرآن پر عمل کرنے والا نہیں دکھا رہے ہے۔ اوپر کی آیات آج تک قرآن میں موجود ہیں لیکن ان پر جب رسول کی زندگی میں عمل نہیں ہوا تو رسول بھیجا کیوں گیا، انقلاب نبوت کا کوئی مصرف تو سامنے آنا چاہیے تھا۔ ان حدیث سازوں کے بقول کہ

اگر رسول کے زمانہ میں بھی قرآن پر عمل نہیں ہوا تو پھر یہ قرآن کیا صرف تبرک کیلئے مردوں کی قبروں پر، اور صبح کے وقت دکانوں میں برکت کیلئے پڑھنے کیلئے ملا تھا؟

جناب قارئین یہ حدیث ساز جب چاہتے ہیں کہ خود رسول اللہ کو ہی قرآن پر عمل نہ کرنے والا ثابت کریں تو انہوں نے سینکڑوں حدیثیں گھڑی ہوئی ہیں کہ جب رسول نے عائشہ سے شادی کی تو عائشہ چھوٹی تھی، گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھی، پڑوس کی چھوٹی بچیاں عائشہ کے ساتھ گڑیاں کھیلنے آتی تھیں اور دوران کھیل اگر رسول اللہ گھر میں آتے تھے تو خوف کے مارے بھاگ جاتی تھیں۔ غور کیا جائے کہ اس عائشہ سے اب زمانہ نبوت سے پہلے قبل اسلام کی عربوں کی پرانی تہذیب نقل کرکے سنائی جارہی ہے اور ان چار میں پہلی قسم میں یہ ثابت کیا جارہا ہے کہ زمانہ نبوت سے پہلے جاہلیت کے دور والی یہ قسم اب تک جاری ہے۔ اس قسم پر قرآنی اصلاحات اثر انداز نہیں ہوئیں یعنی قرآن پر رسول اللہ کے زمانہ میں بھی عمل نہیں ہوا۔ اس کے بعد امام زہری دوسری قسم نکاح کی بتاتے ہیں کہ **ونکاح آخر کان الرجل یقول لامراته اذا طهرت من طمثها ارسلی الی فلان فاسبضی منه ویعتزلها زوجها ولا یمسها ابدا حتی یتبین حملها من ذالك الرجل الذی تستبضع منه فاذا یبین حملها اصابها زوجها اذا احب** یعنی نکاح کی دوسری قسم یہ ہوتی تھی کہ شوہر اپنی بیوی کو کہتا تھا جب وہ ماہواری سے پاک ہوجاتی تھی کہ جاؤ فلاں شخص کے پاس اور اس سے بیج حاصل کرو، پھر اس کا شوہر اتنا عرصہ اپنی بیوی سے جدا رہتا تھا اور اس سے صحبت نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ جب تک اس مرد سے اس کی بیوی کو حمل ظاہر نہ ہو۔ جب حمل ظاہر ہوجاتا تو اس کا شوہر بعد میں گھر والی سے صحبت کرتا اور اس نکاح کا نام انہوں نے نکاح استبضاع رکھا ہوا تھا۔

تبصرہ

جناب قارئین امام زہری نے اس نکاح کرانے کی نسبت عورت کے پہلے شوہر کی طرف کی ہے جو اس عورت سے پہلے ہی نکاح کئے ہوئے ہے۔ مردوں کی فطرت میں سوائے

اہل فارس کے کیونکہ ان کی سوانح میں نے کم ہی پڑھی ہیں اور جہاں تک حجازی مردوں کی بات ہے سو وہ تو ان حدیث سازوں نے خود لکھا ہے کہ وہ اتنے تو جاہلی غیرت سے بھرپور ہوتے تھے کہ اپنی بیٹیوں کو کسی کو بیاہ میں دینے کی بجائے زندہ زمین کھود کر گاڑ دیتے تھے، اس عار سے کہ کسی کے نیچے ہماری عورت کیونکر آئے۔ سو جاہلیت کے اسی دور والے کلچر میں پھر اس کے الٹ امام زہری لکھ رہا ہے کہ اس دور کا عرب مرد اپنی نکاح کردہ بیوی کو بیج لینے کیلئے کسی دوسرے مرد کے پاس بھیج دیتا تھا۔ سو قارئین لوگ بتائیں کہ پھر ان حدیث ساز اماموں کی عربوں کے متعلق وہ حدیثیں جو انہوں نے بنائی ہیں کہ وہ اپنی عورت کو دوسروں کو دینے کے عوض زندہ درگو دفن کرنا گوارا کرتے تھے دینا پسند نہیں کرتے تھے اور جب انہی حدیث سازوں کو عرب کلچر پر رسوائی لاگو کرنے کا خیال آیا تو پھر یہ حدیث بھی بنا ڈالی کہ ان کے مرد اپنی بیوی میں بیج ڈلوانے کیلئے کسی دوسرے مرد کے حوالے بھی کردیتے تھے۔ جناب قارئین خود ان فارسی یزدجری اماموں کی گھڑی ہوئی حدیثیں آپس میں ٹکرا رہی ہیں اسی سے ان کی کذب بیانی ثابت ہورہی ہے اور اگر کوئی مرد اپنی بیوی کسی دوسرے مرد سے بیج لینے کیلئے اسے حوالے کرے تو کون سی زبان میں اسے نکاح کا نام دیا جائے گا؟ میں نے مولانا کوثر نیازی کا ایک مضمون اخبار جنگ میں پڑھا تھا کہ سکھوں کے اندر ایک قبیلہ ایسا ہے جس میں اگر کوئی ایک عورت گھر کے کسی ایک مرد سے شادی کرتی ہے تو اس گھر کے دوسرے مرد بھی اسے استعمال کرتے ہیں لیکن نکاح کی نسبت پھر بھی اس کے ایک شوہر سے منسلک رہتی ہے۔ یہاں امام زہری تو اس عمل کو نکاح بھی کہتا ہے اور پھر وہ اس نکاح کا نام بھی رکھے بیٹھا ہے۔ امام زہری کو تو اہل مطالعہ خوب جانتے ہیں کہ یہ وہ نا ہنجار مجوسی ہے جس نے ام المومنین اماں عائشہ پر تہمت کی من گھڑت کہانی بنام روایت افک گھڑی تھی جو روایت بدنام زمانہ حدیث امام بخاری نے بڑے اہتمام سے اپنے مجموعہ میں متعدد بار تکرار سے لائی ہوئی ہے اور اس کی مکمل تردید، مفصل تردید اور مدلل تردید اپنی کتاب "فتنہ انکار قرآن حصہ دوم" میں لکھی ہوئی ہے۔ ہو کوئی امام زہری کا پیروکار، ہو کوئی امام بخاری کا پرستار، میری اس تردید کا رد لا کر

دکھائے۔ تو جناب قارئین اس حدیث میں بھی امام زہری اپنی زہر پاشی بزبان عائشہ عربوں کے اوپر کر رہا ہے۔ مجھے عربوں سے نسلی حساب سے کوئی ہمدردی نہیں ہے کہ وہ کیا ہیں کیا نہیں ہیں؟ مجھے قارئین کے ذہن اس طرف مبذول کرانے ہیں کہ یہ حدیث ساز لوگ جب عربوں کی ظالمانہ بربریت ثابت کرنا چاہتے ہیں تو ان کیلئے لکھتے ہیں کہ وہ اپنی عورتوں کو نکاح میں کسی کے نیچے دینے کو عار سمجھتے تھے اور کسی کو بیاہ کر دینے کی بجائے زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے لیکن یہی حدیث ساز لوگ جب عربوں کی دوسری طرح ہجو کرنے پر آتے ہیں تو اپنی پہلی لکھی ہوئی باتوں کو بھول کر خود ان باتوں کے رد میں حدیثیں بناتے ہیں کہ ان کے مرد اپنی بیویوں کو بیچ ڈلواتے تھے اور اس عمل کا نام بھی انہوں نے نکاح استبضاع رکھا ہوا تھا۔

جناب قارئین ان حدیث ساز اماموں کی روایات کا تضاد ہی ثابت کر رہا ہے کہ یہ قرآن دشمن لوگ، یہ اسلام دشمن لوگ، عرب دشمن لوگ شکست فارس کی آگ میں جل بھن رہے ہیں۔ آگے امام زہری نکاح کی تیسری قسم بتاتے ہیں کہ **يجتمع الرهط مادون العشرة فيدخلون على المرأة كلهم يصيبها فاذا حملت ووضعت ومر عليها ليالي بعد ان تضع حملها ارسلت اليهم فلم يستطع رجل منهم ان يمتنع حتى يجتمعوا عندها تقول لهم قد عرفتم الذي كان من امركم قد ولدت فهو ابنك يا فلان** یعنی دس سے کم لوگ ایک ساتھ کسی عورت کے پاس جاتے تھے اور وہ سارے اس کے ساتھ صحبت کرتے تھے، جب عورت ان سے حاملہ ہوتی تھی اور جب وضع حمل بھی ہو جاتا تھا تو بچہ جننے کے کچھ راتوں بعد وہ اس کے پاس جماع کیلئے آئے ہوئے مردوں کو بلاتی تھی اور کسی کی مجال نہ ہوتی تھی کہ بلاوے پر آنے سے انکار کرے۔ جب سارے اکٹھے ہوتے تو انہیں کہتی تھی کہ جو کچھ ہوا تھا وہ تو تم جانتے ہو پھر میں یہ بچہ جنے بیٹھی ہوں سوائے فلاں یہ بچہ تجھ سے ہے، جاؤ جو چاہو اس کا نام رکھو، پھر بچہ اس کے حوالے کر دیتی تھی اور انکار کی مجال نہ ہوتی تھی۔

تبصرہ

جناب قارئین کوئی بتائے اس کہانی کو جو نکاح کا نام دیا گیا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نکاح کا نقطہ آغاز کس ٹائم سے شروع سمجھا جائے؟ اس امامی رام کہانی میں آٹھ نو آدمی ایک ہی وقت میں ایک عورت کے پاس جاتے ہیں اور سب یکے بعد دیگرے ایک ہی مجلس میں فعل مخصوص کرتے ہیں، بعد میں حمل ہوتا ہے۔ آپ نے کہانی میں پڑھا کہ وضع حمل کی کچھ راتوں بعد وہ عورت اس کے پاس آئے ہوئے سب مردوں کو بلا کر حکم دیتی ہے کہ اے فلاں یہ تیرا بچہ ہے اور مردوں کو اس کے سامنے انکار کی مجال نہیں ہوتی۔ جناب قارئین آپ سب اہل مطالعہ نے یہ ضرور پڑھا یا سنا ہوگا کہ اسلام کے آنے سے پہلے معاشرہ میں عورت بہت مظلوم تھی اور معاشرہ میں مردوں کی حاکمیت اور فوقیت ہوتی تھی۔ اب جب حدیث ساز اماموں کو شکست فارس کی یاد ستاتی ہے تو عورتوں کو اس عرب معاشرہ میں مردوں پر مکمل حکمران کر کے دکھاتے ہیں جن مردوں کیلئے یہ حدیثیں بنا کر آئے ہیں کہ عرب مرد عورتوں کو زندہ قبروں میں گاڑتے تھے اور اہم سوال یہ ہے کہ اس کہانی ساز بنام حدیث امام زہری نے نکاح کی چار قسموں میں سے اسے تیسری قسم قرار دیا ہے۔ تو یہاں کہانی کے اندر نکاح کا تو کہیں بھی ذکر نہیں گزرا۔ اگر کوئی شیخ الحدیث صاحب یہ فرمائے کہ نکاح اس صورت میں جب بنتا ہے جب عورت نے بچہ جننے کے بعد جس بھی مرد کو حکم دیا ہے کہ یہ بچہ تیرا ہے تو اس کو نکاح شمار کیا گیا ہے تو اس طرح سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس امامی کہانی میں تو یہ دکھایا گیا ہے کہ اکیلی عورت ان سب آٹھ، نو مردوں پر حاکمانہ فوقیت رکھتی تھی تو گویا کہ اس دور کے مرد اتنے تو محکوم اور زیردست تھے کہ عورت ان کی رضامندی پوچھے بغیر حکم صادر فرماتی تھی کہ تو شوہر ہے، یہ بچہ تجھ سے ہے اور وہ مرد انکار کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا اور یہ کیسا نکاح کہا جائے گا کہ پہلے جماع بعد میں اولاد پھر اس کے بعد نکاح۔ تو قبل اسلام عورتوں کی مردوں پر اتنی حاکمیت تو خود ان حدیث سازوں کی روایات کے ہی خلاف ہے اور آٹھ نو مردوں میں سے ایک کا انتخاب بھی تو بچہ پالنے کیلئے حدیث میں دکھایا گیا ہے۔ آگے تو ہر کو جو بیوی کے

ساتھ رفاقت رہتی ہے، حدیث میں اس کا بھی ذکر نہیں تو یہ نکاح تو نہ ہوا یہ من گھڑت قصہ تو صرف عربوں کو گالی دینے اور تبرا کرنے کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

آگے اس امامی حدیث میں ہے کہ **ونكاح الرابع يجتمع الناس الكثير فيدخلون على لمرأة لا تمتنع ممن جاء ها وهن البغايا كن ينصبن على ابوابهن رأيات علماء فمن ارادهن دخل عليهن فاذا احملت احداهن ووضعت حملها اجمعوا لها ودعوا لهم القافه ثم الحقوا ولدها بالذى يرون فالتاط به ودعى ابنه لا تمتنع من ذالك فلما بعث محمد ﷺ بالحق هدم النكاح الجاهلية كله الانكاح الناس اليوم** (خلاصہ چوتھی قسم)

یعنی کئی سارے لوگ اکٹھے ہوتے تھے ایک عورت کے پاس جو منع نہیں کرتی تھی کسی آنے والے کو اور یہ طوائف ہوتی تھیں اور ان کے دروازوں پر علم نصب کیے ہوئے ہوتے تھے کہ کوئی بھی ان کے ہاں جانا چاہے داخل ہو جائے، جب ایسی عورتوں میں کسی کو حمل ہوتا تھا تو وضع حمل کے بعد اس کے پاس آنے والوں کو اکٹھا کیا جاتا تھا اور کسی قیافہ شناس آدمی کو بلا کر اس سے شناخت کرائی جاتی تھی اور جس سے وہ مشابہت ثابت کرتا تو وہ بچہ اس کے حوالے کیا جاتا تھا اور آگے اس کا بیٹا بولا جاتا تھا جس سے وہ انکار بھی نہ کرتا تھا، اس کے بعد محمد رسول اللہ کو نبوت حقہ ملی تو انہوں نے جاہلیہ کے سارے نکاح منہدم کر دیے سوائے آج والے لوگوں میں مروج نکاح کے (خلاصہ ختم)

تبصرہ

جناب قارئین امام زہری کی اس حدیث میں نکاح کی چوتھی قسم آپ نے پڑھی۔
میں پریشان ہوں کہ ان حدیث ساز اماموں کے بیان ان کی دوسری روایات کی کتابوں میں میں نے تو نکاح کی پانچویں قسم بنام نکاح المتعہ بھی پڑھی ہے۔ امام زہری خبر نہیں کہ اسے یہاں کیوں نہیں لائے؟ اگر لے آتے تو کم از کم چار اور پانچ کا عددی تضاد تو ثابت نہ ہوتا جو

یہاں حدیث کو کمزور کر رہا ہے۔ اس حدیث میں عجیب بات نظر آئی کہ امام زہری اس چوتھی قسم کے نکاح میں جب یہ بھی لکھ رہا ہے کہ یہ طوائف عورتیں ہر آنے جانے والے کی سہولت کیلئے دروازوں پر علم نصب کیے بیٹھتی تھیں۔ یہ اتنی بات لکھنے کے بعد بھی انہیں ملنے والوں کے ساتھ ایسے ملاپ کو نکاح سے شمار کر رہا ہے۔ میں ایسے امامی کلچر پر کوئی تبصرہ نہیں کر سکتا البتہ حدیث کے آخری حصہ پر ضرور عرض کروں گا کہ جس میں فرمایا گیا ہے کہ جب محمد رسول اللہ کو حق کی نبوت ملی تو جاہلیہ کی ساری نکاح کی قسمیں ختم کی گئیں سوائے آج کے لوگوں میں مروج نکاح کے۔ جناب قارئین آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ قبل اسلام ان کے بقول چار قسم کے نکاح تھے جن میں تین قسم ختم کیے گئے جو باقی رکھا گیا تو ہے وہی زمانہ جاہلیت والا یعنی **لا نكاح الا بولی** کہ ولی وارث کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس کے معنی صاف صاف یہ ہوئے کہ قرآن کی اصلاحات کی تعمیل نبی نے بھی نہیں کرائی، نبی نے جاہلیت کے چار نکاحوں میں سے تین کو رد کیا باقی چوتھا آج کل والا پرانے حوالے سے چوتھی قسم نکاح کو جاری رکھا۔

جناب قارئین یہ ہے وہ حدیث جو تبرا کی کئی شقیں آپ کو دکھا گئی، ایک تو دور نبوت کے سارے لوگ ان فاحش قسم کے جاہلیت والے نکاحوں کی پیداوار ہیں، دوسرا یہ کہ قرآنی اصلاحات پر محمد رسول اللہ نے عمل نہیں کیا، جاہلیت والے چار نکاحوں میں سے ایک کو بحال رکھا، قرآن کے حکم کہ عورتوں کو جبر سے اپنے ولی ہونے کے ناطے وارث یا مرد ہونے کے ناطے فیصلے نہ منواؤ (4.19) رسول اللہ نے قرآن کے اس واضح حکم کے خلاف زمانہ جاہلیت کی ریت کہ **لا نكاح الا بولی** قرآن کو چھوڑ کر اسے بحال کیا۔ یہ سب حدیثی اور بخاری کے ترجمۃ الباب والی فقہی رائے کہ ولی کے سوا نکاح نہیں ہو سکتا، سب جھوٹ ہیں۔ یہ خلاف قرآن ہونے کے ناطے غلط ہیں۔ رسول اللہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن نے باقاعدہ رسول اللہ کو حکم دیا ہوا ہے کہ **فذكر بالقرآن من يخاف وعيد** (50.45) یعنی جسے اللہ کی وعید کا کوئی پاس ہو تو اسے قرآن سے قوانین سناؤ۔ تو رسول اللہ ہرگز قرآن کو چھوڑ کر زمانہ جاہلیت کے رواجوں پر نہیں چل سکتے۔ میں اس مضمون یعنی

کتاب تفہیم اسلام کے مصنف مسعود احمد کی حدیث کی حجت ہونے پر دلیل نمبر دوئم کے جواب میں قارئین حضرات کی قرآن حکیم کی دو آیتوں کی طرف توجہ مبذول کراؤں گا۔ وہ یہ ہیں کہ **كذلك نفصل الأيت لقوم يتفكرون** (10.24) **كذلك نفصل الأيت لقوم يعقلون** (30.28) یعنی اللہ کا فرمان ہے کہ ہم نے جو آیات کی تفصیل کی ہوئی ہے وہ ایسی ہے کہ اسے سمجھنے کیلئے آپ کو بھی غور و فکر کرنا ہوگا، آپ کو بھی اپنی عقل سے کام لینا ہوگا آپ جب کچھ عقل سے کام لیں گے تو قرآن فہمی میں کہیں بھی کوئی پریشانی اٹھانی نہیں ہوگی اس لئے آپ کچھ تو غور کریں۔

مسعود احمد صاحب کی دلیل سوئم برائے حجیت حدیث

رسول صاحب وحی ہوتا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ اس کی حدیث وحی الٰہی ہوتی ہے لہذا آیت زیر بحث کی رو سے اس کا اتباع لازمی ہے اور اس طرح ہم کس قسم کے شرک میں مبتلا نہیں ہوتے۔

تبصرہ

جناب قارئین کتاب تفہیم اسلام کے مصنف مسعود احمد صاحب نے دلیل برائے حجیت حدیث کے تیسرے نمبر دلیل میں مکمل عبارت تو کچھ لمبی لکھی ہے لیکن اس تیسرے دلیل کی بنیاد کے طور پر اوپر کی عبارت لکھی گئی ہے۔ سو ہم پہلے بنیاد پر تبصرہ کریں گے، اگر وہ بنیاد تبصرہ کے بعد بھی سلامت رہی تو اگلی عبارت پر کچھ لکھنا پڑے گا اگر ہمارے تبصرہ سے یہ بنیاد سلامت نہ رہی تو خس کم جہاں پاک۔

جناب قارئین آپ غور سے تکرار سے جناب مسعود احمد صاحب کی دلیل سوئم کی بنیاد کو پڑھیں جس میں وہ لکھتا ہے کہ رسول صاحب وحی ہوتا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ اس کی حدیث وحی الٰہی ہوتی ہے۔ دیکھا جناب انداز استدلال! کیا تو تک ہے، کیا تو منطق ہے، مسعود احمد صاحب ایسے سمجھتا ہے جیسے سارا جہان اس کے ذہن کے تابع ہے۔ مجھے ایسے لگتا ہے کہ شاید سابق صدر پاکستان ضیاء الحق صاحب اور مسعود احمد صاحب کسی ایک ہی استاد کے

ہاں پڑھے ہیں۔ اس نے بھی ریفرنڈم کراتے وقت اس منطق اور لاجک کے نمونہ سے فرمایا تھا کہ اگر پاکستان کے عوام اللہ اور رسول کو مانتے ہیں تو میں تمہارا صدر ہوں۔ بہرحال فاضل مصنف مسعود احمد صاحب کے استدلال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر رسول صاحب وحی ہے تو پھر حدیثیں بھی وحی الٰہی ہوتی ہیں۔ سو اس بات کا فیصلہ سب سے بڑے جج کتاب قرآن حکیم سے ہی کرانا بہتر رہے گا۔ اچھا ہم پہنچے قرآن کے حضور میں اور فریاد پیش کی تو قرآن نے فرمایا کہ تم حدیثوں کی کون سی کتابوں کا پوچھ رہے ہو؟ حدیثوں کی کتاب تو میں قرآن ہوں، **الله نزل احسن الحديث كتابا** (39.23) اللہ نے تو نہایت حسین ترین حدیثوں والی کتاب، قرآن کو نازل کیا ہے۔ ان لوگوں نے حدیثوں کے نام سے قرآن کا مقابلہ کرنے کیلئے جھوٹی باتیں گھڑ کر انہیں حدیثوں کا نام دیا ہے، دنیا بھر کے لوگو! سنو ان کی نام نہاد غیر متلو اور وحی خفی نامی حدیثوں کا پتہ ابھی پڑتا ہے۔ اس کیلئے یاد رکھو کہ وحی خداوندی والی حدیث بے مثال لاجواب ہوتی ہے۔ آؤ ان کی بزوجری حدیثوں کو چیک کرتے ہیں کہ یہ کس شان کی ہیں۔ وحی جلی اور وحی متلو میں اعلان کیا گیا ہے **واذكر في الكتب ابرهيم انه كان صديقا نبيا** (19.41) یعنی قرآن میں ابراہیم کی شان کا مذاکرہ کرو کہ وہ سچا نبی تھا۔ اب اس کے بعد جناب مسعود احمد فاضل مصنف کتاب تفہیم اسلام کی وحی خفی میں اور مولانا جسٹس محمد تقی مصنف کتاب حجیت حدیث، کی وحی غیر متلو کی کتاب بخاری کی کتاب النکاح کے باب نمبر 42 بنام اتخاذ السراری۔۔۔۔۔ میں حدیث نمبر 75 ہے کہ **لم يكذب ابراهيم الا ثلاث كذبات** یعنی ابراہیم نے صرف تین جھوٹ بولے ہیں اس سے زائد نہیں۔ کیا اب ہم سوال پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ سورۃ مریم میں جو اللہ نے اپنے آخری رسول سے قرآن کے حوالے سے وحی متلو کے حوالے سے وحی جلی کے حوالے سے اعلان کروایا کہ ابراہیم سچے نبی تھے تو اس وحی متلو اور وحی جلی کی وحی غیر متلو اور وحی خفی نے یہ شرح اور تفسیر فرمائی کہ ابراہیم نے صرف تین جھوٹ بولے۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

جناب مسعود احمد صاحب تمہاری وحی خفی اور وحی غیر متلو جو قرآن حکیم کی وحی جلی اور متلو آیات کی تشریح اور تفسیر کرتی ہے اس کی ایک اور بھی مثال سنیں۔ قرآن اُن لوگوں سے احتساب خداوندی کا ذکر کر رہا ہے جو قرآن کے خلاف نظام والی سلطنت میں سکوں کے ساتھ رہے، نہ وہاں قرآنی نظام کیلئے کام کیا نہ ہی کسی ایسی جگہ گئے جہاں ایسا انقلاب لانا نسبتاً آسان ہو تو ان سے جو ملائکہ کا سوال جواب قرآن بتاتا ہے کہ اللہ کے ملائک اُن سے سوال کریں گے کہ **فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعة فتھاجروا فیھا فاولئک ماؤھم جھنم وساءَ ت مصیرا** (4.97) یعنی تم اپنی رہائش گاہوں پر غیر خداوندی نظام کے ماتحت چپ چاپ کیوں راضی خوشی بیٹھے رہے، تو وہ لوگ کہیں گے کہ ہم کمزور لوگ تھے زمین پر اس لئے کچھ نہیں کر سکتے تھے تو ملائکہ انہیں پھر کہیں گے کہ کیا اللہ کی دھرتی کشادہ نہیں تھی کہ تم کسی اور مناسب جگہ ہجرت کر جاتے اور وہاں جا کر قرآنی منشور کیلئے کام کرتے۔ پھر ایسے نکھٹو اور نکمے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

جناب قارئین اب آئیں مصنف کتاب ''حجیت حدیث'' جناب جسٹس تقی عثمانی کی وحی غیر متلو کی اس مسئلہ پر تفسیر پڑھیں اور فاضل مصنف کتاب ''تفہیم اسلام'' کی وحی خفی کی وہ تفسیر بھی پڑھیں جس کیلئے وہ لکھتے ہیں کہ قرآن بغیر حدیث کے نہ سمجھ میں آ سکتا ہے نہ ہی اس پر بغیر حدیث کے عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ قرآن مبہم اور اجمالی کتاب ہے، حدیث اس کی تفسیر کرتی ہے۔ تو دیکھیں وہ وحی خفی، امام بخاری کی کتاب بخاری کے اندر کتاب الجہاد والسیر میں ایک باب ہے **لا ھجرة بعد الفتح** کے نام سے، باب کا نمبر ہے 237 اس باب میں کل تین حدیثیں لائی گئی ہیں، پہلی حدیث میں ہے کہ **قال النبی ﷺ یوم فتح مکہ لا ھجرة بعد فتح مکہ ولا کن جھاد ونیة واذا استنفرتم فانفروا** یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم، اب جو بھی کوئی کہیں جائے گا تو اس کا وہاں جانا ہجرت کے نام سے نہ ہوگا بلکہ اسے نیت خیر سے جانے والا کہا جائے گا یا جہاد کیلئے

جانے والا کہا جائے گا اور اگر کسی کو کوئی تنگ کرے تو وہاں سے مفرور ہو کر کہیں چلے جاؤ۔ دوسری حدیث ہے کہ مجاشع اپنے بھائی مجالد بن مسعود کو نبی ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور عرض کی کہ یہ مجالد حاضر ہوا ہے کہ آپ سے ہجرت کیلئے بیعت کرے، تو رسول کریم نے جواب میں فرمایا کہ **لا ھجرة بعد فتح مکة ولا کن ابایعة علی الاسلام** یعنی مکہ کے فتح ہونے کے بعد ہجرت تو اب رہی نہیں، ہاں البتہ اس سے اب اسلام کی بیعت لے رہا ہوں۔ اب اس حدیث پر کیا تبصرہ کروں چلتے ہیں تیسری حدیث وحی خفی نمبر 3 کی طرف۔ یہ بی بی عائشہ کے نام سے گھڑی ہوئی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ **اما انقطعت الھجرة مند فتح اللہ علی نبیہ ﷺ مکہ** یعنی ہجرت اس وقت سے منقطع کی گئی ہے جب سے اللہ نے اپنے نبی کو مکہ پر فتح دی۔ جناب قارئین میری عاجزانہ عرض ہے کہ ایک دفعہ پھر سے اوپر کی آیت کو دیکھیں جس کا نہایت واضح اور کھلا ہوا مقصد ہے کہ قرآن والوں کو قیامت تک **یوم یقوم الناس لرب العلمین** ربوبیت عالمین کے واسطے ہر دور میں ہر پیریڈ میں چوکس رہنا ہے۔ کیونکہ اس سے دو عدد آیتیں پہلے میں فرمایا کہ **وفضل اللہ المجھدین علی القٰعدین اجرا عظیما** (4.95) یعنی اللہ نے گھروں میں بیٹھے ہوئے نکمے لوگوں کے اوپر جہاد کرنے والوں کو بڑا اجر عطا فرمایا ہے اور بڑی فضیلت عطا کی ہے۔ تو اس آیت میں تو اس عظیم مقصد کیلئے وطن اور گھر کو خیر باد نہ کرنے والوں کیلئے بڑی وعید سنائی ہے کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے

جناب قارئین ان آیات میں کون سا ابہام تھا یا اجمال تھا یا اگر ان کی وحی غیر متلو اور خفی نے مسئلہ سے متعلق اگر جو بات کی ہے وہ تو تفسیر اور تشریح کی بجائے ان آیات کی تردید کرتی ہے کہ ہجرت بند کی گئی۔ میرے خیال میں معزز قارئین شروع میں لکھی ہوئی جنگل کی حویلی کی فلاسفی پر غور فرمائیں تو وحی خفی اور وحی غیر متلو کے مراکز آسانی سے معلوم ہو جائیں گے اور یہ مراکز شروع سے جاری کردہ ہیں۔ برطانیہ کا تو آپ حویلی کے مضمون میں پڑھ آئے ہیں۔

صدر ایوب کا دور اقتدار تھا، ان دنوں ہنو عاقل کا ایک شخص امریکہ میں کسی جگہ

انجینئر لگا ہوا تھا، اس نے اپنے امریکن باس سے اپنے ملک پاکستان آنے کیلئے مہینہ سوا کی چھٹی طلب کی تو اس کے باس نے کہا کہ یہ کام کے دن ہیں اتنی لمبی چھٹی کیوں لے رہے ہو؟ تو سندھی انجینئر نے کہا کہ سر یہ ابھی آنے والا مہینہ چاند کے حساب سے رمضان کا مہینہ ہے، ہم مسلمان اس مہینے میں روزے رکھتے ہیں، نماز عشاء کے بعد نماز تراویح باجماعت پڑھتے ہیں جن میں ختم قرآن سننے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ تو اس کے باس نے کہا کہ اس کے سوا اور کوئی کام؟ تو اس نے کہا، بس صرف اس لئے چھٹی لے رہا ہوں۔ تو اس کے باس نے کہا کہ اگر تیرا یہ کام یہاں اسی طرح ہو جائے جس طرح آپ کے ملک میں ہوتا ہے تو پھر؟ تو سندھی انجینئر نے جواب میں کہا کہ سر پھر چھٹی نہیں لوں گا۔ تو امریکن باس کچھ وقفہ بعد اسے اپنی گاڑی میں بٹھا کر کہیں لے گیا کچھ فاصلے کے بعد ایک مختصر ویرانے کے بعد ایک بڑا کمپلیکس آیا، باہر گاڑی چھوڑ کر یہ اندر گئے، وہاں اس پاکستانی نے دیکھا کہ ایک بہترین مسجد ہے اور اس کے ارد گرد میں ایک دار العلوم ہے، وہاں کے سارے لوگ اسلامی لباس میں جبہ دستار جیب میں پیلو کا مسواک اور دار العلوم کے کمروں میں استاد شاگردوں کو عربی فقہ و حدیث کی کتابیں پڑھا رہے ہیں۔ مجھے میرے باس نے اس کی مختصر سیر کرائی، پھر وہاں کے کسی منتظم سے ملا اور اسے کہا کہ ہماری فرم کا مسلمان ملازم ہے، یہ رمضان کے مہینہ ہر روز شام کو یہاں آیا کرے گا اور عبادت میں آپ کے ساتھ شرکت کرے گا اور صبح کو ہمارے ہاں ڈیوٹی پر واپس آتا رہے گا۔ اس اجازت کے بعد ہم واپس اپنی جگہ آ گئے پھر رمضان کے مہینہ شروع ہوتے ہی میں ہر روز شام کو اس مخصوص جگہ جاتا تھا وہاں نماز باجماعت اور تراویح کے علاوہ تلاوت قرآن پاک بھی جی بھر کر کرتا رہا، سحری اور افطاری کا مکمل انتظام ہوتا تھا۔ بالآخر پورا مہینہ گزر گیا۔ ڈیوٹی پر رمضان کے بعد میرے باس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا خبر آپ کی عبادت اور روزے کیسے ہوئے؟ تو میں نے اسے جواب دیا کہ سر پاکستان سے بھی بہت بہتر طریق پر ہوئے، آپ کی بڑی مہربانی۔ تو اس نے پوچھا کہ اس دار العلوم کے لوگ کیسے لگے؟ تو میں نے کہا بڑے نیک عالم فاضل اور اللہ والے لوگ تھے۔ تو میرے باس نے کہا کہ یہ

ادارہ ان لوگوں کی ٹریننگ کیلئے ہے، یہ سارے لوگ کرسچن ہیں، یہ ہماری سی آئی ڈی ڈپارٹمنٹ کی طرف سے لوگ تیار ہو کر مسلم آبادیوں والے ملکوں میں بھیجے جاتے ہیں اور ان کو وہاں اسلام سکھاتے ہیں، ان کے امام قاضی مفتی بن کر وہاں رہتے ہیں۔

بہر حال ان حوالوں کے باوجود میں قارئین کی مزید تسلی کیلئے وحی غیر متلو اور وحی خفی کی زیادہ معتبر کتاب بخاری کی کتاب تفسیر میں سے سورۃ مائدہ کے حوالے سے ایک حدیث خدمت میں پیش کروں گا۔ باب کا نمبر ہے 673 اور حدیث کا نمبر 1737، اس روایت میں حدیث ساز، رسول اکرم کا ایک وعظ نقل کرتے ہیں۔ اس کا ایک حصہ یہ ہے کہ **الا وانہ یجاء برجال من امتی فیؤخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثو بعدك فاقول ماقال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب عیھم فیقال ان ھو، لا، لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم** یعنی خبردار (قیامت کے دن) میری امت سے کچھ لوگ پکڑے جائیں گے اور وہ دوزخی ہوں گے، پھر میں وہاں عرض کروں گا کہ اے میرے رب! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ پھر مجھے جواب دیا جائے گا کہ تجھے کیا پتہ کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا تھا۔ پھر میں عبد الصالح (عیسیٰ) کی طرح کہوں گا کہ میں ان کا نگران تھا، اس وقت تک جب تک ان میں موجود تھا جب تو نے مجھے وفات دی تو اس کے بعد تو ہی ان کا نگران تھا، پھر کہا جائے گا یہ لوگ ہمیشہ مرتد رہے ہیں دور جہالت کی طرح، جب سے تو ان سے جدا ہو گیا تھا۔

جناب قارئین یہ ہے وحی غیر متلو، یہ ہے وحی خفی۔ اب آئیں کہ وحی جلی اور وحی متلو سے اصحاب رسول کی شان معلوم کریں۔ قرآن کا اعلان ہے کہ اے دنیا بھر کے لوگو، سن لو **فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** (2.137) اگر کوئی سے

بھی لوگ تم اصحاب رسول کی طرح کا ایمان لائیں گے تو وہ ہدایت والے لوگ ہوں گے اور اگر وہ تم اصحاب رسول کے سے ایمان سے منہ موڑ لیں گے تو وہ پھر بدبختی اور شقاق میں رہیں گے، پھر ان کی شرارتوں کے دفاع کیلئے اللہ ہی کافی ہے وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

جناب قارئین اس آیت میں اللہ نے اصحاب رسول کے ایمان کو کسوٹی کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ اگر کوئی اوپر کی نام نہاد وحی خفی والی فارسیوں کی من گھڑت حدیث کو قبول کرے گا تو پھر گویا کہ اس نے اللہ کی کسوٹی کو جھٹلا دیا۔ اگر تفہیم اسلام کتاب کے مصنف مسعود احمد بی ایس سی کے گروہ سے اس کا کوئی ہمنوا یہ فرمائے کہ بخاری کی وحی خفی اور وحی غیر متلو میں وفات رسول کے بعد اس کے صحابہ کے مرتد ہو جانے کی بات ہے اور قرآن کے وحی متلو اور جلی میں اصحاب رسول کی یہ تعریف نزول قرآن کے دنوں کی ہے یعنی وہ زمانہ حیات رسول کی بات ہے اور وحی خفی بخاری میں جو بات کی گئی ہے وہ وفات رسول کے بعد کی ہے، سو اس میں دونوں قسم کی وحی کے اندر تضاد نہیں رہا اور وحی خفی اپنی جگہ پر سچی ہوئی۔

جناب قارئین! ان ڈھکوسلوں کے رد کیلئے وحی خفی غیر متلو اور وحی خفی کی من گھڑت امام شافعی کی ایجاد کردہ اصطلاح کے رد کیلئے وحی متلو یعنی قرآن پھر اصحاب رسول کے دفاع کیلئے میدان میں آتا ہے، رد ہیں کے وہیں اگلی آیت میں فرماتا ہے کہ میرے رسول کے اصحاب کیلئے وفات رسول کے بعد مرتد بن جانے کی حدیثیں بنانے والو **صبغة اللہ ومن احسن من اللہ صبغة** (2,38) ان اصحاب رسول پر تو اللہ کا رنگ چڑھا ہوا ہے ان کا ایمان تو اللہ کے نورانی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے **ومن احسن من اللہ صبغة** اللہ کی رنگائی کے مقابلہ میں اور کون بہتر رنگ چڑھا سکتا ہے۔ سو، اے اصحاب محمد! تم اعلان کردو کہ **ونحن له عابدون** یعنی ہم تو اس اللہ کی وحی متلو اور وحی جلی کے احکام اور امر کی اطاعت کرنے والے ہیں، تو جان لو دنیا والو! قرآن کا رنگ کوئی کچا نہیں ہوتا۔

بخدمت جناب اہل حدیث حضرات و جماعت المسلمین کے ارکان اور وحی غیر متلو اور وحی خفی کے پیروکارو! اصحاب رسول کو بعد وفات رسول مرتد قرار دینے کی حدیث امام

بخاری نے صرف یہاں کتاب التفسیر میں ہی نہیں لائی بلکہ کتاب الفتن میں تو اپنی اندر کی بھڑاس نکالنے کیلئے تبرا کے وہ ڈائیلاگ بھی لایا ہے جو بھنگ چرس پینے کے بعد تبرا کرنے والے بھی ادا کرتے ہیں تو حوالہ سمجھیں کہ کتاب الفتن کے پہلے باب میں کل تین حدیثیں لکھی ہیں، ان تینوں روایتوں کا بھی ایک ہی موضوع ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ حوض کوثر پر بیٹھوں گا تا کہ اپنے پاس آنے والوں کو اس حوض کا آب حیات پلاؤں۔ پھر تینوں روایتوں میں ہے کہ میرے سامنے میرے اصحاب آئیں گے تو انہیں ملائک پکڑ کر واپس گھسیٹ کر لے جائیں گے، میں احتجاج کروں گا کہ اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں، تو مجھے کہا جائے گا کہ **لا تدری مشوا علی القھقری** دوسری حدیث میں کہ **لا تدری ما احدثوا بعدك** تیسری حدیث میں ہے کہ **لا تدری ما بدلوا بعدك** یعنی آپ نہیں جانتے کہ یہ واپس زمانہ جاہلیت کی طرف چلے گئے تھے اور آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد نئے فتنے کئے اور آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد کیا تبدیلیاں لائیں۔ جناب قارئین روایت گھڑنے والا تیسری حدیث میں لکھتا ہے کہ پھر رسول ان کیلئے فرمائیں گے کہ **سحقا سحقا لمن بدل بعدی** یعنی تباہ و برباد ہو وہ جس نے میرے بعد تبدیلی لائی۔ جناب قارئین میرے پاس موجود اردو ترجمہ والی بخاری مطبوعہ دینی کتب خانہ اردو بازار کے مترجمین نے **سحقا سحقا لمن بدل بعدی** کا ترجمہ لکھا ہے لعنت لعنت جس نے میرے بعد بدل دیا۔

جناب معزز قارئین میں مزید کسی تنقید و تبصرہ کے آپ کی توجہ ایک تضاد کی طرف مبذول کراؤں گا وہ یہ کہ حدیث ساز اور حدیث باز علماء نے آخرت، قیامت کے علاقہ کی جو جغرافیہ سمجھایا ہے وہ یہ ہے کہ میدان قیامت اور جنت کے بیچ میں دوزخ ہوگا، اس کے اوپر پل صراط نامی ایک پل ہوگی جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگی، اس پل میں لوہے کی پکڑنے والی چلمیں ہوں گی کہ گنہگار آدمی انہیں عبور کرے گا تو اسے وہ لوہے کی پکڑیں پکڑ کر نیچے دوزخ میں پھینک دیں گی، البتہ جن کیلئے جنت کا فیصلہ ہو چکا ہوگا ان کیلئے وہ پل چوڑی

بھی ہو جائے گی اور وہ قربانی کے دنبوں پر سوار ہو کر فر فر کرتے ہوئے پار ہو جائیں گے، پھر جب وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو سامنے استقبالیہ کے پاس حوض کوثر ہوگا جس کا ذکر ابھی آپ نے حدیث میں پڑھا ہے کہ وہاں حضور اکرم کھڑے امت والوں کو حوض کوثر سے پیالے بھر بھر کر پلائیں گے۔ تو جناب قارئین اس حدیث میں امام بخاری اور اس کے حدیث ساز استادوں نے جی بھر کر اصحاب رسول کو مرتد کہا، ان پر معاذ اللہ لعنتیں بھیجیں اور بوجہ مرتد ہونے ان کیلئے دوزخ کا فیصلہ دیا اور جنت سے حوض کوثر سے محرومی کی حدیثیں گھڑ کر اپنے دل کو ٹھنڈا کیا تو بتایا جائے کہ مرتد آدمی ارتداد کی وجہ سے دوزخی بن گیا اور جنت اس پر حرام کی گئی تو اس نے پل صراط کیسے عبور کی؟ دوزخ کے ملائکوں کے حوالے کردہ یہ لوگ ان سے کیسے آنکھ چرا کر جنت تک پہنچ گئے اور جنت کے گیٹ پر متعین ملائکوں کے سامنے دوزخی آدمی کیسے اندر پہنچ کر رسول کے سامنے تک حوض پر جا پہنچے ہیں، ایک بھی نہیں بلکہ کئی سارے اصحاب، تو کیا دوزخ اور بہشت کے فرشتے نیند میں تھے؟ دوزخ کے ملائکوں کیلئے تو قرآن نے فرمایا کہ **علیها ملئكة غلاظ شداد لایعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یومرون** (66.6) یعنی جہنم کی ڈیوٹی پر غصیلے اور سخت قسم کے ملائک ہوں گے جو اللہ کے احکام کی کوئی بھی نافرمانی نہیں کریں گے اور حکموں کی نہایت پابندی سے تعمیل کرنے والے ہوں گے۔ دیکھا جناب قارئین کہ جھوٹ کی حدیثیں بنانے والے اصحاب رسول سے نفرت کی شدت میں اپنے پہلے والے جھوٹ بھی بھول گئے ہیں یعنی حدیثوں میں سے ٹکراؤ کو بھی نہیں نکال رہے۔ اس لئے تو اللہ نے فرمایا ہے کہ غیر اللہ کی باتوں میں اختلافات اور تضادات ہوتے ہیں۔ یہ جو حجیت حدیث کے حق میں تصنیفات فرمانے والے علماء حضرات ہیں، وہ حدیثوں کو بھی منجانب اللہ وحی کردہ شمار کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بقول ان کے یہ دو نمبر کی وحی ہے، جس کا نام انہوں نے وحی غیر متلو اور وحی خفی رکھا ہوا ہے؛ اس کے باوجود وحی کیلئے قرآن نے یہ نشانی بتائی کہ **لو كان من عند غير الله لوجدو فيه اختلافا كثيرا** (4.82) یعنی اللہ کی وحی میں اختلاف نہیں ہوتا، ہاں

اللہ کے سوا غیروں کے کلام تو تضادات سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو کتاب تفہیم اسلام کے فاضل مصنف مسعود احمد بی ایس سی نے حجیت حدیث کیلئے دیئے ہوئے دس دلائل میں سے دلیل سوم میں جو لکھا ہے کہ رسول اللہ کی حدیث وحی الٰہی ہوتی ہے، پھر یہاں اصحاب رسول کو مرتد قرار دینے والی بخاری کی حدیث وحی خفی میں رسول اللہ جنت کے اندر حوض کوثر پر دکھائے جاتے ہیں اور اصحاب رسول کو مرتد اور دوزخی قرار دینے کے بعد بھی اگر جنت میں حوض کوثر تک ان دوزخیوں کو پہنچاتے ہیں تو کوئی ثابت کر کے دکھائے کہ کسی کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اس آدمی کو جنت سے نکالا جائے گا، ثبوت لائیے؟ جناب قارئین میں آپ کو زحمت دوں گا کہ اس موضوع کی بخاری میں چار عدد حدیثیں ملاحظہ فرمائیں، ایک کتاب التفسیر میں سورۃ مائدہ کے حوالے سے اور تین عدد کتاب الفتن کے شروع میں بالترتیب۔ اب میں ان چاروں حدیثوں کے وہ ضروری الفاظ جو رسول اللہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں، وہ نمبر دے کر پھر لکھتا ہوں، اس کے بعد بتائیں کہ اللہ کی وحی (چاہے غیر متلو ہو خفی ہو) ایسی ہوتی ہے؟۔

حدیث نمبر 1۔ **الا وانه يجاء برجال من امتي فيوخذ بهم ذات الشمال فاقول يا رب اصيحابي فقال انك لا تدري ما احدثوا بعدك فاقول كما قال العبد الصالح وكنت عليهم شهيدا مادمت فيهم فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم فقال ان هوء لاء لم يزالوا مرتدين على اعقابهم منذ فارقتهم۔**

حدیث نمبر 2۔ **انا على حوض انتظر من يرد على فيوء خذ بناس من دوني فاقول امتي فيقول لا تدري مشوا على القهقرى**

حدیث نمبر 3۔ **انا فرطكم على الحوض ليرفعن الي رجال منكم حتى اذا اهويت لانا ولهم اختلجوا دوني فاقول الي ربي اصحابي يقول لا تدري ما احدثوا بعدك**

اس کے بعد حدیث نمبر 4 کا ضروری اور متعلقہ ٹکڑا یہ ہے کہ **لیرد علی اقوام اعرفهم ویعرفونی ثم بحال بینی وبینهم** تمام روایتوں کا ترجمہ تو پہلے میں کر چکا ہوں، چوتھی حدیث میں ہے کہ پانی پینے آئیں گی میرے پاس کئی قومیں، میں ان کو جانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے بیچ پردہ حائل کیا جائے گا۔

جناب قارئین اگر وحی خفی اور غیر متلو بھی اللہ کا کلام ہے تو اللہ سے ایسا دوغلہ پن نہیں ہوسکتا کہ وہ وحی جلی میں، وحی متلو میں سورۃ توبہ میں فرمائے کہ **والسبقون الاولون من المهجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنّٰت تجری من تحتها الانهر خلدین فیها ابدا ذلك الفوز العظیم** (9.100) یعنی اصحاب رسول میں شروع دور نبوت کے پہلے اور اول اصحاب مہاجرین میں سے انصار میں سے (یہ اصحاب تو کیا) ان کی تابعداری کرنے والے احسن طریق پر ان سب سے اللہ خوش ہے اور راضی ہے، ان سب کیلئے جنتیں تیار کی ہوئی ہیں جن کے باغات کے نیچے نہریں بہنے والی ہوں گی، یہ سب اس میں ہمیشہ ابدالآباد تک رہیں گے، یہی تو ان کی کامیابی ہے۔

اب قارئین محترم ان چار عدد حدیثوں پر بھی غور کریں جو وحی خفی اور غیر متلو ہے اور سورۃ توبہ کی اس آیت جس میں جملہ اصحاب رسول کیلئے دائمی، ابدی جنت کی سند دی گئی ہے، اس پر بھی غور کریں اور وحی خفی کے عربی متن اور عبارت پر بھی غور کریں، قرآن کی عربی مبین پر بھی غور کریں۔ کیا اللہ سے وحی خفی اور غیر متلو بھیجتے وقت عربی مبین والی زبان بھول جاتی ہے؟ (نعوذ باللہ) قرآن کے متن پر نظر ڈالیں، مفہوم پر غور کریں، نہ کوئی ابہام ہے نہ اجمال ہے نہ تضاد ہے جبکہ بخاری کی نام نہاد وحی خفی کی عبارت میں اصحاب رسول کو جنت میں سے اندر سے رسول کے سامنے سے پکڑ کر واپس جہنم کی طرف لیجایا جاتا ہے، کیا یہ ہے وہ وحی خفی جو سورۃ توبہ کی آیت وحی جلی اور وحی متلو کی تفسیر کرتی ہے اور وہ تفسیر بھی ایسی کہ وحی متلو فرمائے کہ اصحاب

رسول جنت میں بھی داخل ہوں گے اور وہاں **خالدین فیها ابدا** ہمیشہ ابد تک رہیں گے، تو فاضل مصنف تفہیم اسلام مسعود احمد صاحب کی وحی خفی فرمائے کہ نہیں نہیں، انہیں جنت کے اندر بھیجنے کے بعد حوض کوثر پر رسول اللہ تک پہنچنے کے بعد جنت سے بھی نکال کر واپس دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ جناب قارئین مسعود احمد بی ایس سی صاحب کی وحی خفی نے **خالدین فیها ابدا** کی یہ کیسی تفسیر کی ہے؟

اصل علم حدیث خود قرآن ہے، روایات گھڑنے والوں نے قرآن کا یہ نام چوری کیا ہے

میں نے اوپر عرض کیا کہ آئیں قرآن حکیم سے فیصلہ کرائیں کہ علم حدیث کیا ہے؟ کس کا ہے؟ تو آپ نے جناب قارئین قرآن کا جواب سنا اور پڑھا کہ علم الاحادیث کی کتاب اللہ کی نازل کردہ ہے اور اللہ نے یہ چیلنج کیا کہ **فبای حدیث بعد الله وایٰته یومنون** (45.6) دیکھا جناب قارئین! قرآن نے کیا بات کہہ دی، اس آیت میں اللہ نے لوگوں کو جیسا کہ جواب دے دیا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ان کے ہاں اقوال رسول کا نام علم الحدیث ہے، تو اس جواب پر بھی وحی متلو نے، وحی جلی نے اللہ نے بہت جلالی کے طریق پر فرمایا کہ اللہ کی حدیثوں اور آیتوں کے بعد کون سی اور حدیثیں ہوسکتی ہیں، کون سی آیتیں ہوسکتی ہیں جن پر یہ لوگ ایمان لاتے ہیں، اگر یہ لوگ قرآن حکیم کی ان تنبیہات کو نہیں سمجھ سکتے تو سو بات کی ایک بات وہ یہ کہ اللہ کے علم حدیث جیسا، اللہ کی حدیثوں جیسا کوئی مثل نہیں لاسکتا، نہیں بنا سکتا، کوئی مثل نہیں ہے۔ اس کے ثبوت کیلئے ملاحظہ فرمائیں، رسول اللہ کے زمانہ میں مخالفوں نے کہا **ام یقولون تقوله بل لا یؤمنون ○ فلیأتو بحدیث مثله ان کانوا صدقین** (52.33-34) یعنی دشمن کہتے تھے کہ قرآنی احادیث رسول خود اپنی طرف سے بنا کر پھر ہمیں بتاتا ہے کہ یہ اللہ کی حدیثیں ہیں، یہ اللہ کی کتاب قرآن ہے، سو اگر یہ بات ہے تو لا کر دکھاؤ قرآن کی حدیث کی طرح کی کوئی حدیث، لا کر دکھاؤ اللہ کی حدیث کی طرح کی کوئی حدیث۔ جناب قارئین یہ چیلنج دنیا بھر کو ہے، یہ چیلنج

صرف مخالفین رسول کو نہیں ہے، اس چیلنج میں دشمنوں کو اللہ کہہ رہا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ یہ قرآنی احادیث رسول خود بناتا ہے، تو سن لو، کسی میں دم ہے کہ اس طرح کی ایک بھی حدیث بنا کر دکھائے یعنی خود محمد سلام علیہ بھی اس طرح کی حدیث نہیں بنا سکتے، اس لئے سن لو کہ جس طرح اللہ کی ذات **لیس کمثلہ شیء** ہے، اسی طرح اس کا کلام، اس کی آیات، اس کی احادیث بھی **لیس کمثلہ شیء** کے مرتبے پر فائز ہیں۔

جناب قارئین آپ نے ابھی ملاحظہ فرمایا کہ سورۃ توبہ کی آیت نمبر 100 میں، قرآنی حدیث میں جملہ اصحاب رسول اور ان کے تابعین کیلئے بھی جنت میں جانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ تو اس کے مقابلہ میں یہ یزدجری فارسی اماموں کی وحی غیر متلو اور وحی خفی کی حدیثیں بھی آپ نے پڑھیں کہ یہ فارس کے حدیث ساز امام، اصحاب رسول کو جنت میں اندر پہنچنے کے بعد بھی اپنی حدیثوں کے ذریعے گھسیٹ کر انہوں نے دوزخ میں پہنچایا ہے، سو اللہ بھی ان دشمن اصحاب، حدیث ساز اماموں سے غافل نہیں ہے اس لیے رسول اللہ کو حکم دیا گیا ان سرمایہ داروں اور جاگیرداروں اور ان کے ایجنٹ لوگوں اور میرے درمیان سے پرے ہو جا، تو نے اپنی ابلاغ کی ڈیوٹی کا حق پورا کر دیا ہے، **انك لعلٰى خلق عظيم** اب میں جانوں اور یہ ربوبیت عالمین کے نظریہ کیلئے میری نازل کی ہوئی حدیثوں (قرآن) کے دشمن جانیں **فذرني ومن يكذب بهٰذا الحديث سنستدرجهم من حيث لا يعلمون** (68.44) تم مجھا کیلئے کو ان کے مقابلہ کیلئے چھوڑ دو، ان میں سے جن لوگوں نے قرآنی حدیث کے نظریہ ربوبیت (**ولا يستثنون** 68.18) یعنی اپنی کمائی سے (**سواء للسائلين**) محنت کشوں کو ان کا پورا حق نہ دینے والوں کو اور مجھے چھوڑ دو، میں اکیلا اللہ ان سے نمٹ لوں گا، ہاں یہ ایک تھوڑی سی بات ضرور ہے کہ کچھ مہلت دی گئی ہے **واملي لهم ان كيدي متين** (68.45) تھوڑی مہلت کا عرصہ گزرنے دو، جب تک میں اللہ ایسا دور لے آؤں کہ ہر ایک اپنی روزی کمانے کے ہنر میں خود کفیل ہو جائے، پھر دیکھنا یہ سرمایہ دار اور نکمے ان کو پھر بھیک مانگنے پر بھی کچھ نہیں ملے گا **فذرني ومن**

خلقت وحيدا() وجعلت له مالا ممدودا اے قرآن کے مخاطب، اے رسول مدثر، میں نے ان لوگوں کو جب پیدا کیا تو اس وقت بھی میرے ساتھ کوئی شریک نہ تھا، اس لیے تم غم نہ کرو، میں اکیلا ان سے نبٹ لوں گا، ان کی دولت اور ملکیت کے ذخائر بہت لمبے لمبے فاصلوں تک پھیل گئے ہیں **وبنين شهودا** اور پروڈکشن آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے پھر بھی ان کا پیٹ نہیں بھرتا، ہر وقت **هل من مزيد** ہور لا ہور لا لگی پڑی ہے۔

جناب قارئین میں نے تھوڑی سی طوالت معاشی فارمولے کے حوالے سے کی ہے یہ اس لئے کہ پورا قرآن ظالم اور مظلوم، استحصالی لوٹنے والوں اور مستضعفین لوٹے ہوئے کمزوروں کی جنگ کے پس منظر میں ساری بات کرتا ہے۔ اللہ نے اپنی بھیجی ہوئی کتاب کو حدیث کا نام دیا ہوا ہے، یہ بات اور یہ راز اور یہ نکتہ قرآنی نزول کے دور میں قیصر و کسریٰ کے سامراجی دانشوروں نے قرآن کو الٹرا ساؤنڈ کرتے وقت اچک لیا تھا۔ تو انہوں نے قیامت تک آنے والے لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے قرآن کا نام جو احسن الحدیث ہے، قرآن کا نام علم الحدیث چوری کر کے اپنی گھڑی ہوئی روایات پر رکھ دیا ہے اور پوری امت مسلمہ ان کے چکمہ میں ایسی پھنسی ہوئی ہے کہ قرآن کی اتنی ساری وارننگ کہ میری قرآنی حدیثوں کے ہوتے ہوئے اور کن حدیثوں پر ایمان لاؤ گے، آج پندرھویں صدی تک قرآن کو علم حدیث ماننے کی طرف متوجہ نہیں ہو سکی ہے۔

ایک دن میں ایک سادہ ان پڑھ دیہاتی کے ساتھ میں ٹیلی ویژن دیکھ رہا تھا۔ ٹی وی پر کسی آئل کمپنی کے گھی اور تیل کی ایڈورٹائزمنٹ اسکرین پر آئی تو اس دیہاتی نے بڑی سادگی سے اور وثوق سے کہا کہ اصلی گھی جو ہم گھر میں اپنی بھینس کا بناتے ہیں اس جیسا تو ان کا گھی ہو نہیں ہو سکتا اور اصلی کی تعریف کبھی بھی ٹی وی پر نہیں سنی، ٹی وی پر زیادہ جن چیزوں کا پروپیگنڈہ ہوتا ہے وہ اکثر و بیشتر ردی ہوتی ہیں۔ تو میں نے اس محترم سے کہا کہ اصلی چیز کی تعریف کیلئے ٹی وی والوں کو کوئی پیسے دے تو یہ بھی ان کی تعریف کریں، یہ تو ان کے ہیں جو ان کو کوئی پیسے دے گا۔ محترم قارئین اسی طرح اصل علم حدیث تو قرآن ہے اور ہم مولوی لوگ

تعریف کرتے ہیں جعلی اور جھوٹے فارس والوں کے علم حدیث کی جن میں رسول اللہ پر تبرا کی حدیثیں لکھی ہوئی ہیں، ازواج رسول پر تبرا کی حدیثیں لکھی ہوئی ہیں، اصحاب رسول پر تبرا کی حدیثیں لکھی ہوئی ہیں۔ اس کے باوجود ہم مولوی قرآنی حدیث کے عوض فارس والوں کی اور جنگل کی حویلی والوں کی احادیث کی ٹی وی کی طرح نقلی مال کی زیادہ ایڈورٹائزمنٹ کرتے ہیں۔ شاید ان کیلئے کوئی خفیہ ہاتھ مدد کرتا ہو، جو کہا جاتا ہے کہ ایسی چپ چاپ میں خیرات دو کہ ایک ہاتھ سے دو تو دوسرے ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو سکے۔

اس دلیل سوم میں فاضل مصنف مسعود احمد بی ایس سی صاحب سورۃ اعراف کی آیت نمبر 3 **اتبعوا ما انزل الیکم** ---سے فارس والوں کی وحی خفی کو وحی الٰہی قرار دے کر اپنے روایاتی علم کو واجب الاتباع قرار دیئے ہوئے ہیں، سو اس پر اب مزید لکھنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی کیونکہ قرآن اپنی احادیث کے سوا اور کسی بھی علم کیلئے فرما رہا ہے کہ **فبای حدیث بعدہ' یومنون** تو دلیل سوم کا قصہ ہی ختم

دلیل چہارم

کیا قرآن خود مکتفی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کو سمجھنے کیلئے لغت کی ضرورت ہے۔ (اس دلیل چہارم کی عبارت بھی حسب سابق لمبی ہے لیکن اگلی ساری بحث کا دارومدار جناب فاضل مصنف تفہیم اسلام نے اس ایک سطر پر رکھا ہے، پہلے بنیاد بعد میں فرع)

جناب قارئین مسعود احمد صاحب نے اس دلیل میں پہلے ایک سوال کیا ہے پھر اس کا جواب بھی خود اپنی طرف سے حوالہ کے بغیر دیا ہے، سو اس بنیادی سوال وجواب کی عبارت پر پہلے تبصرہ وتنقید حاضر خدمت ہے۔ سوال وجواب تو قارئین آپ نے پڑھا کہ کیا قرآن خود مکتفی ہے یعنی مسائل حیات کیلئے کفایت کرتا ہے؟ کیا دینی رہنمائی کے مسائل کیلئے کافی ہے؟ اس سوال کا جواب فاضل مصنف دیتے ہیں کہ ہرگز نہیں۔ جناب قارئین مصنف کے اس جواب والے جملہ ہرگز نہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب موصوف کو قرآن پر کوئی سخت غصہ ہے، قرآن میں جو ہے کہ **اولم یکفھم انا انزلنا الیک الکتب یتلی**

علیھم (29.51) یعنی اے رسول ان مخالفین قرآن سے پوچھو کہ کیا قرآن جو وحی متلو ہے، یہ ان کیلئے کافی نہیں ہے؟ ہم یہ کبھی بھی نہیں مانیں گے کہ مصنف مسعود احمد صاحب اس آیت سے ناواقف ہوں گے اور اس نے یہ آیت پڑھی ہی نہیں ہوگی۔ پھر اس کے بعد اس نے اپنے سوال میں بھی وہی عبارت لکھی ہے جو بعینہ اس آیت کے سوال میں اللہ پاک نے نازل فرمائی ہے تو گویا کہ مصنف مسعود احمد نے اس آیت کو مدنظر رکھ کر سوال بنایا ہے جو کہ اللہ نے اپنے نبی کو سکھایا ہے اور اسی آیت کے جواب اور رد میں مسعود احمد صاحب طیش میں آکر اللہ کو اور اللہ کے رسول کو کہتے ہیں کہ ہرگز کافی نہیں۔ تو جناب قارئین پہلے کی طرح میں پھر کہوں گا کہ مجھے کم سے کم اس سے بحث کرنا چاہیے جو قرآن کو کم سے کم مانتا تو ہو۔ ہمارے پاس تو قرآن ہی ہے جس پر ہمارا ایمان ہے، جو ہمارے دین کی بنیاد ہے۔ سو اگر کوئی اسے مانتا ہی نہیں کہ وہ کوئی کفایت کرتا ہے، ہماری حاجات دینی کیلئے کافی ہے، تو پھر اس سے بحث کا ہے کی۔ سو اگر جبری طور پر ہم مان لیں کہ یہ آیت مسعود احمد کے ذہن میں نہیں آئی ہوگی تو پھر اس صورت میں تو ہماری طرف جواب آگیا کہ مسعود احمد صاحب تو فرماتے ہیں کہ قرآن ہرگز کافی نہیں بلکہ اللہ اور اس کا رسول تو فرماتے ہیں کہ بالکل کافی ہے اب **فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر** (18.29) جو چاہے اللہ اور رسول کے کہے پر ایمان لے آئے اور جو چاہے نہ لائے۔ ہماری طرف سے تو مسعود احمد صاحب کے سوال کے جواب میں قرآن کی یہی آیت ہے کہ قرآن کافی ہے (29.51)

جناب مسعود احمد صاحب نے اپنی مختصر بنیاد کی ایک سطر والی عبارت میں جو یہ لکھا ہے کہ سمجھنے کیلئے لغت کی ضرورت ہے۔ ہم سردست جواب میں عرض کرتے ہیں کہ آپ جس کسی چیز کو بھی فہم قرآن کیلئے ضروری سمجھیں تو وہ اللہ نے خود یہ مسئلہ صاف کر دیا ہے کہ **انظر کیف نصرف الآیات لعلھم یفقھون** (6.65) یعنی جو علوم کے فنون آپ فہم قرآن کیلئے ضروری تصور کرتے ہیں، آپ ذرا آیات قرآن کی تلاش میں، مماثلت میں کچھ ورق گردانی کریں تو قرآن فرماتا ہے کہ اس تصریف آیات کے عمل سے **لعلھم**

یفقھون یعنی قرآنی فہم، قرآنی تفقہ حاصل ہو جائے گا۔ لغت کے فیصلے بھی قرآن میں ہیں، تو عربی مبین کے ڈائیلاگ بھی قرآن میں ہیں تو **کانکم تنطقون** کی تمثیلیں اور محاورے بھی قرآن میں ہیں۔ ذرا ایوان قرآن میں اندر تو آؤ **ولقد صرفنا فی ھذہ القران لیذکروا** (17.41) ہماری اسی کتاب کے اندر ہی تصریف کے عمل سے جو مذاکرہ اور تذکار کیا جائے گا تو ضرور گمشدہ چیز مل ہی جائے گی، البتہ یہ ضروری بات ہے کہ **ولقد صرفنا فی ھذہ القران من کل مثل** (17.89) یعنی ہم نے اس تصریف کی ٹیکنالوجی میں فہم قرآن کیلئے تفہیم کی ساری مثالیں لائے ہیں لیکن ایک شرط ہے کہ یہ انداز تفہیم، یہ تصریف میں **من کل مثل** کی صنعت یہ سب کچھ انتظام انسانوں کیلئے ہیں، ناس کیلئے ہیں، سو ہر کوئی فہم قرآن سے پہلے خود کو ٹٹولے کہ وہ انسانیت کے دائرہ میں ہے یا نہیں اور اپنے گریبان میں جھانکے کہ قرآن کی عظمت اور شان کیلئے جس طہارت ذہنی اور قلبی کی ضرورت ہے وہ اس پیمانے پر اس میں موجود ہے یا نہیں؟ **لا یمسہ الا المطھرون** (56.79) اور جو انسانیت کھوئے ہوئے ہیں اور ذہنی و قلبی پاکیزگی کی جگہ بغیر سوچے سمجھے کہے کہ قرآن ہرگز کافی نہیں ہے یعنی تھوڑی سی گردن ٹیڑھی کی تو گیا **ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبھم** (9.127) قرآن اللہ کا کلام ہے جب کوئی اللہ کا کلام پڑھے تو اپنی نیت، اپنے دل، اپنے دماغ کو درست اور صاف کر کے آئے، نہیں تو دل بھی مڑ جائیں گے۔

دلیل نمبر 4 کا جواب پورا ہوا۔ دلیل نمبر 5 کا جواب بعینہ وہی ہے جو دلیل نمبر 4 کا ہے۔ یعنی تصریف آیات میں سب کچھ ہے، باہر کے مراکز نہ ڈھونڈو، مرکز ملت خود قرآن ہے دلیل نمبر 6 کا جواب بھی یہ ہے کہ قرآنی محاورات اور قرآنی الفاظ کے معنی قرآن حکیم نے جو خود فرمائے ہیں ان میں ہزاروں سال گزر جائیں تبدیلی نہیں آئے گی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ **ما یبدل القول لدی** (50.29) کیونکہ یہ کتاب خاتم الانبیاء پر خاتم الکتب بنا کر نازل کی گئی ہے اس لئے اس کے قوانین، آیات اور قرآنی حدیثیں دائمی اور ابدی ہوں گی اور

ہیں اور ان میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی کہ کوئی کہے کہ کوئی قانون رہ گیا، کوئی اصول رہ گیا، کوئی ہدایت رہ گئی۔ اللہ کا اعلان ہے کہ **وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا لا مبدل لکلمتہ** (6.115) اس قرآن میں تیرے پالنہار کی طرف سے افکار و نظریات اور قوانین صدق اور عدل کے ساتھ مکمل کیے گئے ہیں اور ان قوانین میں کوئی بھی نام نہاد وحی غیر متلو یا وحی خفی، تبدیلی نہیں لا سکتی۔

دلیل ھفتم

یہاں بھی فاضل مصنف لغت کا رونا رو رہا ہے۔ ایک سطر آگے فرماتا ہے کہ اگر قرآنی تشریح کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا جائے تو قرآن مجید بازیچہ اطفال بن جائے گا تو کیا جناب مسعود احمد صاحب قرآنی تشریح کو آپ اللہ کی رہنمائی کردہ تصریف آیات کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرائی جائے کی صنعت سے نکال کر اس بہترین اصول کہ صاحب الکلام یعنی متکلم خود اپنا مدعا آپ بیان کرے، اس جیسے زرین اصول کو چھوڑ کر قرآن کی تفسیر کیلئے آپ لوگوں کو ان کے ہاں بھیج رہے ہیں جہاں رسول اللہ اور اسکے انقلابی ساتھیوں پر تبرا کے تیر ان کی وحی خفی میں مارے جا رہے ہیں۔ تفسیر قرآن کو بازیچہ اطفال تو آپ نے بنایا ہے اس لئے دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ۔

جناب قارئین مسعود احمد صاحب اپنے دلائل برائے حجیت حدیث کے پیچھے جو شبہات کا ازالہ کرتا ہے تو ان شبہات کا تعلق اس کے قائم کردہ بلکہ اختراع کردہ بنیادوں سے ہوتا ہے۔ تو جب وہ بنیاد ہوتی ہی اس کی وحی خفی کی طرح من گھڑت ہے تو اس کے نام نہاد شبہات بھی اس کی بنیادوں کے حوالوں سے بحث میں ہی نہیں آئیں گے۔

دوسری مثال اور دلیل ھشتم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **واتوا الزکوۃ** زکوٰۃ دو، دوسری جگہ ارشاد ہے **یا یحیی خذ الکتب بقوۃ واتینہ الحکم صبیا O وحنانا من لدنا وزکوۃ وکان تقیا** (13-19.12) اے یحییٰ کتاب کو قوت سے پکڑ لو اور ہم نے یحییٰ کو بچپن میں

ہی حکم دے دیا تھا اور اپنی طرف سے مہربانی دی تھی اور زکوٰۃ دی تھی اور وہ متقی تھے (ترجمہ ختم)

اس دوسری آیت میں زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی کے ہیں، تو پہلی آیت کے معنی ہوئے پاکیزگی دو اور یہ معنی سراسر باطل ہیں اور اگر پہلی آیت میں زکوٰۃ سے مراد ٹیکس ہے تو دوسری آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ کو ٹیکس دیتا تھا اور یہ بالکل مضحکہ خیز ہے۔ ان دونوں مثالوں سے واضح ہوا کہ قرآن مجید اکثر مقامات میں تشریح اصطلاحی کا محتاج ہے یعنی ایک استاد کی ضرورت ہے جو اسے پڑھائے اور اس کے مشکل مقامات کو حل کرے اور وہ استاد سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کون ہو سکتا ہے کیونکہ یہ منصب رسول اللہ کو خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے **هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة** (62.2) وہ اللہ ہی ہے جس نے امیوں میں ایک رسول مبعوث کیا جو اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اب اگر پڑھانے میں تشریح شامل نہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ کا تلاوت کر دینا کافی تھا لیکن محض تلاوت پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ تلاوت کا منصب بتانے کے بعد تعلیم کا منصب بھی بتایا گیا کیونکہ رسول اللہ اللہ کی طرف سے معلم بنا کر بھیجے گئے ہیں لہٰذا آپ کی تشریح بھی منجانب اللہ ہونی چاہیے اور یہی وہ چیز ہے جس کو وحی خفی کہا جاتا ہے۔ اب اس کے حجت ہونے میں کیا شبہ رہ گیا۔

جناب قارئین یہ دلیل ہشتم بھی اگلی دلیلوں کے جواب سے بے اثر اور ختم ہو چکی ہے۔ وہ اس طرح کہ مصنف مسعود احمد صاحب دائرہ قرآن سے باہر کھڑے ہو کر کبھی مرکز ملت کے حوالہ سے بات کرتا ہے کبھی علم اللغت کی عمر میں کمی بیشی اور ردوبدل کی باتیں کرتا ہے، کبھی اصطلاحیں بنانے والوں کے حوالہ سے باتیں کرتا ہے۔ اللہ عزوجل جو اپنے کلام کا متکلم ہے وہ بار بار قرآن میں فہم و ادراک کیلئے طریقے بتا رہا ہے۔ اس کتاب کی کسی بھی آیت میں، جملہ میں، لفظ میں، سمجھنے کے اندر کوئی بھی اشکال ہو تو اس آیت کو، جملہ کو، لفظ کو، قرآن حکیم کے دیگر مقامات میں تصریف کے انداز سے چیک کریں تو اس دوسری جگہ کا استعمال ہر

جگہ نئی رہنمائی کرے گا۔ اللہ نے کسی بھی جملہ اور لفظ کو جو متعدد مقامات پر تکرار سے لایا ہے تو وہ ایسے بے مقصد نہیں لایا ہے، ہر جدا جدا موقعہ پر نئے سیاق و سباق میں نئی نئی تفسیر ملے گی۔ اس حد تک کہ کہیں نہ کہیں آپ کی مشکل کا حل بھی مل جائے گا صرف تصریف کے مقامات کو پک پوائنٹ کرنے کی ضرورت ہے۔ میں یہاں اس آٹھویں دلیل میں لفظ زکوٰۃ کے معنی میں مصنف صاحب نے جو جعلی کجی پیدا کی ہے پھر اس کا حل بتانے کی رہنمائی یہ کی ہے کہ اس کیلئے تشریح اصطلاحی کی طرف جایا جائے جس کیلئے کسی استاد کی ضرورت ہے اور وہ استاد رسول اللہ ہیں اور رسول اللہ کی تشریحات قرآن حکیم کی تفسیر اور شرح ایسی کر دیں گی کہ کسی اور چیز کی ضرورت نہیں پڑے گی اور رسول اللہ کی وہ تعلیمی تفسیریں تشریحات ذخیرہ حدیث کی شکل میں، وحی خفی کے نام سے ایسے ہی موجود اور محفوظ ہیں جیسے قرآن محفوظ ہے۔

میں قارئین محترم سے زکوٰۃ کے معنی اور مفہوم تصریف آیات کی روشنی میں پیش کرنے کی تھوڑی دیر کیلئے معافی طلب کرتا ہوں۔ پہلے آتے ہیں مسعود احمد صاحب کی وحی خفی والی تفسیر قرآن کی طرف جو ان کے بقول کہ رسول اللہ نے یہ تفصیل قرآن پیش کی ہے سو اس کیلئے دو تین مثالیں میں دوبارہ پیش کر کے ان کا فیصلہ قرآن کے حوالہ سے پیش کر کے میں زکوٰۃ کے معنی کی طرف آتا ہوں۔ سو جناب وحی جلی اور وحی متلو میں اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ **ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسؤلا** (17.36) یعنی کانوں، آنکھوں اور دل و دماغ ان سب سے ان کی ذمہ داریوں اور خاصیتوں کے حوالے سے احتساب کیا جائے گا کہ کانوں نے سماعت کے لحاظ سے کوئی حدود شکنی تو نہیں کی اور آنکھوں نے بھی ممنوعہ حدود کو تو نہیں کراس کیا اور دل و دماغ نے بھی سب ممنوعہ چیزوں کے حصول کیلئے ابتدائی عمل چوائس، خواہش اور ان تک پہنچنے کیلئے سوچ بچار کے تانے بانے تو نہیں بنے یعنی غلط کاموں کے کرنے تو کیا سوچنے پر بھی اللہ نے بندش لگائی ہوئی ہے کہ ذہنوں اور دلوں کو بھی کنٹرول میں رکھو کیونکہ گناہ کی پہلی اسٹیج ہے اس کیلئے چاہت اور اس کیلئے منصوبہ بندی کرنا تو یہ کام دل اور دماغ کا ہے۔ تو اللہ نے فرمایا **کلّ اولٰئک کان عنه**

مسئولا یعنی ان اعضاء کے سوچنے کے عمل کا بھی حساب کیا جائے گا کہ تم نے گناہ کیلئے ممنوعہ حدود پھلانگنے کیلئے سوچا بھی کیوں؟ چہ جائیکہ وہ کام کیا بھی نہ ہو اس کے باوجود لوپ لائین کی سوچوں پر بھی پہرے بٹھانے ہیں۔

جناب قارئین! اس مسئلہ میں قرآن جو وحی متلو ہے، جو وحی جلی ہے اس کا نقطہ نظر آپ کے سامنے آگیا۔ اب ذرا توجہ دیں کہ اس مسئلہ میں مسعود احمد صاحب کی وحی خفی اور جسٹس تقی عثمانی صاحب کی وحی غیر متلو کیا تفسیر فرماتی ہے۔ جناب قارئین کتاب بخاری کے اندر اس کی آخری کتاب التوحید میں اس کا باب نمبر 1266 ہے **یریدون ان یبدلوا کلام اللہ** اس میں جو حدیث ہے اس کا نمبر 2348 ہے حدیث کی عبارت ہے **عن ابی هریره ان رسول الله ﷺ قال یقول الله اذ اراد عبدی ان یعمل سیئة فلا تکتبوها علیه حتی یعمل ها فان عملها فاکتبوها بمثلها وان ترکها من اجلی فاکتبوها له حسنة واذا اراد ان یعمل حسنة فلم یعملها فاکتبوها له حسنة ان عملها فاکتبوها له بعشر امثالها الی سبع ماة** یعنی فرمایا رسول اللہ نے کہ اللہ کا فرمان ہے کہ جب میرے بندے نے کسی برائی کے کرنے کا ارادہ کیا تو وہ اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھو جب تک وہ نہ کرے پھر جب وہ کرے تو اس کے کھاتے میں اتنی لکھو جتنی اس نے برائی کی ہے اور اگر اس نے میرے خوف کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھو (یعنی گناہ نہ کرنے کی) اور جب ارادہ کرے کہ وہ نیکی کرے گا اور اس نے اسے کیا نہیں ہے تاہم اس کے صرف ارادے کے عوض نیکی لکھ لو اور اب وہ نیکی پر عمل کرلے تو اس کے بدلہ میں دس گنا سے لے کر بڑھا کر لکھو سات سو گنا تک۔

اب کوئی انصاف کرے، سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے کہ معاشرہ کے گناہوں اور برائیوں کو کنٹرول کرنے والی وحی متلو اور وحی جلی والا فارمولا کیسا ہے؟ اور فارسی اماموں کا وحی غیر متلو اور وحی خفی کا فارمولا کیسا ہے؟ فارسی حدیث سازوں کے فارمولے سے تو انسان کا گناہ کرنے

کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ وہ اس فارمولے سے تو یہ بھی حوصلہ بڑھائے گا کہ دو چار گناہ کروں گا تو ان کو مٹانے کیلئے ایک نیکی کر کے اگلے گناہ مٹوا دوں گا، اس لئے کہ ایک گناہ کیلئے دفتر میں ایک برائی لکھی گئی ہوگی اور ایک نیکی کرنے سے دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں کما کر اگلے دو چار گناہ مٹوا دوں گا۔ جناب قارئین اس وحی خفی میں، وحی جلی اور وحی متلو کا رد ہے۔ یہ امامی فارمولا ایک تو قرآنی فلسفہ کو مٹانے آیا ہے، دوسری طرف امت مسلمہ کے معاشروں میں گناہوں کا بیج بونے کیلئے گھڑا گیا ہے۔ میں نے اس سے اپنی پہلی کتاب "فکر شاہ ولی اللہ قرآن کے آئینے میں" کے اندر اس امامی حدیث ساز تحریک کے پس منظر پر قدرے تفصیل سے لکھا ہے کہ شاہ فارس یزدجر جب شکست کھا کر مدائن اور قادسیہ کے محاذوں سے بھاگ گیا تو اس نے فارس کے شمال مشرق ازبکستان میں آکر انتقام لینے کیلئے دانشوروں، فوجی جرنلوں کی ایک تھنک ٹینک قائم کی، جس نے حکومت اسلامیہ کے اندر فکر قرآن کو توڑنے کیلئے رسول اللہ کے ناموں کی حدیثوں کا علم اختراع کر کے فارس اور ازبکستان سے حدیث ساز امام اور آل رسول کے نام کے امام گلف، مشرق وسطیٰ میں پھیلائے تھے۔ ان کی بنائی ہوئی حدیثوں کے افکار کا خلاصہ قرآن دشمنی کے طور پر بادشاہ پرستی کیلئے **السلطان ظل اللہ فی الارض** جیسی حدیثیں بنانا بے عملی اور بدعملی کیلئے ابھی جو حدیث آپ نے پڑھی ہے اس طرح کی فکری لائنیں نبی کے نام سے عام کرنا ہے اور امت میں اگر کوئی خارجی سامراجی فتنہ آجائے یا حملہ ہو جائے اس کیلئے مٹی کے انسانوں کو فولاد کا سا مضبوط انسان آدمی بنانے کیلئے قرآن کی تعلیم تو یہ ملی کہ **مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوة الدنیا من الاخرة** (9.38) یعنی اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کیلئے نکلو تو زمین کو چمٹ جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی فانی بے بقا زندگی پر خوش ہو گئے ہو۔ تو جناب قارئین قرآن کی اس جہاں بانی اور قائدانہ تعلیم کے رد میں یزدجری حدیث ساز امامی گروہ نے حدیث بنائی کہ رسول نے فرمایا ہے کہ **ستکون فتنه**

جلد ہی ایک فتنہ ہونے والا ہے القائد فیھا خیر من القائم گھر میں بیٹھ جانے والا اس کے مقابل کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا ان فتنوں کے مقابلہ میں اچھل کرنے والوں سے بہتر ہوگا اور صرف اچھل کرنے والا فتنوں کے مقابلہ میں جدوجہد کرنے والوں سے بہتر ہوگا تشرف لھا تستشرفیہ اور جو ان میں گھس پڑے گا تو مارا جائے گا، اس لئے ومن وجد فیھا ملجا اومعاذا فلیعذ بہ سو جس کسی کو بھی جائے پناہ مل جائے تو وہ وہاں جا کر پناہ لے لے۔ (بخاری کتاب الفتن باب نمبر 1114 حدیث نمبر 1960) آگے دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ یوشك ان یکون خیر مال المسلم غنم یتبع بھا ضعف الجبال ومواقع القطر یفر بدینہ من الفتن (کتاب الفتن بخاری حدیث نمبر 1968 یعنی وہ دور قریب آرہا ہے کہ مسلموں کا اچھا مال بکریاں ہوں جو انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر بارش برسنے کی جگہ لے جائے اور اپنے دین سمیت فرار ہو کر وہاں فتنوں سے بچ کر رہے۔

جناب قارئین! ابھی آپ نے سورۃ توبہ کی آیت میں پڑھا کہ قرآن شکایت کر رہا تھا کہ ایسے مشکل دور میں زمین سے چمٹ کر گھروں میں نہ بیٹھو، اگر تم مقابلہ کیلئے سامنے نہ آئے تو اگلی آیت میں فرمایا کہ تمہاری ایسی بزدلی سے یستبدل قوما غیر کم (9.39) تمہارے وطن پر کوئی اور قوم تمہارے بدلے میں قابض ہو جائے گی۔ تو یہ یزدجری حدیث ساز امام رسول کے نام کی حدیث بنا کر کہتے ہیں کہ بکریاں لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر فرار ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس کتاب الفتن کے حدیث نمبر 1966 میں وہاں کسی عورت سے بکریاں چراتے ہوئے شادی کرنے کی بھی ترغیب دی ہے کہ امت کا اضافہ اس طرف سے کرو۔ اگلا وطن اگر چھینا جا رہا ہے تو جائے بھاڑ میں۔ جبکہ قرآن نے فرمایا کہ تم سے وطن چھیننے والی قوم ایسی ہوگی کہ ولا تضروہ شیئا (9.39) یعنی پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں لے جا کر وہاں شادی کرنے والے تم اس نئی آنے والی قابض قوم کا بال بھی بیکا نہیں کر سکو گے۔

جناب قارئین میں نے عرض کیا کہ اس یزدجری فارسی ایکسپورٹ کردہ حدیث ساز

اماموں نے امت مسلمہ میں سے فکر قرآن کو زمانہ بھر کے قائد بن کر رہو، اس کے خلاف حدیثیں بنائیں کہ تمہیں رسول نے حکم دیا ہے کہ اقتدار کی پیشوائی کی حاکمیت کی طلب نہ کیا کرو۔ بن مانگے ملے تو خیر ہے اگر طلب کر کے لوگے تو گلے میں پڑے گا۔ اس کیلئے رسول کے نام کی حدیث ہے کہ لا تسئل الامارۃ فان اعطیتھا عن مسئلۃ وکلت الیھا وان اعطیتھا عن غیر مسالۃ اعن علیھا واذا خلفت علی یمین فرایت غیرھا خیر امنھا فان الذی ھو خیر وکفر عن یمینك (بخاری کتاب الاحکام باب 1140 حدیث نمبر 2018)

قرآن میں جناب سلیمانؑ کی دعا نقل کی گئی ہے کہ وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی (38.35) یعنی مجھے ایسی مملکت پر بادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی کو بھی نہ ملے۔ اس کے اللہ نے مومنین کی جس دعا کی تعریف کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ دعا میں کہتے ہیں کہ وجعلنا للمتقین اماما یعنی اے اللہ ہمیں بہت اچھے لوگوں کا لیڈر اور قائد بنا اور قرآن نے جناب یوسف علیہ السلام کی دعا نقل کی ہے کہ اس نے عزیز مصر سے مطالبہ کیا کہ مجھے وزارت خزانہ اور پروڈیکشن منسٹری اور قدرتی وسائل کی وزارت دی جائے۔ قال اجعلنی علیٰ خزآئن الارض انی حفیظ علیم (12.55) میں خزائن مملکت کی حفاظت بھی کروں گا اور ان سب محکمہ جات کیلئے مطلوبہ سارے علوم جانتا ہوں۔

جناب قارئین جس آدمی میں جو ہنر و فن ہے، قرآن تعلیم دیتا ہے کہ اسے چاہیے کہ وہ مطالبہ کرے کہ وہ امور اس کے حوالے کئے جائیں کہ وہ ان کا اہل ہے۔ آگے ہے کہ جب ابراہیم سلام علیہ کو دنیا بھر کی قیادت سیادت اور امامت کی لیڈر شپ دی گئی کہ انی جاعلك للناس اماما تو ابراہیم نے اس عطیہ خداوندی کے کوٹا کر مزید طلب کیا کہ ومن ذریتی (2.124) تو یہ اقتدار کی طلب فی نفسہ بری نہیں ہے بلکہ اچھی چیز ہے۔ اس لئے آپ نے دیکھا کہ قرآن نے مومنین کے اس مطالبہ کو سراہا اور خراج تحسین بھی پیش کیا

تو اب اہل مطالعہ لوگ بخاری کی اس وحی غیر متلو اور وحی خفی والی نام نہاد حدیث پر تبصرہ کریں کہ یہ حدیث ان آیات قرآنیہ کی تفسیر کرتی ہے یا تردید کرتی ہے۔ آگے اس حدیث کی عبارت میں قرآن دشمنی کے حوالے سے پکڑے جانے پر حدیث سازوں نے یہ چالاکی بھی عبارت میں فٹ کی ہے کہ اقتدار مانگ کر لینے میں مہنگا پڑے گا اور بن مانگے ملتا ہے تو اس میں سب لوگ مدد کریں گے۔ اب کوئی بتائے کہ شریف لوگوں کو اقتدار لینے سے تو ان کی یہ حدیث ڈرا رہی ہے، رہے لچے لفنگے لوگ سو وہ تو جھپٹ کر لے لیں گے اور یہی مقصد ہے ان فارس کے یزدجری امامی گروہ کا کہ مسلم امت کو وہ اقتدار سے نفرت دلائیں، نہ صرف اتنا لیکن آج کل کے حساب سے معاملات، لین دین اور اقتدار کی رسہ کشی، پارٹی بازی ووٹوں کی خرید فروخت کا بھی اس حدیث میں ڈیکلریشن دیا گیا ہے۔ وہ اس طرح کہ **واذا حلفت علی یمین فرایت غیرها خیرا منها فان الذی هو خیر وکفر یمینک** یعنی اگر تو کسی کے ساتھ حلف وفاداری دے کر بیٹھا ہے اس کے بعد کسی دوسری پارٹی میں کوئی خیر سمجھ رہا ہے تو بس اسی کا پیچھا پکڑ لے، رہا پہلے سے حلف وفاداری سو کوئی بات نہیں، کفارے میں دس مسکینوں کو کھانا کھلا دینا۔ دیکھا جناب قارئین وحی خفی کا کرتب۔ کم سے کم پاکستان کی سیاسی مارکیٹ میں وفاداریوں کا سارا ریکارڈ امام بخاری کی اس وحی غیر متلو اور وحی خفی پر چل رہا ہے۔

حدیث پرستوں کے ہاں قرآن کے احکام دائمی نہیں

جناب قارئین یہاں میرا مضمون کہ وحی خفی ہے ہی قرآن دشمنی کیلئے گھڑی گئی۔ یہ صرف ضمنی مضمون ہے، سو ایسی قرآن دشمن حدیثوں کا مکمل احاطہ تو میں نہیں کر سکوں گا، سو جن کے دلوں میں **انابت الی اللہ** ہوتی ہے ان کو اگر سمجھا جائے تو وہ اللہ کی مہربانی سے ہدایت پر جلدی آجاتے ہیں، سو ان کی تسلی کیلئے یہ چند مثالیں لکھ رہا ہوں۔

بخاری کے اندر کتاب التفسیر میں سورۃ براۃ کے اندر باب نمبر 701 ہے اس میں صرف ایک حدیث لائی گئی ہے جس کا نمبر ہے 1769 ہے۔ اس حدیث میں آیت **فقاتلو**

ائمة الكفر انهم لا ایمان لهم یعنی کفار کے لیڈروں اور اماموں کو قتل کرو، یہ بڑے بے ایمان ہیں۔ امام بخاری نے اپنا ترجمۃ الباب بھی اسی آیت سے باندھا ہوا ہے۔ اس باب کی اکیلی حدیث میں ہے کہ (رسول اللہ کے رازدار صحابی) حذیفہ نے فرمایا کہ **ما بقی من اصحاب هذه الاية الا ثلثة ولا من المنافقین الا اربعة** یعنی اس آیت کے لوگوں میں سے صرف تین آدمی بچے ہیں اور منافقوں میں سے باقی چار رہ جا کر بچے ہیں اور ان میں کا ایک تو اتنا بوڑھا ہو گیا ہے کہ اسے بڑھاپے کی وجہ سے ٹھنڈے پانی کی ٹھنڈک بھی محسوس نہیں ہوتی۔

جناب قارئین اس حدیث سے ثابت کیا گیا کہ یہ آیت جن گنے چنے آدمیوں کیلئے اللہ نے نازل فرمائی تھی وہ اور تو سب مر گئے باقی تین اس آیت کے اصحاب بچے ہیں اور منافقوں میں سے چار اور ان کا بھی ایک بوڑھا ہو گیا ہے یعنی ابھی کچھ دنوں میں مر جائے گا۔ آیت کی اس وحی خفی والی تفسیر سے یہ ثابت ہوا کہ بقایا ان تین اور چار آدمیوں کے مرنے بعد آیت (9.12) کا مصداق ختم ہونے کے بعد عملی کانسپٹ آئندہ کیلئے تو نہیں رہا، ہاں ثواب کیلئے کوئی پڑھے تو ایک حرف پر دس نیکیاں ملیں گی یعنی وہ زمانہ جس میں حدیث پوچھی اور بتائی جا رہی تھی سے لے کر آئندہ قیامت تک اس آیت کے حکم کا مصداق کوئی نہیں ہوگا۔

جناب قارئین! حدیث سازی کے مرکزی لوگوں کی آج کی باقیات والوں سے میرے مباحثے ہوئے ہیں، وہ اصحاب رسول کو بخاری کی حدیث کی روشنی میں (**معاذ اللہ**) مرتد اور منافق کہتے ہیں۔ سو یہاں بخاری کی اس حدیث پر غور فرمایا جائے کہ جب ترجمۃ الباب میں لائی ہوئی قرآن کی آیت ہے کہ **قاتلو ائمة الكفر** یعنی کفر کے اماموں کو قتل کرو۔ تو اس حدیث میں جو کہ وحی خفی بقول ان کے قرآن کی تشریح کرتی ہے اس میں کسی بھی کافر کو قرآنی حوالہ کے مصداق حدیث میں کافر نہیں کہا گیا۔ جو آیت کے مصداق بقول حدیث سازوں کے سات ہیں۔ ان میں سے تین کا تعارف انہوں نے کرایا ہے **اصحاب هذه الایت** کے جملہ سے۔ تو میرا یہاں سوال ہے کہ وحی خفی بنانے والے

نے قرآن کا جملہ **ائمة الكفر** یا کافر لوگ کیوں نہیں کہا؟ اصحاب اس آیت کے تین اور باقی چار منافق تو کیا منافق لوگ وحی خفی بنانے والوں کی نظر میں کون ہیں جو اس حدیث میں انہیں جدا چار کے عدد میں لایا ہے یہ عدد ایک قسم کا معمہ بھی ہے۔ منافق بھی تو کافر ہوتا ہے پھر انہیں پہلے تین والے قسم سے جدا کیوں کیا گیا؟ بخاری اور اس کے استاد ایک طرف سے آیت مذکورہ (9.12) کو آج کے دور کیلئے قابل عمل قرار نہیں دے رہے اور دوسری طرف قرآن میں استعمال شدہ جملہ کہ کافروں کے اماموں کو قتل کرو پھر یہ حدیث ساز قرآن کی عربی مبین کو بدل کر معموں کے طور پر کہتے ہیں کہ ابھی تین اور چار باقی جا کر بچے ہیں۔ سو اگر کوئی قرآن پر عمل کرے تو جا کر ان کو قتل کرے اور حدیث میں تین کیلئے کافر کی بجائے **اصحاب هذه الايات** کہنا یہ تو اور سنگل ہے ان کی خفیہ تحریک کا جو کہ وحی خفی کے نام سے چلائی ہوئی ہے۔ میں مسلم امت کے سربر آوردہ لوگوں کے حضور میں، شان میں کس طرح یہ فریاد پیش کروں کہ وحی خفی کے نام سے اس کے محرک لوگ، موجد لوگ یہ فن قرآن کو، اسلام کو بجائے تفسیر کرنے کے، بدنام کرنے کیلئے میدان میں لائے ہیں۔ قرآن صدیوں سے لاوارث اور یتیم ہو چکا ہے، آج قرآن اپنے نام لیواؤں کے ہاتھوں مظلوم ہے، اس گھر کو آگ لگی ہے گھر کے چراغ سے۔

جناب قارئین! کتاب تفہیم اسلام کے مصنف جناب مسعود احمد صاحب نے اس دلیل ہشتم کے اخیر میں لکھا ہے کہ کیونکہ رسول اللہ، اللہ کی طرف سے معلم بنا کر بھیجے گئے ہیں لہٰذا آپ کی تشریح بھی منجانب اللہ ہونی چاہیے اور یہی وہ چیز ہے جس کو وحی خفی کہا جاتا ہے، اب اس کے حجت ہونے میں کیا شبہ رہ گیا۔

جناب قارئین کتاب بخاری کے کتاب التفسیر کے باب نمبر 730 حدیث نمبر 1808 میں ملاحظہ فرمائیں، باب کا عنوان ہے سورۃ رعد کی آیت **الله يعلم ما تحمل كل انثى ما تغيض الارحام** حدیث لائی گئی ہے کہ **ان رسول الله** ﷺ **قال مفاتيح الغيب خمس لا يعلمها الا الله لا يعلم ما فى غد الا الله ولا يعلم ما تغيض الارحام الا الله ولا يعلم متى ياتى**

المطر احد الا الله ولا تدري نفس باى ارض تموت ولا يعلم متى تقوم الساعة الا الله یعنی کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے کہ کل کیا ہوگا اور کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے کہ رحم میں کیا ہے؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں کس جگہ مرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی سوائے اللہ کے۔ جناب قارئین اس وحی خفی والی بخاری کی حدیث میں یزدجری اماموں نے اپنی عقل کی اختراع کو رسول اللہ کی علمیت کی طرف منسوب کیا ہے جو کہ آج کی سائنسی ایجادات نے اس وحی غیر متلو اور وحی خفی کے گھڑنے والے حدیث ساز اماموں کی جاہلیت سے پردہ اٹھا دیا۔ وہ اس طرح کہ **ان مفاتيح الغيب** کا علمی تعلق تو وحی متلو اور وحی جلی سے ہے اس لئے اس موضوع پر جو بھی کچھ بولیں گے تو وہ **وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى** یہ تو اللہ کی رہنمائی میں ہوگا اور ویسے وہ ان پانچوں کے متعلق سورۃ لقمان کی آخری آیت میں مکمل رہنمائی دے کر اس وحی غیر متلو اور وحی خفی والی بخاری کی حدیث کا بھانڈا پھوڑ چکا ہے۔ وہ آیت یہ ہے کہ **ان الله عنده' علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما فى الارحام وما تدرى نفس ما ذا تكسب غدا وما تدرى نفس باى ارض تموت ان الله عليم خبير** (31.34)
اب اس آیت میں ان پانچ چیزوں میں سے دو پر چیلنج کا لفظ ہے، اب تو بارش کی خبر محکمہ موسمیات والے پہلے ہی دے دیتے ہیں، سو حدیث تو اس ایک مثال سے ہی جھوٹی ہوگئی اور ماں کے رحم میں کیا ہے اس کیلئے الٹرا ساؤنڈ کا سفر شروع ہو چکا ہے، جس کے ذریعے بچے بچی کی خبر مل جاتی ہے پھر بھی ان کا رخ ترقی کی طرف ہے اور قرآن اس کے علم سے کسی غیر اللہ کیلئے انکار بھی نہیں کر رہا، قیامت کیلئے، سو اس نے دوسری سورتوں میں بتایا ہے کہ **علمها عند ربى** معنی یہ ہوئے کہ پانچ میں سے تین چیزیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، سو اس سے وحی خفی تو جھوٹی ہوگئی۔ سو اس کا احساس بھی امام بخاری کو اس وقت ہوا جب وہ اپنی کتاب بخاری کی تفسیر لکھتے لکھتے سورۃ لقمان تک پہنچے تو اس کو یاد آیا کہ میں تو سورۃ رعد میں پانچ غیب

کی چابیاں لکھ آیا ہوں اب کیا ہوگا؟ تو امام صاحب نے دیر ہی نہیں کی، سورۃ لقمان پر پھر ایسی
حدیث بنا کر فٹ کی جس میں خود جبریل کو حاضر کر دیا کہ وہ سوال کرتا جائے اور رسول بتاتا
جائے۔ سوان سوالوں جوابوں میں سورۃ رعد والی پانچ مغیبات قیامت، بارش، ماں کے پیٹ
میں کیا ہے، کس جگہ مرے گا، کل کیا کرے گا ان پانچوں کی تصدیق خود جبریل سے کروا کر وحی
متلو اور جلی کو لتاڑ کر رکھ دیا۔ اس حدیث سے تو جبریل جسے قرآن نے امین کا لقب دیا ہوا ہے
اس سے بھی ان حدیث ساز اماموں نے سورۃ لقمان کی آخری آیت والی وحی سے دستبردار
کرادیا۔ اب کوئی سنائے کہ ان یزدجری حدیث ساز اماموں کے رسول اللہ اور جبریل کو قرآن
کا مخالف بنانے میں کسی چوٹی کے کانٹے جتنا بھی درد نہ آیا لیکن اب تو تقریبا ریڈیو ٹی وی کا
ہر بلیٹن موسموں کی پیش گوئیاں کر رہا ہے۔ سو کوئی بتائے کہ اس وحی خفی اور غیر متلو کو کہاں
چھپائیں جو ہر دار العلوم اور دینی درسگاہ میں طالب علموں کو مدرسوں میں شیخ الحدیث لوگ یہ
حدیث پڑھا رہے ہیں۔ مجھے کوئی خبر نہیں کہ وہ لوگ آج کی سائنسی اپروچ کو کتنا سمجھتے ہیں، کتنا
نہیں سمجھتے۔

جناب قارئین یہ یزدجری اماموں کی اس طرح کی حدیثوں سے ان کی کتابیں
بھری ہوئی ہیں، یہ تعداد جو چند ایسی روایات میں نے لکھی ہیں یہ تو ان کے کسی حصہ میں بھی
نہیں۔ بہر حال اللہ سے دعا ہے کہ ان اہل مدارس کو اپنے کلام قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل
کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب اخیر میں میں جناب مسعود احمد مصنف کتاب تفہیم اسلام کے حجیت حدیث کے
سلسلہ کی آٹھویں دلیل میں اس نے جو **آتوا الزکوۃ** اور آیت **یا یحییٰ
خذ الکتٰب بقوۃ واٰتینٰہ الحکم صبیا O وحنانا من لدنا زکوۃ
وکان تقیا** (19.12-13) ان دو جگہوں میں لفظ **زکوۃ** کی معنی میں تضاد اور تصادم
ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ٹکراؤ اس کی وحی خفی والی حدیثوں سے ہی ختم ہو سکتے ہیں۔ ان
کے بغیر قرآن سمجھ میں نہیں آئے گا۔ سو اگر ان میں دم ہوتا تو قرآن کے اندر قرآن مخالفوں کی

عقل میں جتنے بھی تضاد ہیں جن میں سے کچھ مسعود احمد صاحب نے اپنی عقل کے مطابق
آیات لکھی بھی ہیں تو ان کے حل والی حدیثیں بھی نقل کرتے پھر خود ان حدیثوں کے تضاد بھی
ہم میدان میں لاتے تو خبر لگ جاتی کہ تضادوں کا مرکز کہاں ہے۔

الزکوٰۃ

لفظ زکوٰۃ کے عمومی طور پر جو معنی پاکیزگی کے کئے جاتے ہیں یہ اس کے اصل معنی
ہیں، گروتھ، نشو ونما بڑھوتری، تو پاکیزگی کے معنی ان معنوں کے نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں پیدا
ہوتے ہیں۔ پاکیزگی ایک صفت ہے، اس کو دو طرح سے سمجھا جائے، ایک ہے ایجابی دوسری
سلبی۔ ایجابی پاکیزگی کو اس کے اصل معنی کا رزلٹ سمجھا جائے یعنی بہتر نشو ونما کی وجہ سے جو
اعلیٰ درجہ کی صحتمندی اور تنومندی جسم کو حاصل ہو یہ وہ پاکیزگی ہے۔ دوسری پاکیزگی کی صفت
جو سلبی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ جسم پر پہلے کوئی نجاست یا گندگی لگی ہوئی ہو تو اس اسے صفائی
اور نظافت کے بعد جو پاکی حاصل ہوگی اس کیلئے عربی زبان میں اصل سلبی مفہوم والا لفظ
ہے طہارت۔ اب یہ میری مختصر تشریح قرآن حکیم کے فن تصریف آیات کے حوالوں سے
سمجھیں۔ اس کیلئے کسی کو بھی خارجی لغت کے عالموں یا اصطلاح ساز ادیبوں اور دانشوروں
کے ہاں جانے کی حاجت نہیں پڑے گی۔ اور جو لوگوں نے یزدجری اماموں کی وحی خفی والی
علمیت کے کئی سارے مکاتب فکر بنائے ہوئے ہیں ان کے ہاں بھی جانے کی ضرورت نہیں
پڑے گی۔ جناب قارئین آخر کیا بات ہے جو قرآن حکیم کو مرکز ملت تصور نہیں کیا جاتا، تسلیم
نہیں کیا جاتا۔ یہ نام نہاد وحی غیر متلو اور وحی خفی کے علم کا ڈھنڈورا پیٹنے والے قرآن سے
کتراتے رہتے ہیں ایسے دور بھاگتے ہیں جیسے خود قرآن نے ہی بتایا ہے کہ **کانهم حمر
مستنفرۃ فرت من قسورۃ** یعنی جس طرح بدکنے والے گدھے شیر کو دیکھ کر بھاگتے
جائیں اور گوز بھی فائر کرتے جائیں۔

قرآن حکیم تو بات چیت کرنے والی کتاب ہے **ھذا کتٰبنا ینطق علیکم
بالحق** (45.29) قرآن مجید نے ایجابی اور سلبی مفہوم کیلئے جدا جدا الفاظ لا کر

الزکوٰۃ کے معنی اس طرح سمجھائے **ذلکم ازکیٰ لکم واطھر** (2.232) اب یہاں ازکی اور اطھر ایک لحاظ سے ہم معنی لفظ ضرور ہیں لیکن اس پاکیزگی والے معنی میں یہ فرق سمجھنا ہوگا کہ اطھر اور طھارت یہ گندگی سے نجاست سے پاک کرنے کے معنی میں ہوگا اور ازکی ذہن، ماحول اور میاں بیوی کے درمیان نئے سیٹ اپ کی وجہ سے جو خوشگواری آئے گی۔ اس آیت میں **الزکوٰۃ** کا معنی ایجابی مقصود ہے تو اب یہ بات سمجھنی چاہیے کہ ایجابی معنی **الزکوٰۃ** لفظ کا یہ نتیجہ ہے، یہ رزلٹ ہے انسان کی بہتر خوراک کا، بہتر سامان رزق کا۔ کیونکہ خوردونوش کی اجناس میں بھی دونمبری اشیاء ہوتی ہیں جن کے کھانے کے کچھ دنوں بعد جا کر کوئی ہسپتال بسائے۔

قرآن حکیم نے جو اصحاب کہف کے حوالے سے بتایا ہے کہ جب وہ اپنا پہلا راشن سٹاک ختم ہونے کے بعد دوسرا منگوار ہے تھے تو ان کے ایک ساتھی نے کہا کہ **فلینظر ایھا ازکیٰ طعاما فلیاتکم برزق منه** (18.19) یعنی اچھی طرح دیکھ بھال کر کے ایسا **ازکیٰ** قسم کا راشن لیں یعنی جو صحت اور جسمانی عافیت کیلئے بھی بہتر ہو جسے کھانے سے تندرستی حاصل ہو۔ تو میں نے عرض کیا کہ لفظ **الزکوٰۃ** کے اصلی اور حقیقی معنی ہیں سامان رزق، ایسا بہتر رزق جس سے بہتر نشوونما ہو، پرورش ہو، گروتھ اور بڑھوتری ہو، تو اس آیت میں آپ نے دیکھا کہ قرآن حکیم نے لفظ **الزکوٰۃ** کے دونوں معنے سمجھا دیئے **ازکیٰ طعاما** کہہ کر پھر فرمایا کہ اس طرح کی ازکی کوالٹی والا رزق لاؤ۔ اب بات کھل کر سامنے آگئی کہ **الزکوٰۃ** لفظ کے اصل معنی تو رزق اور سامان معیشت ہے لیکن اعلیٰ اور بڑھیا کوالٹی کا ہونا صحت بخش ہونا بھی اس کے معنی میں شامل ہے۔ سو اب غور فرمایا جائے کہ قرآن حکیم نے تھوڑی سی تصریف آیات سے کس طرح تو معاملہ صاف کر دیا۔

جناب قارئین ان وحی خفی والے کم سمجھ دانشوروں سے کبھی کبھی میرا پالا پڑتا رہتا ہے۔ یہ لوگ بڑے خلوص سے یزدجری دانشوروں کے پیروکار ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تصریف آیات کے فن سے لفظ **زکوٰۃ** کے معنی سامان، بہتر کوالٹی والا یہ مزید بھی کسی مثال

سے پیش کریں تاکہ دماغ میں یہ بات کھل کر آجائے کہ واقعی قرآن حکیم **ینطق علیکم بالحق** افہام وتفہیم کیلئے بولنے والی کتاب ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ کہف کی آیت 74 میں ہے کہ **قال اقتلت نفسا زکیة بغیر نفس** یعنی تو نے ایک نفس **زکیة** کو ناحق قتل کر دیا؟ یہاں معنی **زکیة** کا یہ ہے کہ اچھا صحتمند، اچھا پلا پوسا ہوا نوجوان، اس معنی کی دلیل آگے آتی ہے پھر آیت نمبر 80,81 میں ہے کہ جو لڑکا میں نے قتل کیا اس کے ماں باپ مومن تھے، نوجوان کو اس لیئے قتل کیا کہ یہ گمراہ اور کافر تھا کہیں ماں باپ کو نہ اپنی طرف گھسیٹ لے اس لئے ہم نے چاہا ان کا رب بدلے میں کوئی **خیرا منه زکوٰۃ واقرب رحما** یعنی اس قتل شدہ نفس زکیہ کے بدلے میں **خیرا منه زکوٰۃ** اچھی زکوۃ والا لڑکا دے دے۔

اب غور کیا جائے کہ جو بدمعاش لڑکا قتل کیا گیا وہ بھی **زکیة** ہے اور جو اس بدمعاش لڑکے کے عوض اچھا نیا صالح لڑکا دیا جائے گا تو وہ بھی **زکیة** ہی ہوگا۔ تو اس تقابلی تفتیش سے خود قرآن حکیم نے سمجھا دیا **زکوٰۃ** کا معنی صحتمند اچھا پرورش یافتہ۔ تو جناب مسعود احمد بی ایس سی صاحب نے جو سوال اٹھایا کہ **آتو الزکوٰۃ** کیا ہے اور حضرت یحییٰ کیلئے بھی فرمایا کہ **حنانا من لدنا وزکوٰۃ** تو یہاں بھی **زکوٰۃ** سے مراد یہ ہوئی کہ یحییٰ کی بہتر نشوونما کی ہوئی تھی، اچھا صحتمند تومند تھا۔ **آتو الزکوٰۃ** کا معنی بھی یہ ہے کہ اے رعیت کو سامان رزق عطا کرنے والے حکمرانو، **آتو االزکوٰۃ** لوگوں کو صحت اور کوالٹی کے لحاظ سے بہتر سامان رزق دے دو۔ جناب مسعود احمد صاحب کیلئے سنا ہے کہ وہ کبھی کے وفات پا چکے ہیں تو اس کے ہمنواؤں سے عرض ہے کہ سمجھ بوجھ کر پڑھنے کیلئے وحی متلو اور وحی جلی کو بھی کچھ وقت دیں اللہ کے حضور میں، اللہ رب العزت اپنی کتاب قرآن کیلئے سوال کریں گے کہ کچھ پڑھا یا نہیں؟ (دلیل نمبر آٹھ کا جواب پورا ہوا)

دلیل نہم

مصنف مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات بالکل ناقابل عمل ہیں جب تک ان کی وہ تشریح تسلیم نہ کی جائے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **الحج اشھر معلومٰت** (2.197) یعنی حج کے چند مہینے معلوم ہیں۔ یہ مہینے کون سے ہیں؟ قرآن مجید اس سلسلے میں خاموش ہے، ان مہینوں کے ناموں کا تذکرہ تو احادیث ہی میں ملتا ہے۔ غرض یہ کہ بغیر حدیث کے یہ آیت ناقابل عمل ہے۔ (جناب قارئین مسعود احمد صاحب کی یہ دلیل نمبر متعدد آیات پر اعتراض ہے کہ یہ بغیر حدیث کے نہیں سمجھی جاتیں اس لیے ہم ایک ایک کر کے جواب پورا کریں گے۔)

جناب قارئین فاضل مصنف کتاب تفہیم اسلام نے اپنی یہ کتاب پانچ سو اسی صفحات پر مشتمل لکھی ہے۔ پوری کتاب میں کئی جگہوں پر آیات قرآن حکیم پر اپنی طرف سے اعتراض کرتا جاتا ہے اور فرماتا ہے یہ آیت بھی حدیث کے سوا نہ سمجھ میں آسکتی ہے نہ عمل میں آسکتی ہے۔ کیا تو بہتر ہوتا کہ مسعود احمد بی ایس سی صاحب وہ حدیث بھی لاتے اور قرآن کی تفسیر بھی، پڑھنے والے لوگوں کو حدیث کے حوالہ سے معلوم ہو جاتا۔ میری تو تحریروں میں سے محترم قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ میں ان حدیث سازوں کو کھل کر کہتا ہوں کہ یہ لوگ دشمنان اسلام، دشمنان قرآن اور دشمنان اصحاب رسول ہیں۔ یہ کیا قرآن کی تفسیر اپنی گھڑی ہوئی حدیثوں سے بتائیں گے؟ اور میں ہر جگہ اپنے الزاموں کے ثبوت میں ان کی اس طرح کی حدیثوں کو نقل کر کے جابجا پیش بھی کرتا آیا ہوں تو بہت اچھا ہوتا اگر یہ فاضل بی ایس سی بھی قرآن پر مبہم ہونے کے اعتراض کے ساتھ اس کی تفصیل بیان کرنے والی حدیث بھی بتاتے۔ میں آیت **الحج اشھر معلومٰت** کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ ابھی جو میں نے اس فاضل بی ایس سی کی وحی خفی پر اعتراض کیا ہے کہ یہ علم ہے ہی رسول اللہ کا دشمن اور اصحاب رسول کا دشمن، تو اس کا بھی تازہ تازہ ثبوت ملاحظہ فرماتے چلیں اور وہ بھی امام بخاری کی صحیح بخاری سے اور وہ بھی بخاری کی حج پر لکھی ہوئی کتاب المناسک کی پہلی پہلی اور شروعاتی حدیث پڑھیں، اس کتاب المناسک یعنی حج کی کتاب کا پہلا باب امام بخاری نے **وجوب الحج وفضلہ** کے نام سے رکھا ہے، حدیث میں ہے کہ فضل رسول اللہ کے ساتھ ڈبل سوار کے طور پر سواری کے اوپر چڑھا ہوا تھا **فجاءت**

امراۃ من خثعم والفضل ینظر الیھا وتنظر الیہ وجعل النبی ﷺ یصرف وجہ الفضل الی الشق الآخر یعنی خثعم قبیلہ کی ایک عورت رسول اللہ کی طرف آئی تو فضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگا اور وہ عورت بھی فضل کی طرف دیکھنے لگی تو رسول اللہ نے جو یہ صورتحال دیکھی تو اس نے فضل کا منہ پھیر کر دوسری طرف موڑا تاکہ وہ عورت کو نہ دیکھے۔ اب جناب قارئین سادہ عقیدت مند لوگ تو اس حدیث کو کس طرح سمجھیں، لیکن دنیا کے لوگ سارے کے سارے عقیدت مند تو نہیں ہیں، دیکھا جائے کہ رسول اللہ جس آدمی کو اپنے ساتھ سواری پر ردیف بنا کر اٹھائے تو یہ ضرور رسول اللہ کے مقرب ساتھیوں میں سے ہوگا اور اس مقرب کا یہ حال ہے کہ رسول کے پاس مسئلہ پوچھنے والی عورت کو گھور گھور کر دیکھ رہا ہے اور یہ بھی حدیث میں لکھا ہے کہ عورت سے بھی فی الحال تو مسئلہ پوچھنا ہی بھول گیا وہ بھی فضل سے آنکھیں ملا رہی تھی، بیچ میں رسول اللہ کو مجبوراً اپنے ساتھی فضل کا منہ اپنے ہاتھ سے دوسری طرف پھیرنا پڑا۔ جناب قارئین امام بخاری نے اپنی کتاب الحج کی جو یہ پہلی حدیث لکھی ہے یہ ابھی ختم نہیں ہوئی ہے پھر وہ عورت رسول اللہ سے سوال کرتی ہے کہ میرا باپ بوڑھا ہے جو کسی سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتا، کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ تو رسول اللہ نے بھی جواب میں منظوری دے دی، کہ ہاں تو کر سکتی ہے۔ جناب قارئین کس کس حدیث پر اور حدیث کے کس کس جملہ پر تبصرہ کریں۔ ایک تو حج کا اپنا اصلی مفہوم جان بوجھ کر یزدجری امامی تحریک نے قرآن حکیم کے خلاف پیش کیا ہے۔ حج تو قرآن کے حوالوں سے **لیشھدوا منافع لھم** (22.28) اپنی خارجہ پالیسیوں کے لحاظ سے اقوام عالم کے تنازعات کے فیصلوں کو نمٹانے کی ایک سالانہ کونشن ہے اس کا نام حج بھی اس لئے رکھا گیا ہے کہ کونشن میں سارے فیصلے اور بحث دلیلوں کی روشنی میں سنے اور سنائے جائیں۔ یہ حج کے نام سے جناب ابراہیمؑ کی انسانی اقوام پر بین الاقوامی لیڈرشپ کی روشنی میں اس دور سے لے کر ایک اقوام متحدہ کا ادارہ تھا جس میں اقوام سے لے کر افراد تک کے فیصلے اس کھلی کچہری میں کئے جاتے تھے۔ لفظ حج، حجۃ کے معنی میں بھی قرآن میں آیا ہے (

6.150,6.81) اور حج بمعنی سال کے بھی آیا ہے **ثمانی حجج** (28.27) روکنے
کے معنی میں بھی آیا ہے **فان حاجوك** (3.19) اصل میں اسلام نے نظام حکومت
چلانے کیلئے ایک شورائی نظام بھی دیا ہوا ہے **وامرھم شوریٰ بینھم** (42.38)
اس لئے اس کے باقاعدہ اجتماعات ہونے بھی ضروری قرار پائے، تو حج ایک حکومتی لیول پر
اقوام عالم کیلئے بین الاقوامی عدالتی اور شورائی قسم کا کونشن ہے جس میں اقتدار پر فائز شخصیتیں
اور نمائندے بیٹھتے ہیں، سو اس حکومتی لیول کے بین الاقوامی ادارہ کو حدیث ساز یزدجر کی امامی
تحریک نے جھوٹی حدیثوں سے ایک بے روح اور بے مقصد قسم کی رسم کی شکل میں لاکر ڈی
گریڈ کر کے بالآخر اصل چیز کو مکہ سے نیویارک منتقل کرا دیا، باقی رسم سو وہ آج کل سرانجام ہو
رہی ہے۔ عجیب بات ہے کہ فارس والوں نے امت مسلمہ سے واقعی اپنی شکست کا بدلہ، قرآن
چھین کر سود سمیت لے لیا ہے۔ آپ نے ابھی پڑھا ہے کہ عورت کو رسول نے فرمایا کہ ہاں تو
جا اپنے بوڑھے باپ کی طرف سے حج بدل ادا کر، یعنی رسول اللہ کے نام سے بھی اس حدیث
میں بخاری اور اس کے استادوں نے قرآنی فلسفہ کے رد میں الٹ قسم کا جواب دلا دیا اور یہی تو
مقصد ہے کہ وحی خفی کے نام سے اصل قرآن، اصل وحی، چھینا جائے اور اس کی جگہ اسلام کے
نام پر دو نمبری وحی غیر متلو کے نام سے مارکیٹ میں چلایا جائے۔ قرآن نے تو کھل کر اس
حقیقت پر روشنی ڈالی ہے **ولا تکسب کل نفس الا علیھا ولا تزر وازرة**
وزر اخری (6....) یعنی ہر شخص کو اپنا کیا کام آئے گا، کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔
جب قرآن کھل کر بول رہا ہے کہ ایک کا کام دوسرا نہیں کر سکتا تو اس حدیث وحی غیر متلو میں
دیکھو کہ کس طرح ایک کی طرف سے دوسرا حج کر رہا ہے، ایک تو حج کا اصل مفہوم بگاڑ کر اسے
کہیں اور ملک میں ٹرانسفر کر دیا اور جو اپنی جگہ رسموں کا مجموعہ شیطان کو سنگسار کرنے کے نام
سے باقی رکھا تو وہ بھی کاروباری طریق پر کہ حج بدل بھی ہو سکتا ہے۔ سو کیا امام بخاری کی
کتاب الحج کی یہ والی پہلی حدیث پڑھ کر یہ نہیں سوچیں گے کہ یہ فضل نامی اصحابی کس قماش
کا آدمی ہے جو رسول کے ساتھ سواری پر ایک ساتھ بیٹھا ہے، یہ تو بہت کوئی مقرب آدمی ہوگا۔

رسول کا صحابی اور رسول کا اتنا قریبی ساتھی رسول کے سامنے پرائی عورت کو گھور رہا ہے، اسے
رسول اللہ کے قرب کا بھی احساس اور پرواہ نہیں ہو رہی اور اس جیسے آدمی کو حجۃ الوداع جیسے
موقعہ پر اگر رسول ساتھ لیے پھر رہا ہے تو دشمن لوگ تو رسول کو بھی معاف نہیں کریں گے کہ وہ
ایسے آدمیوں کو مقرب بناتا ہے۔ اگر ہم ان کے جواب میں رسول اللہ اور اصحاب کی شان
قرآن سے پیش کریں گے کہ یہ لوگ **یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا**
(48.29) تھے یعنی ہر وقت اللہ کے فضل اور رضامندی کی تلاش میں رہتے تھے۔ تو جواب
میں وہ دشمن ہمارے سر پر وحی خفی کی بخاری اٹھا کر مارے گا کہ یہ دیکھو تمہارا سارا فقہی فتویٰ
خانہ تو اسی کی حدیثوں پر چل رہا ہے، یہ کیا لکھتا ہے؟ ہاں جناب قارئین مجھے تو فاضل مصنف
تفہیم اسلام مسعود احمد بی ایس سی کے سوال کہ قرآن کی آیت **الحج اشھر معلومٰت**
میں حج کے مہینوں کے نام اور عدد قرآن میں اس کی تفصیل نہیں، اس لئے یہ آیت بھی حدیث
جو کہ وحی خفی ہے، تفسیر میں اسی کی محتاج ہے۔ مجھے اسی کا جواب دینا ہے جو کہ حاضر ہے۔
قارئین محترم یہ حج کے مہینے جنہیں ایام حج بھی کہا جاتا ہے یہ زمانہ رسالت کے لوگوں کیلئے ان
کی معلومات اور ان کا تعین یہ تو خود رسول اللہ کے بھی پیدا ہونے سے پہلے رائج بھی تھے،
معلوم بھی تھے۔ اس لیے قرآن نے فرمایا کہ **الحج اشھر معلومٰت** اس کے معنی
ہوئے کہ حج کے مہینوں کی بات تو تم جانتے ہی ہو۔ جناب قارئین قرآن نے اپنا اسلوب
گفتگو اور انداز تکلم یہ بتایا ہے کہ **انہ لحق مثل ما انکم تنطقون** (51.23
معنی کہ یہ کتاب جو حق ہے اس کی مثال اس طرح سمجھو جس طرح تم لوگ آپس میں باتیں
کرتے ہو، تو اس کا انداز تکلم بھی بعینہٖ تمہاری طرح والا ہے۔ سو یہ حقیقت تو ہر ایک جانتا ہے
کہ جب کوئی دو آدمی باتیں کرتے ہیں یا استاد شاگردوں کو لیکچر دیتا ہے تو جو بات ان کے
مابین مشہور ہوتی ہے یا استاد نے پہلے سمجھائی ہوئی ہوتی ہے تو اس وقت گفتگو اور لیکچر میں اس کا
ذکر آ جاتا ہے تو اس کیلئے اسے دہرانے کی ضرورت نہیں پڑتی وہاں اتنا ہی کہنا کافی ہو جاتا ہے
کہ یہ تو تم جانتے ہو یا تو تمہیں معلوم ہے۔ تو قرآن حکیم نے بھی **اشھر حج** کی بات

کرتے وقت ہمارے ہی ڈھنگ سے فرمایا کہ یہ تو تمہیں معلوم ہیں اور یہ کس طرح معلوم ہیں کہ یہ تو جناب ابراہیمؑ سے لے کر کم وبیش چار ہزار سالوں سے پابندی سے یہ سالانہ کانفرنس ہوتی ہوئی **اذن فی الناس بالحج** کی میڈیا سے چلی آرہی تھی، اگر حج کے ایام یا مہینوں کا تعارفی مدار یزدجری دانشوروں کی حدیثوں پر ہوتا تو اس کا حال بھی نمازوں والا ہوتا جو کسی کی کوئی نماز اول وقت میں تو کسی اور امامی فرقے کے ہاں آخر وقت میں، کسی کے ہاں پانچ نمازیں، کسی کے ہاں تین، کسی کے ہاں دو، ہر فرقہ کی مسجد جدا جدا۔ اب تو گورنمنٹ کو مسجدوں پر پولیس مقرر کرنے کیلئے محکمہ میں بھرتی بڑھانی پڑ گئی ہے۔ میں نے کسی افسر بالا سے کہا کہ فلاں ہائی سکول میں میٹرک کے امتحان کا سنٹر پہلے تھا اب ختم ہو گیا ہے اسے پھر سے بحال کرو تو اس نے کہا کہ ہم تو بحال کر دیں لیکن کیا کریں پولیس کی تعداد کم ہے اس لئے سنٹر کم کرنے پڑے ہیں۔ سو جس طرح کی ان حدیثوں کی وجہ سے فرقے بڑھ گئے ہیں کہ وہ دن آگئے ہیں کہ نئی مسجد بنانے کیلئے محکمہ پولیس سے این او سی لینا پڑے گا۔ سو اچھا ہوا کہ قرآن نے کھل کر کہہ دیا کہ حج کے مہینے جو معلوم ہیں، وہی ہوں گے۔ نہیں تو یہ حدیثوں والی وحی خفی اس حج کو بھی نیویارک سے پہلے فارس کی طرف ہائی جیک کر کے لے جاتی۔ قرآن والے جواب میں بڑا وزن ہے۔ نیز اگر کوئی ضرورت پڑ جائے اور ایمرجنسی میں تنازعات حل کرانے کیلئے امن کانفرنس (حج) جلدی بلانی پڑ جائے اور اس کیلئے امن کا ادارہ اگر کسی بھی تاریخ کا اعلان کرا دے تو ایسے پروگرام کے انعقاد کیلئے بھی معلومات کا لفظ کہا جا سکے گا۔

جناب قارئین فاضل مصنف کتاب مسعود احمد صاحب نے اس دلیل نمبر میں کہا کہ حج کا پتہ اس آیت سے نہیں لگ رہا اس لئے میں نے بخاری سے خواہ مخواہ بھی کتاب حج کی پہلی حدیث نقل کر دی۔ اگر یہ بی ایس سی پاس صاحب اس آیت کی تفسیر کرنے والی حدیث وحی خفی یہاں نقل کرتا تو پھر مجھے اس پر جواب لکھنا لازم ہوتا۔ اس کے لکھے بغیر بھی کتاب حج کی پہلی حدیث پر نہایت مختصر نوٹ لکھ دیا ہے جو ایسی حدیث کی وجہ سے ہم دنیا والوں کے آگے بہت شرمسار ہیں۔

مسعود احمد صاحب نے اس کے بعد ایک دوسری آیت **ان عدة الشهور عندالله اثنا عشر شهرا فی كتب الله يوم خلق السموت والارض منها اربعة حرم ذلك الدين القيم** (9.36) اللہ کے نزدیک آسمان وزمین کی پیدائش کے دن سے مہینوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، یہ ہے دین قیم۔ آیت مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین بارہ مہینوں اور چار محترم مہینوں پر مشتمل ہے لیکن قرآن مجید ان چار مہینوں کے ناموں کے سلسلہ میں خاموش ہے، بتایئے کہ کن مہینوں کو حرمت والے مہینے سمجھا جائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رواج کے مطابق مان لیا جائے تو یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ کفار تو ان مہینوں کو بدل دیا کرتے تھے جیسا کہ خود قرآن مجید نے ہمیں بتایا ہے **انما النسیء زیادۃ فی الکفر** (9.37) یعنی مہینوں کا آگے پیچھے کرنا کفر میں زیادتی ہے۔

آیت (9.36) پر اعتراض کا جواب

پہلے تو مسعود احمد صاحب نے آیت کے جملہ **ذلك الدين القيم** کا ترجمہ کیا ہے کہ یہ دین قیم۔ اس ترجمہ میں طنز کی بدبو آرہی ہے، اصل میں تو ترجمہ کے اندر سیم وہی لفظ لایا ہے وہ اس لئے بھی کہ کوئی اس کے اندر کی قرآن سے نفرت کو پکڑ نہ سکے اور اگر کوئی اعتراض کر بھی لے تو جان چھڑانا آسان ہو جائے کہ میں نے وہی قرآن کے لفظ نقل کئے ہیں اور چونکہ وہ اردو میں بھی مروج ہیں اس لئے میں نے بھی وہی کے وہی نقل کر دیئے۔ تو میری عرض یہ ہے کہ اس اردو کی وجہ سے مجھے بھی محسوس ہوا، مترجم کے اندر میں کوئی چور ہے کیونکہ آیت میں خاص اس موقعہ پر دین کے مشہور معنی کی بجائے یہ معنی ہوں گے کہ کیلنڈر کے حوالہ سے جو شمسی حساب ہے مہینوں اور سالوں کا، یہاں اس کے مطابق حساب اور دنوں مہینوں کی گنتی کرنی چاہیے اور جو مشہور کیا ہوا ہے کہ قمری حساب اسلامی کیلنڈر ہے اور شمسی حساب غیر اسلامی ہے یہ سراسر غلط ہے۔ قرآن نے دونوں حسابوں کا ڈیکلریشن دیا ہے کہ **الشمس والقمر بحسبان** (55.5) اور اس سورۃ توبہ کی آیت میں **الدين القيم** سے مقصد

شمسی حساب سے گنتی کرنا ہے۔ جس کا مسعود احمد صاحب نے گویا کہ ترجمہ ہی نہیں کیا پھر اس
سے تو اردو میں دین لفظ کا مطلب اور معنی بجائے قانون کے اور حساب کے مذہب سمجھا جاتا
ہے۔ اس لئے یہ معنی یہاں مقصود نہیں ہے۔ یہاں آیت میں دین کا معنی حساب ہے۔ اگر یہ
حساب والے معنی نہ لئے گئے تو فرق سمجھ لینا چاہیئے کہ دین تو ایک جامع لفظ ہے اور اس کے
مقابلے میں جو اس کا معنی ہے **ملک یوم الدین** وہ حساب ہے سو وہ جزوی ہے پھر گویا
کہ یہ سمجھا جائے گا کہ پورا اکمل دین صرف سال کے بارہ مہینے شمار کرنا ہے اور چار محترم مہینے
قرار دینا ہے جبکہ یہ تو دین کا صرف ایک حکم ہے، سارا دین تو پورا قرآن بھرا ہوا ہے۔ سو یہ کہنا
کہ یہ ہے دین قیم تو اس سے شبہ ہوتا صرف اس ایک مسئلہ کو پورا دین قرار دینے کا۔ سو قرآن
جیسی اہم چیز کیلئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہاں اگر بھولے سے بے خیالی سے ہو جائے
تو بھی اس کی تردید اور وضاحت ضروری ہوتی ہے۔ مختصر بات کہ سال کا قمری حساب قیم نہیں
ہے اسکے مقابلہ میں شمسی حساب زیادہ قیم ہے، مضبوط ہے۔ میں نے یہ اعتراض کہ مسعود احمد
کے اس معنی میں مجھے طنز کی بدبو آتی ہے اس لئے کیا ہے کہ اس صاحب نے اپنے چوتھی دلیل
میں جو لکھا ہے کہ کیا قرآن کافی ہے؟ اس کا جواب خود لکھتا ہے کہ ہرگز نہیں اور ہر اس بات کو
قرآن نے خود ایک چیلنج کی صورت میں لایا ہے کہ **اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتٰب یتلیٰ علیھم** (29.51) یعنی کیا ان لوگوں کیلئے ہماری وحی متلو والی کتاب کافی
نہیں ہے؟ تو اس آیت کے باوجود اس کرڈٹ کا جواب دینا کہ ہرگز نہیں۔ تو مجھے اس طرح
کے آدمی اور اس طرح کی تنظیمیں جنگل کی حویلی سے ملحق معلوم ہوتی ہیں۔

جناب قارئین فاضل مصنف مسعود احمد نے سوال اٹھایا ہے کہ سورۃ توبہ میں کہا گیا
ہے کہ سال میں بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار مہینے محترم ہیں۔ قرآن میں سے بتاؤ کہ ان
چار مہینوں کے نام کیا ہیں؟ یہ بی ایس سی پاس شدہ صاحب اپنے گمان میں قرآن کو لاجواب
سمجھ کر وہیں کے وہیں لکھتا ہے کہ قرآن ان چار محترم مہینوں کے ناموں کے سلسلہ میں خاموش
ہے۔ جناب قارئین دیکھا آپ نے وحی خفی اور غیر متلو کی امت کے دانشور کی ڈینگیں مارنا اور

یہ بھی دیکھا کہ یہاں بھی اس نے وحی خفی کے بتائے ہوئے چار محترم مہینے نہیں بتائے۔ اس کو
معلوم ہوتا ہے ان کو اپنی وحی خفی کے بارے میں شاید علم ہے کہ یہ یزدجری تھنک ٹینک کے ہی
تو ڈھکو سلے ہیں۔ اس نے نہیں بتایا، میں ہی عرض کئے دیتا ہوں، بخاری کی کتاب التفسیر میں
سورۃ توبہ میں **الشھر الحرام** یعنی حرام مہینوں کے نام میں امام بخاری صاحب
لائے ہیں، وہ یہ ہیں۔ ذوالقعد، ذوالحج، محرم، رجب۔

جناب قارئین اس قرآن مخالف الٹی گنگا کا بھی پتہ لگتا ہے اور یہ قرآنی فارمولا میں
یہاں لکھتا ہوں، کوئی بھی سکول ٹیچر سکول میں جا کر بلیک بورڈ جو سکول میں بچوں کو حساب یا
صورت خطی سمجھانے کیلئے سامنے آویزاں ہوتا ہے اس پر استاد صاحب نمبروار قمری بارہ مہینوں
کے نام لکھیں اور بچوں سے سوال کریں کہ ایک بادشاہ ہے جو ان بارہ لکھے ہوئے مہینوں کے
آخری مہینے میں ایک بہت بڑے جلسہ عام میں اعلان کرتا ہے کہ میں سال کے اس آخری
مہینے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ دشمن لوگ سدھر جائیں تو اچھا ہے، اگر نہیں سدھرتے اور
فرماں بردار نہیں بنتے تو میں چار مہینے پھر بھی مہلت دیتا ہوں ان چار مہینوں کے بعد سرکش
لوگوں کو جہاں بھی دیکھا جائے گا انہیں گولی ماردی جائے گی۔ ماسٹر صاحب پرائمری کی چوتھی
کلاس کے شاگردوں کو بورڈ کے مہینے پڑھوا کر، گنوا کر سوال کرے کہ بادشاہ یہ اعلان سال کے
آخری مہینے میں چار مہینوں کی مہلت کا کر رہا ہے کہ بچو سناؤ! کہ وہ کون سے چار مہینے ہوں
گے؟ تو بچے آسانی سے گن کر بتائیں گے کہ محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی۔ میں وثوق سے
کہتا ہوں کہ یہ پرائمری، چوتھی کلاس کے بچوں کا سوال ہے۔ ہوشیار بچہ تیسری جماعت والا
بھی سنا سکے گا اور اب کوئی اپنے گھر میں قرآن حکیم کھول کر پڑھے سورۃ توبہ کے شروع میں
ہمارا بادشاہ محمد علیہ الصلاۃ والسلام سال کے آخری مہینے میں میدان عرفات میں اعلان کر رہا
ہے کہ **واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر** یعنی یہ
منادی سمجھو کہ **ان اللہ بری ء من المشرکین** جو لوگ اللہ کے قانون قرآن کے
ساتھ **وجدنا آباءنا علیھا** اپنے باپ دادوں غیر اللہ کے قوانین کو تفسیر اور قرآن پر

عمل کیلئے ان کی شرط تسلیم کریں گے تو اس سے توبہ کرنے والوں کو تو معافی دی جائے گی اور جو گردن موڑ کر بے پرواہی دکھائیں گے تو اوپر شروع میں جو بتایا گیا تھا کہ **فسیحوا فی الارض اربعة اشھر** تمہارے لئے چار مہینے مہلت ہے کھاپی لو **فاذا انسلخ الاشھر الحرم** جب ان چار مہینوں والی جنگ نہ کرنے والی مہلت ختم ہو جائے گی تو **فقاتلو المشرکین حیث وجدتموھم** جہاں بھی انہیں پاؤ قتل کرو **،واحصروھم** ان کا محاصرہ کرو، ان کے بھاگنے کے سارے گھاٹ بند کرو، ہاں اگر **فان تابو اواقاموالصلوۃ وأتوالزکوۃ فخلوا سبیلھم** (9.5) یعنی اگر جو کوئی توبہ کرے اور تمہارے قرآنی نظام اور سسٹم کے قیام کی تابعداری کرے اور وہ اپنی کمائی سے گورنمنٹ کے مقرر کردہ حساب کے مطابق بیت المال کو، غریبوں کو سامان رزق دینے کیلئے تیار ہو جائے تو ان کا محاصرہ ختم، پھر یہ ہمارے بھائی ہیں۔ اب کوئی بتائے کہ اگر وحی خفی والے اماموں کے بتائے ہوئے چار مہینوں پر میدان حج کے اعلان کو فٹ کرے تو چار کی بجائے تو تیرہ مہینے وارننگ پر عمل کرنے کیلئے لگ جائیں گے (لوگ علامہ پرویز علیہ الرحمہ کو منکر حدیث کہتے ہیں اور عزیز اللہ بوہیو کو پرویزی کہتے ہیں۔ پرویز صاحب تو ان کی حدیثوں والے چار مہینے مانتا ہے، میں عزیز اللہ تو سال کے شروع والے چار ماہ کو **اشھر حرم** کہتا ہوں حکم قرآن کی روشنی میں)

اس کے بعد مسعود احمد صاحب نے سورۃ حج کی آیت نمبر 28 کا ٹکڑا لکھا ہے کہ **ویذکرواسم اللہ فی ایام معلومٰت** (22.28) یعنی معلوم شدہ دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کریں۔ (اس ٹکڑے پر اعتراض لکھتا ہے کہ) قرآن مجید پھر ساکت ہے کہ ان ایام کی تشریح کرے۔ اب بتائیے کہ اس پر کس طرح عمل ہو؟

جناب قارئین قرآن تو **ینطق علیکم بالحق** بولنے والی کتاب ہے، کوئی سامنے آئے، بات کرے اور یزدجری اماموں کو بھی ساتھ لائے، اور سب سنیں کہ ان ایام معلوم میں کا ایک ہے **فاذاافضتم من عرفٰت فاذکروا اللہ**

عندالمشعر الحرام (2.198) یعنی پہلا وہ دن جب عرفات سے ہو کر مشعر حرام (منیٰ) کو آتے ہو پھر جب مشعر الحرام کے اندر کنونشن کے دنوں میں سے **فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه** (2.203) یعنی کوئی جلدی کرتا ہے، یعنی دو دنوں کے بعد چلا جاتا ہے اور تیسرے دن کا قیام نہیں کرتا تو اس پر کوئی موخذاہ نہیں کیونکہ اصل بات ہے یوم عرفات میں تعارف کے ساتھ لوگوں نے جو اپنے کیس کنونشن کے ایجنڈا میں نوٹ کرائے پھر کسی کے کم کسی کے زیادہ، تو جن کے مسائل مختصر تھے اور وہ کنونشن میں جلدی نمٹائے گئے تو اب ایسے لوگ مزید تیسرا دن نہ بھی رہیں تو کوئی حرج نہیں۔ کوئی اگر یہ کہے کہ یہ تین دن تم نے کہاں سے لئے، حج کی آیات میں دنوں کے عدد تو کہیں نہیں۔ سو عرض ہے کہ ایام معدودات یعنی گنے چنے دن یہ جمع کا صیغہ ہے، اس کا کم سے کم عدد تین ہوتا ہے۔ سوال ہے کہ سو اس طرح تو پھر عرفات کا دن بھی منیٰ کے تین دنوں سے ملایا جائے تو یہ چار ہو گئے۔ بہر حال چار ہو جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہوا، لفظ **معدودات** پھر بھی اس پر فٹ آتا ہے لیکن **یوم العرفه** تو ایک تعارفی اجلاس ہے اور ایجنڈا ترتیب دینے کا دن ہے، تعارف کا دن ہے، اس ایجنڈا کو نبٹانے کیلئے منیٰ یا مشعر الحرام کے معدودات والے کم سے کم تین دن ہوں گے۔ اللہ کو ویسے ان وحی خفی والوں کا پتہ ہے کہ یہ لوگ کوئی موقعہ نہیں چھوڑتے قرآنی احکامات کے بگاڑنے کا، اللہ نے فرمایا کہ **الحج اشھر معلومٰت** (2.197) یعنی حج معلوم مہینوں پر مشتمل ہے، اب اشہر جمع ہے شہر یعنی مہینے کا اور جمع کا کم سے کم عدد ہے تین تو اس طرح سے قرآن کے حکم کے مطابق حج کے تین مہینے شوال، ذوالقعد اور ذوالحج قرار پائے تو یہ جو یزدجری ٹولہ ٹوہ میں رہتا ہے کہ قرآن کے کون سے حکم میں رپھڑ ڈالا جا سکتا ہے تو جھٹ سے اس کیلئے حدیث بنا ڈالتے ہیں۔ سو یہاں بھی انہوں نے دیر ہی نہیں کی۔ بخاری نے اپنی کتاب کے کتاب الحج کے باب نمبر 993 میں جو اپنی فقہ پیش کی ہے، اس میں حدیث بنا کر فٹ کی ہے کہ **اشھر حج** شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحج کے مہینے کے دس دن ہیں۔ اب کوئی بتائے کہ تین ماہ سے انہوں نے بیس دن جب کاٹ لئے تو قرآن کا یہ بتانا کہ حج کے مہینے تین

ماہ ہیں، اب لوگ تو ضرور پریشان ہوں گے کہ قرآن کو صحیح مانیں یا یہ جو بخاری نے تین ماہ سے بیس دن کاٹ لئے اس کو صحیح سمجھیں۔

آگے مصنف مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ حروف مقطعات کیوں واقع ہوئے ہیں؟ ان کی تشریح سے قرآن مجید خاموش ہے اور جو لوگ ان حروف کی تشریح قرآن مجید سے کرتے ہیں وہ سوائے تک بندی کے اور کچھ نہیں۔ اچھا یہ ہوا اعتراض قرآن پر کہ وہ خاموش ہے۔ پھر مسعود احمد نے اپنی وحی خفی والی امامی علیت سے تو حروف مقطعات پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ جو آدمی اعتراض کرتا ہے اس پر فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے صحیح پوزیشن پیش کرے۔ سو مسعود احمد کو اپنی طرف سے وحی خفی کی تفسیر ان حروف کی بتانی چاہیے تھی۔ امام بخاری اپنی کتاب میں کتاب التفسیر لکھی ہے، اس پر فرض تھا کہ ان حروف کی اپنے یزدجری آقاؤں کی ہدایت کے مطابق تشریح کرتا اس نے تو **طٰہٰ** کیلئے لکھا ہے کہ یہ افریقی زبان کا لفظ ہے اور سورۃ مومن کے شروع میں **حٰمٓ** کی تعویذی مقصد والے معنی کئے ہیں جو کہ واقعی وحی خفی والوں کے بزنس سے تعلق رکھتا ہے اور **طٰہٰ** جو رسول اللہ کا نام ہے بخاری نے اس عربی مبین کو شیدی لوگوں کی زبان کا بنا دیا۔

قرآن میں کئی بار ذکر ہوا ہے کہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہمیں اپنی کمائی سے کیا خرچ کرنا ہے؟ سوال کرتے ہیں کہ جنگوں کے متعلق، سوال کرتے ہیں شراب کے متعلق، سوال کرتے ہیں یتیموں کے متعلق، سوال کرتے ہیں **الشھر الحرام** کے متعلق، سوال کرتے ہیں انفال کے متعلق، سوال کرتے ہیں چاند کے متعلق، سوال کرتے ہیں حیض کی حالت میں بیویوں کے پاس جانے کے متعلق، اس سے ثابت ہوا کہ زمانہ رسالت میں مخاطبین قرآن قرآن کے سنائے ہوئے، سکھائے ہوئے، مسائل میں سے جو چیز نہیں سمجھتے تھے اس کے بارے میں سمجھنے کیلئے رسول اللہ سے ضرور سوال کرتے تھے اور اللہ نے ان کے جملہ سوالوں کا ذکر بھی کیا ہے اور اپنے جواب بھی سنائے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ لوگ اس زمانہ میں حروف مقطعات کو اپنے ناموں میں بطور شارٹ فارم کے استعمال کرتے تھے اور

قرآن حکیم نے جو رسول اللہ کے صفاتی ناموں کے حوالہ سے شارٹ فارم اس وقت مشہور تھے انہی سے رسول اللہ کو پکارا ہے اور یہ انداز اور اسلوب اس دور کے مخاطبین قرآن کیلئے کوئی اجنبی نہیں تھا۔ وہ ان شارٹ فارم والے رسول اللہ کے ناموں سے آشنا بھی تھے، اس لئے انہوں نے اس کے بارے میں کبھی سوال نہیں کیا۔ اگر یہ حروف بے مقصد بے معنی ہوتے تو اس دور کے مخاطبین قرآن، ٹھک سے سوال کرتے اور پوچھتے کہ یہ کیا ہے؟ اس حوالہ سے کہ یہ حروف رسول اللہ کے ناموں کے شارٹ فارم ہیں۔ یہ میں اپنی سندھی کتاب فقہ القرآن میں لکھ چکا ہوں، اور جناب علامہ ازہر عباس صاحب فاضل درس نظامی کا بھی اسی موضوع پر لکھا ہوا مضمون میرے پاس موجود ہے جو میرے مضمون کے مقابلہ میں زیادہ جامع ہے۔ اس لئے ان کے مضمون کو شکریہ کے ساتھ یہاں قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

حروف مقطعات کا قاعدہ کلیہ

حروف مقطعات کے متعلق یہ قاعدہ کلیہ نکھر کر عیاں ہو چکا ہے کہ جملہ حروف مقطعات آنحضور کے القاب گرامی اور اپنے اپنے الفاظ سے قطع کردہ پہلے حروف ہیں۔ واضح رہے کہ قرآن کریم کی 29 سورتوں کی ابتداء میں الگ الگ ذیل کے حروف مقطعات آئے ہیں۔

الم۔ سورۃ البقرہ، آل عمران، عنکبوت، روم، لقمان اور سجدہ۔ چھ سورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔

المص۔ سورۃ اعراف کے شروع میں۔

الر۔ سورۃ یونس، ہود، یوسف، ابراہیم اور حجر۔ پانچ سورتوں کی ابتدا میں آئے ہیں۔

المر۔ سورۃ رعد کے شروع میں۔

حم۔ سورۃ مومن، حم سجدہ، زخرف، دخان، جاثیہ اور احقاف۔ چھ سورتوں کی ابتدا میں آئے ہیں۔

طس۔ سورۃ نمل کے شروع میں۔

طسم۔ سورہ شعراء اور قصص کی ابتداء میں آئے ہیں۔

طه۔ سورۃ طه کے شروع میں آئے ہیں۔

یس۔ سورۃ یٰس کے شروع میں آئے ہیں۔

ص ۔ سورۃ ص کے شروع میں آیا ہے۔

ق ۔ سورۃ ق کی ابتدا میں آیا ہے۔

ن ۔ سورۃ قلم کے شروع میں آیا ہے

حم عسق ۔ سورۃ شوریٰ کے شروع میں آئے ہیں۔

کھیعص ۔ سورۃ مریم کی ابتداء میں آئے ہیں۔

جملہ حروف مقطعات آنحضور کے القاب گرامی ہیں۔ پس واضح رہے کہ انہیں ہر جگہ پر، یا تو مرجع کی حیثیت حاصل ہے یا ماموری کی۔ اور ہر مقام پر حروف مقطعات کے بعد یا تو آنحضور کیلئے ک ضمیر حاضر مخاطب آئی ہے۔ جس کا مرجع حروف مقطعات ہیں اور یا آپ ہی کو مخاطب کر کے کوئی حکم دیا گیا ہے۔ ذیل میں جملہ حروف مقطعات الگ الگ معہ ضمائر مخاطب پیش خدمت ہیں۔

الم ۔ سورۃ بقرۃ، **یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک** 2.4 کے الفاظ میں دو مرتبہ کے تکرار کے ساتھ ک ضمیر مخاطب میں آنحضور سلام علیہ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ ان ضمائر کا مرجع **الم** ہے۔ سورۃ آل عمران میں **نزل علیک الکتب** 3.3۔ سورۃ عنکبوت میں **ولئن جاء نصر من ربک** 29.10۔ سورۃ سجدہ میں **بل ھو الحق من ربک** 32.3۔ سورۃ روم میں **فاقم وجھک** 30.30۔ الگ الگ ک ضمیر مخاطب آنحضور ہی کیلئے آئی ہے۔ اور سورۃ لقمان میں **فبشرھم بعذاب الیم** 31.7 کے الفاظ میں حضور سلام علیہ ہی کو مخاطب کیا گیا ہے جس سے بالوضاحت ثابت ہوا کہ **الم** حروف مقطعات حضور سلام علیہ کیلئے القاب گرامی ہیں جن کے ساتھ آپ کو ان چھ سورتوں کے شروع میں مخاطب کیا گیا ہے۔

(نوٹ) سورۃ روم میں **الم** حروف مقطعات کے بعد تیسویں آیت میں ک ضمیر مخاطب آئی ہے۔ واضح رہے کہ ضمیر کے مرجع سے دور واقع ہونے سے حروف مقطعات کی حیثیت پر کوئی مخالف اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ سورۃ بقرہ اور آل عمران میں مرجع **الم** کے عین متصل ضمیر مخاطب موجود ہے۔ **الم o اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم o نزل**

الیک الکتب بالحق 3-3.1 اسی طرح باقی حروف مقطعات کے بعد بھی اگر کہیں ضمیر مخاطب یا **قل** کا خطاب ذرا دور وارد ہوا ہو تو اس سے کوئی حرج واقعہ نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالی نے دوسری جگہ پر انہی مقطعات کے عین متصل ضمیر مخاطب لا کر شک وشبہ کی گنجائش تک ختم کر دی ہوئی ہے۔

المص ۔ سورۃ اعراف میں **کتب انزل الیک فلا یکن فی صدرک** 7.2 کے الفاظ میں دو مرتبہ کے تکرار کے ساتھ ک ضمیر مخاطب میں حضور ہی کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان ضمائر کا مرجع **المص** ہے۔

الر کے خطاب سے سورۃ یونس میں **قل ما یکون لی** ---الخ 10.15 کے الفاظ میں آنحضور ہی کو مخاطب کیا گیا ہے۔ سورہ ہود میں **قل** محذوف کے ساتھ آنحضور ہی کو حکم ہوا ہے کہ اعلان کر دیجئے کہ **انی لکم منہ نذیر وبشیر** 11.2۔ سورہ یوسف میں **نحن نقص الیک احسن القصص** 12.3 اور سورہ ابراہیم میں 14.1 میں **کتب انزلنہ الیک** کے الفاظ میں الگ الگ ک ضمیر مخاطب کے ساتھ آنحضور ہی کو مخاطب کیا گیا ہے۔ سورۃ حجر میں 15.3 میں **ذرھم** کے فعل امر کے ساتھ آنحضور ہی کو حکم دیا گیا ہے کہ مخالفین کو چھوڑ دیجئے گا۔ فلہذا حروف مقطعات **الر** بھی حضور سلام علیہ ہی کے القاب گرامی ہیں جن کے ساتھ پانچ سورتوں کے شروع میں آپ کو مخاطب کیا گیا ہے۔

المر کے خطاب سے سورۃ رعد میں **ھو الذی انزل الیک من ربک الحق** 13.1 کے الفاظ میں دو مرتبہ کے تکرار کے ساتھ ک ضمیر مخاطب لا کر آنحضور ہی کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان ضمائر کا مرجع **المر** ہے۔

حم کے خطاب سے سورۃ مومن میں **فلا یغررک** 40.4۔ سورۃ دخان میں **رحمۃ من ربک** 44.6 اور سورۃ جاثیہ میں **تلک آیت اللہ نتلوھا علیک بالحق** 45.6 میں الگ الگ ک ضمیر مخاطب کے ساتھ آنحضور ہی کو مخاطب کیا گیا ہے۔ سورہ احقاف میں **قل ارء یتم** --- الخ 45.4۔ اور سورہ حم سجدہ میں **قل**

انما انابشر مثلکم 41.6۔ سورۃ زخرف میں **لئن سالتهم** ۔۔۔ الخ 43.9 کے
الفاظ میں آنحضور ہی کو مخاطب کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ **حم** کے حروف مقطعات
بھی حضور سلام علیہ کے القاب گرامی ہیں۔ جن کے ساتھ آپ کو چھ سورتوں کے شروع میں
مخاطب کیا گیا ہے۔

طس کے خطاب سے سورۃ نمل میں **انك لتلقى القرآن** ۔۔۔ الخ
27.6 کے الفاظ میں **لکِ** ضمیر واحد مخاطب کے ساتھ آنحضور ہی کو مخاطب کیا گیا ہے اور اس
ضمیر کا مرجع **طس** ہے۔

طسم کے خطاب سے سورۃ شعراء **لعلك باخع نفسك** 26.2 کے الفاظ
میں دو مرتبہ کے تکرار کے ساتھ۔ سورۃ قصص 28.3 میں بھی **نتلوا علیك** کے الفاظ میں
الگ الگ **لک** ضمیر مخاطب کے ساتھ آنحضور ہی کو مخاطب کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ
طسم بھی حضور کے القاب گرامی ہیں۔

طٰہ کے خطاب سے سورۃ طہٰ میں **ما انزلنا علیك القران**
لتشقیٰ 20.2 کے الفاظ میں **لک** ضمیر مخاطب کے ساتھ حضور ہی کو مخاطب کیا گیا ہے۔

یس کے خطاب سے سورۃ یٰس میں **انك لمن المرسلین** 36.3 کے
الفاظ میں آنحضور کیلئے ہی **لک** ضمیر مخاطب آئی ہے۔

ص کے خطاب سے سورۃ ص میں **ام عندھم خزائن رحمۃ ربك**
38.9 کے الفاظ میں حضور سلام علیہ کیلئے **لک** ضمیر مخاطب آئی ہے۔

ق کے خطاب سے سورۃ ق میں **فاصبر علی مایقولون** 50.39 میں فعل
امر کے ساتھ حضور سلام علیہ کو مخاطب کیا گیا ہے۔

ن کے خطاب سے سورۃ قلم میں **ما انت بنعمۃ ربك بمجنون**
68.2 کے الفاظ میں **انت** اور **لک** ضمائر مخاطب کے دو مرتبہ کے تکرار کے ساتھ آنحضور
سلام علیہ ہی کو مخاطب کیا گیا ہے۔ **ص**، **ق** اور **ن** یک حرفہ مقطعات ہیں، ان میں حرف

مقطعہ **ق** کے خطاب کے بعد **فاصبر** فعل امر اگرچہ ذرا دور جا کر وارد ہوا ہے لیکن اس سے
حرف مقطعہ کی اصل حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ یک حرف مقطعہ **ص** کے قریب **لک**
ضمیر مخاطب آئی ہے اور **ن** حرف مقطعہ کے بالکل متصل دو مرتبہ کے تکرار کے ساتھ
آنحضور سلام علیہ کیلئے **انت** اور **لک** دو ضمائر مخاطب واقع ہوئی ہیں۔

حم عسق کے خطاب سے سورۃ شوریٰ میں **یوحی الیك والی
الذین من قبلك** 42.3 کے الفاظ میں دو مرتبہ کے تکرار کے ساتھ آنحضور سلام علیہ
کیلئے **لک** ضمیر مخاطب لائی گئی ہے اور ان ہر دو ضمائر کا مرجع **حم عسق** ہے۔

کھیعص کے خطاب سے سورۃ مریم میں **ذکر رحمۃ ربك** 19.2 کے الفاظ
میں آنحضور سلام علیہ کیلئے ہی **لک** ضمیر مخاطب لائی گئی ہے اس کا مرجع **کھیعص** ہی ہے۔

حروف مقطعات کے الگ الگ مفاہیم

یہاں تک تو صرف اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ قرآن حکیم میں آمدہ حروف
مقطعات اپنے اپنے پورے الفاظ سے قطع کردہ پہلے حروف ہیں۔ اور چونکہ ہر ایک کے بعد
آنحضور کے نام یا تو کسی فعل امر کے ساتھ کوئی حکم دیا گیا ہے اور یا **لک** ضمیر مخاطب کے ساتھ
آپ کو خطاب کیا گیا ہے۔ پس یہ سب آنحضور سلام علیہ کے وہ القاب گرامی ہیں جن کے
ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے اپنا پیغام اپنے بندوں تک پہنچایا ہے۔ اب رہا سوال
حروف مقطعات کے مطالب و مفاہیم کا۔

جواباً عرض ہے کہ جس طرح سی۔ آئی۔ سی کا مفہوم ملٹری ڈیپارٹمنٹ ہی بتا سکتا ہے
کہ یہ کمانڈر ان چیف کا مخفف ہے اور ڈی ایس پی کے مفہوم کی وضاحت محکمہ سول ہی کر سکتا ہے
کہ یہ ڈپٹی سپریڈنٹ پولیس کا قائم مقام ہے۔ اسی طرح قرآنی حروف مقطعات کا مفہوم صرف
قرآن کریم سے ہی دریافت کیا جاسکتا ہے جیسے کہ مضمون کے شروع میں آپ دیکھ چکے ہیں۔

یاد رہے کہ حروف مقطعات اگرچہ 29 سورتوں کے شروع میں آئے ہیں لیکن بعض
مقطعات چونکہ بتکرار وارد ہوئے ہیں مثلاً **الم** چھ سورتوں کے شروع میں، **الر**، پانچ سورتوں

،طسم دوسورتوں، اور حم چھ سورتوں کی ابتدا میں آئے ہیں۔ اس لئے حروف مقطعات کی تعداد چودہ ہے۔ لہذا بالترتیب چودہ نمبروں میں ان کے قرآنی مفاہیم، خود آیت قرآنیہ کی روشنی میں حاضر خدمت ہیں۔

1۔ **الم** یہ چار حروف ہیں۔ الف، لام اور میم مشددہ، جن کے ساتھ چھ سورتوں، آل عمران، عنکبوت، روم، لقمان اور سجدہ کے شروع میں آنحضور سلام علیہ کو مخاطب کیا گیا ہے۔

الف سے امین۔ لام سے لین القلب۔ میم سے مرسل اور میم ثانی سے مراد محمد سلام علیہ مراد ہیں۔ یہ حروف بالترتیب مذکورہ الفاظ سے قطع کردہ پہلے حروف ہیں اور اپنے اپنے پورے لفظ کے قائم مقام ہیں۔ ثبوت کیلئے سطور ذیل بغور ملاحظہ فرمائیں۔

الف۔ الف سے امین مراد ہے۔

قرآن کریم شاہد ہے کہ اللہ کے سب نبی رسول امین تھے۔ (اللہ کے رسول امین رسالت تھے۔ اللہ کے پیغام میں نہ کمی کرتے تھے نہ زیادتی۔ سابقہ انبیاء اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ لیکن آنحضور سلام علیہ کے بعد چونکہ کوئی نبی رسول آنے والا نہیں تھا اس لئے آپ سے اعلان کروایا گیا کہ **قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا** 7.158 اے رسول! اعلان کر دیجیے گا کہ اے لوگو! میں تم سب (یعنی قیامت تک کی نوع انسانی) کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔)

اللہ تعالی نے سورۃ شعراء میں متعدد رسولوں کو خود انہی کے الفاظ میں بتا کر قرآن کریم میں قیامت تک کیلئے محفوظ رکھا ہے۔

☆ حضرت نوحؑ نے قوم سے کہا **انی لکم رسول امین** 26.107 اور بعینہ یہی جملہ حضرت ہود علیہ سلام کی طرف سے 26.125 میں حضرت صالحؑ کی طرف سے 26.143 میں، حضرت لوطؑ کی طرف سے 26.162 میں، اور حضرت شعیبؑ کی طرف سے 26.178 میں موجود ہے۔

مندرجہ بالا قرآنی شواہد اور **لا نفرق بین احد من رسلہ** 2.285 کے

مطابق اللہ تعالی کا جملہ کہ نبی رسول امین تھے اور چونکہ **انک لمن امرسلین** 36.3 کے خداوندی ارشاد کے مطابق حضور سلام علیہ بھی رسولوں میں سے ایک تھے۔ لہذا حضور بھی امین ہیں اور چونکہ **الم** حضور کے القاب گرامی ہیں فلہذا **الم** میں الف اپنے پورے لفظ امین کا قطع کردہ پہلا حرف ہے اسی کا قائم مقام ہے۔

ب۔ لام سے لین القلب مراد ہے، حضور سلام علیہ لین القلب تھے۔ یعنی نرم دل والے۔

اللہ کا پیغام جب اللہ کے رسول اس کے بندوں تک پہنچاتے تو سرکش لوگ رسل انبیاء پر قسم قسم کی پھبتیاں کستے اور طعنے دیتے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے کہ آنحضرت سلام علیہ کو مفتری، ساحر، کاہن اور مجنون وغیرہ کے برے القاب سے ملقب کر کے آپ کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ جب مخالفین، مجلس میں رسول آتے تو ان کا انداز کلام اس قدر تمسخر و تضحیک کا مرقع ہوتا کہ گر حضور متین و متحمل مزاج نہ ہوتے تو برہم ہو جاتے اور لوگ مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے لیکن حضور اس قدر متحمل مزاج اور نرم دل (لین القلب) واقع ہوئے تھے کہ آپ کو شاعر، کاہن، دیوانہ اور مفتری کی پھبتیاں برہم نہیں کر سکتی تھیں۔ اسی چیز کی وضاحت میں حضور کے متعلق ارشاد ہوتا ہے **فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک** 3.159 صاحب قرآن! اللہ کی رحمت سے لوگوں کیلئے آپ لین القلب نرم دل ہیں اگر آپ غلیظ القلب سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کی مجلس سے بھاگ جاتے۔ دیکھیے یہاں رسول سلام علیہ کی صفت غلیظ القلب کی ضد لین القلب بیان ہوئی ہے پس حروف مقطعات **الم** میں لام اپنے پورے الفاظ لین القلب کا پہلا قطع کردہ حرف اور انہی کا قائم مقام ہے۔

ج۔ میم اول سے مراد ہے مرسل

الم کا میم اول لفظ مرسل کا قطع کردہ پہلا حرف اور اسی کا قائم مقام ہے۔ حضور کا مرسل ہونا آیت ذیل سے ثابت ہے **انک لمن المرسلین** 31.3

د۔ میم ثانی سے مراد ہے محمد، حمد در حمد کیا ہوا۔

الم کا میم ثانی لفظ محمد کا پہلا قطع کردہ حرف ہے۔ محمد کے معنی ہیں حمد در حمد کیا ہوا، بے حد تعریفوں والا۔ یہ بھی آنحضور سلام علیہ کا لقب گرامی ہے جو کثرت استعمال کی بدولت آپ کا نام مشہور ہو چکا ہے۔ قرآن کریم نے حضور سلام علیہ کا نام نامی اور اسم گرامی احمد سلام علیہ بتایا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ میں مذکور فی القرآن ہے کہ **واذ قال عیسی ابن مریم انی رسول الله الیکم مصدقالما بین یدیه من التورۃ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد** 61.6 اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب مریم کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں، جو مجھ سے پہلے آچکی ہے اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہوگا۔

دیکھیے! قرآنی شہادت کے مطابق حضور کا اسم گرامی احمد ہے اور محمد سلام علیہ چونکہ آپ کے القاب کی فہرست میں مذکور ہے اس لئے قرآنی رہنمائی کے مطابق حضور سلام علیہ کا لقب گرامی ہے۔ یاد رہے کہ اس سے ہماری غرض کوئی نئی بحث کھڑی کرنا نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ قرآن کریم اس امر کی رہنمائی کرتا ہے کہ جب لفظ محمد کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا جائے تو اس کے معنی اجاگر کیے جائیں۔

محمد بمعنی حمد در حمد اور تعریف در تعریف کیا ہوا

المختصر! **الم** کے الف سے مراد ہے امین، لام سے لین القلب، میم اول سے مرسل اور میم ثانی سے مراد ہے محمد (حمد در حمد کیا ہوا) **سلام علی الم**

2۔ **المص**

یہ پانچ حروف ہیں، جو صرف سورۃ اعراف کے شروع میں آئے ہیں۔ پہلے چار حروف کی وضاحت سطور بالا میں گزر چکی ہے۔ آخری حرف **ص** صاحب الناس اور صاحب قرآن کا پہلا قطع کردہ حرف، اور انہی کا قائم مقام ہے۔

ما ضل صاحبکم 53.2 میں **کم** ضمیر جمع مذکر مخاطب آئی ہے جو زمانہ رسالت سے لے کر قیامت تک کے مخاطبین سے خطاب کرتی چلی جائے گی۔ فلہذا **صاحبکم** کی قرآنی خبر کے مطابق حضور صاحب الناس، یعنی دنیائے انسانیت کے ساتھی (مونس وغمخوار) تھے اور پیشتر عرض کیا جا چکا ہے کہ 7.158 کے مطابق آنحضور سلام علیہ قیامت تک کی نوع انسانی کے رسول تھے۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی رسول آنے والا نہیں اور قیامت تک کے نوع انسانی کے ساتھ آپ کی مذکورہ مصاحبت صرف اور صرف اس کتاب مقدس کے واسطے ہی سے قائم تھی اور قائم رہے گی جو قیامت تک کے لوگوں کے پاس اپنے صحیح متن کے ساتھ پہنچنے والی ہے یعنی قرآن حکیم۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حضور سلام علیہ صاحب الناس بھی ہیں اور صاحب قرآن بھی۔ فلہذا **المص** میں الف سے امین، لام سے لین القلب، میم اول سے مرسل، میم ثانی سے محمد، اور ص سے صاحب قرآن اور صاحب الناس مراد ہے (**سلام علی المص**)

3۔ **الر۔**

یہ تین حروف ہیں۔ جو سورۃ یونس، ہود، یوسف، ابراہیم اور حجر کی ابتداء میں آئے ہیں۔ پہلے دو حروف مقطعات الف اور لام کی وضاحت اوپر گزر چکی ہے، تیسرا حرف ہے را، جو **راکع** سے علامت فتح سمیت قطع کردہ پہلا حرف ہے۔ فلہذا **الر** میں الف سے امین، لام سے لین القلب اور **را** سے راکع مراد ہے (**سلام علی الر**)

4۔ **المر**

یہ پانچ حروف ہیں جو سورۃ رعد کے شروع میں آئے ہیں۔ الف۔ لام۔ میم۔ میم۔ را۔ ان پانچوں کی وضاحت اوپر گزر چکی ہے۔ امین، لین القلب، مرسل، محمد، راکع۔ (**سلام علی المر**)

5۔ **یس**

یا حرف ندا اور منادیٰ ہے اور **س** سید کا پہلا قطع کردہ حرف ہے۔**(سلام علی یس)**

6- **ص**

یہ صاحب قرآن کا پہلا قطع کردہ حرف ہے۔وضاحت پیچھے گزر چکی ہے۔**(سلام علی ص)**

7- **ق**

قائم کا پہلا قطع کردہ حرف ہے۔یعنی نظام صلوٰۃ قائم کرنے والا۔**(سلام علی ق)**

8- **ن**

سورۃ قلم کے شروع میں آیا ہے اور **نذیر** کا قطع کردہ پہلا حرف ہے۔قرآنی سند کیلئے ملاحظہ ہو آیت ذیل، جس میں آپ کو قیامت تک کی نوع انسانی کیلئے نذیر ٹھہرایا گیا ہے۔**قل یا ایھا الناس انما انا لکم نذیر مبین** 22.49 اے رسول اعلان کر دیجیے گا کہ اے نوع انسانی، میں تم سب کیلئے **نذیر مبین** ہوں **(سلام علی ن)**

9- **طه**

یہ دو حروف ہیں **ط** اور **ہ**، جو بالترتیب طاہر اور ہادی کے پہلے قطع کردہ حروف اور انہی الفاظ کے قائم مقام ہیں۔ملاحظہ ہوں قرآنی اسناد **انہ قرآن کریم O فی کتب مکنون O لا یمسہ الا المطھرون O** 56.77-79 بیشک وہ ایک بلند مرتبہ قرآن ہے، کائنات کی پر اسرار کتاب میں موجود ہے۔اس کی طرف صرف وہی لوگ آتے ہیں، جو طاہر و پاکیزہ ہیں۔اب چونکہ قرآن حکیم کا نزول ہی آنحضور سلام علیہ پر ہوا تھا لہٰذا حضور سلام علیہ بدرجہ اولیٰ طاہر و اطہر ہیں۔اس کے بعد رسول سلام علیہ کے ہادی ہونے کی قرآنی سند ملاحظہ فرمائیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے **انما انت منذر ولکل قوم ھاد** 13.7 بیشک آپ نذیر ہیں، اور ہر قوم کیلئے ہادی ہے۔آنحضور سلام علیہ **قل یا ایھا الناس انما انا لکم نذیر مبین** کے مطابق قیامت تک کی اقوام کیلئے نذیر ہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ سابقہ انبیاء کرام الگ الگ اقوام کیلئے ہادی اور نذیر تھے لیکن آپ قیامت تک کیلئے ہادی اور نذیر ہیں۔پس حروف مقطعات **طه** میں **ط** سے مراد طاہر

اور ہ سے مراد ہادی ہے۔**(سلام علی طه)**

10- **طس**

سورۃ نمل کے شروع میں آئے ہیں۔**ط** سے مراد طاہر اور **س** سے مراد سید ہے۔ہر دو حروف کی وضاحت گزر چکی ہے **(سلام علیٰ طس)**

11- **طسم**

سورۃ شعراء اور قصص کے شروع میں آئے ہیں۔ان چاروں حروف ط، س، م اول اور م ثانی کی وضاحت گزر چکی ہے۔ط سے مراد طاہر، س سے مراد سید، میم اول سے مرسل اور میم ثانی سے محمد مراد ہے۔حمد در حمد کیا ہوا۔**(سلام علی طسم)**

12- **حم**

یہ دونوں ذیل کی چھ سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں۔مومن، حم، سجدہ، زخرف، دخان، جاثیہ اور احقاف۔ح سے مراد حامل قرآن اور میم سے مراد محمد ہے، حمد در حمد کیا ہوا۔حامل قرآن کی قرآنی سند یہ ہے کہ **فانہ نزلہ علی قلبك باذن الله** 2.97 اے رسول بیشک جبریل نے قرآن کریم کو آپ کے قلب اطہر پر نازل کیا ہے۔چونکہ حضور نزول قرآن کے متحمل ہیں۔لہٰذا آپ حامل قرآن ہیں۔م کی وضاحت گزر چکی ہے یعنی اس سے مراد مرسل بھی ہے اور محمد سلام علیہ بھی۔**(سلام علی حم)**

13- **حم عسق**

یہ پانچ حروف سورۃ شوریٰ کی ابتداء میں آئے ہیں۔ح سے حامل قرآن مراد ہے۔م سے محمد سلام علیہ۔حمد در حمد کیا ہوا۔ع سے عبداللہ۔س سے سید اور ق سے قائم (قیام صلوٰۃ کرنے والا)۔ان حروف میں سے ح، م، س اور ق کی وضاحت گزر چکی ہے۔ع سے عبداللہ کی قرآنی سند ملاحظہ فرمائیں۔سورۃ جن میں ارشاد ہوا ہے کہ **وانہ لما قام عبد الله یدعوہ** 72.19 اور یہ کہ بے شک جب عبداللہ (اللہ کا بندہ محمد) کھڑا ہوتا ہے تو اس کے حضور میں دعائیں کرتا ہے۔لہٰذا عبداللہ بھی آنحضور کا ایک لقب گرامی ہے جس کا قطع کردہ

حرف ع، عسق میں آیا ہے۔ **(سلام علی حم عسق)**

14۔ کھیعص

یہ پانچ حروف مقطعات سورۃ مریم کے شروع میں آئے ہیں۔ جن میں یا سے مراد ہے **یامن** بمعنی برکت دینے والا اور باقی بالترتیب کریم، ہادی، عبداللہ اور صاحب قرآن کے پہلے قطع کردہ حروف ہیں۔ ان میں سے ہ، ع اور ص کی وضاحت گزر چکی ہے۔ ک کی قرآنی سند درج ذیل ارشاد باری ہے کہ **انه لقول رسول کریم** 69.50 بلاشبہ قرآن کریم اہل عالم کے سامنے قول کی صورت میں ایک رسول کریم سلام علیہ کی زبان مبارک سے پیش ہوا ہے۔ اس آیت میں آنحضور سلام علیہ کریم کے گرامی لقب سے ملقب کیے گئے ہیں۔ لہٰذا ان حروف مقطعات میں ک کریم کا قطع کردہ حرف اور اسی کا قائم مقام ہے۔ **(سلام علی کھیعص)**

گزارش

قرآن کریم کے حروف مقطعات جو آنحضور کے وہ القاب گرامی ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ آنحضور کو مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ ان کا قرآنی مفہوم 14 نمبروں میں ختم ہوا۔ ان میں بعض حروف ایسے ہیں جو ایک سے زیادہ مفاہیم کے حامل ہیں۔ مثلاً قرآن کریم کی روشنی میں ن سے نذیر بھی ثابت ہے اور نبی بھی۔ ع سے عبداللہ بھی ثابت ہے اور عابد بھی۔ ص سے صادق بھی ثابت ہے اور صاحب قرآن اور صاحب الناس بھی۔ ح سے حامد بھی ثابت ہے اور حامل قرآن بھی۔ اس طرح حروف مقطعات کی وضاحت میں جن الفاظ کو قرآنی اسناد کی تائید حاصل ہو ان کے تسلیم کرنے میں کسی راست باز کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ نظریہ ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا کہ حروف مقطعات کا مفہوم کوئی نہیں جانتا حتیٰ کہ خود رسول مقبول بھی نہیں جانتے تھے جن کے یہ اپنے القاب گرامی ہیں اور یا صرف اللہ اور رسول جانتے ہیں انہوں نے کسی کو نہیں بتایا۔

اس کے بعد پانچویں نمبر پر مسعود احمد صاحب ایک کے بارے میں سوال کرتا ہے کہ **وما منا الا له مقام معلوم وانا لنحن الصافون** (37.164) یعنی اور

ہم میں سے ہر ایک کا مقام مقرر ہے اور ہم صف باندھنے والے ہیں۔ معلوم نہیں ان آیات میں متکلم کون ہے؟ پوری سورۃ پڑھ جائیے کہیں بھی اس جملہ کا متکلم نہیں ملے گا۔

جناب قارئین مسعود احمد صاحب نے سورۃ الصافات کی آیت 164 کا متکلم پوچھا ہے کہ کون ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کی پوری کتاب کی آیات اور سورتیں آپس میں مربوط ہیں اور ربط آیات کیلئے تصریف آیات کا نسخہ اللہ نے باقاعدہ ایسا تو سمجھایا ہوا ہے کہ سننے والا بے اختیار پکار اٹھے کہ **درست** (6.105) یعنی اے اللہ! اے قرآن سکھانے والے استاد تو نے تو تصریف آیات سے دانہ دانہ بھوسے سے صاف کر کے دکھا دیا۔ سو یہاں سوال کرنے والا یہ وحی خفی والے اماموں کی امامت کا بندہ ہے، اسے تصریف آیات سے تو جیسے چڑ ہے۔ سو ہم کیا کریں جو اس کی وحی غیر متلو اور وحی خفی اس کے قرآنی سوالات کے جوابات دینے کی مدد نہیں کرتا تو جا کر ماتم کرے۔ ہمیں تو تصریف آیات کے فن نے سمجھا دیا ہے کہ اس آیت نمبر 164 کا متکلم آیت 160 میں موجود ہے۔ صرف چار آیتیں پیچھے ہٹو تو **الا عباد الله المخلصين** متکلم موجود ہیں۔

پھر مصنف چھٹے نمبر پر اعتراض پیش کرتا ہے کہ **واتم الحج والعمرة لله** (2.96) یعنی اللہ کیلئے حج اور عمرہ کو پورا کرو، معلوم نہیں حج کیا چیز ہے، عمرہ کیا چیز ہے اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

جناب مسعود احمد صاحب حج گزشتہ سال یعنی ماضی کے جھگڑوں اور اختلافات کا تصفیہ ہے، فیصلہ ہے اور عمرہ آئندہ کی ڈویلپمنٹ، کی اسکیموں، تعمیر جدید سے متعلق فیصلوں کا نام ہے۔ یہ دونوں چیزیں وزارت خزانہ، وزارت پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ اور جوڈیشری اور لاء ڈیپارٹمنٹ کے محکموں کے حکام کو سرانجام دینے ہیں۔ نیز الجھے ہوئے تنازعات کی روشنی میں متعلقہ محکمہ جات کی وزارتیں اپنا اپنا کام نمٹائیں گی۔

پھر آگے مصنف مسعود احمد صاحب ساتویں نمبر پر اعتراض کیلئے سورہ مریم کی آیت نمبر 64 لاتا ہے کہ **وما نتنزل الا بامر ربك** ہم نہیں نازل ہوتے مگر آپ کے رب

کے حکم سے۔ مصنف صاحب اس آیت میں **تنزل** کا فاعل اللہ کو قرار دیئے بیٹھا ہے۔ اس لئے اس کا اعتراض ہے کہ اس طرح سے گویا اللہ اپنے رسول سے کہہ رہا ہے کہ ہم تیرے رب کے حکم سے ہی نازل ہوتے ہیں، اس کے معنی یہ نکلے کہ اللہ کا بھی کوئی حاکم اور رب ہے؟ ہم پھر جواب میں یہ بات بار بار دہرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ علامہ مسعود احمد کو پھر اس اشکال کا حل تو اپنے یزدجری آقا مامی وحی خفی والوں کا بھی پیش کرنا چاہیے تھا تا کہ یہ اپنے زعم میں قرآن کو با قاعدہ لاجواب تو کرسکتا۔ اپنی وحی خفی کو اخفاء سے تو باہر لاؤ۔ جناب مسعود احمد کی وحی خفی کے پیروکارو! **وما تنزل** کا فاعل اللہ نہیں ہے ملائک ہیں۔ یہ حقیقت سمجھنے کیلئے قرآن فہمی کی ٹیکنالوجی سمجھاتی ہے کہ تھوڑا سا اس نزول والے صیغہ کے حوالے سے قرآن کے چشمہ میں غوطہ لگاؤ کہیں نہ کہیں سے موتی مل جائے گا۔ اچھا بھائی لگایا غوطہ، موتی مل گیا **ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون** (41.31) دیکھا جناب **تتنزل** کا فاعل اللہ نہیں ملائک ہیں۔ اب مسعود احمد صاحب اس جواب سے خوش کرے یا ماتم کرے ہمارا اس سے کیا واسطہ۔ ان کا قرآن پر سوالوں کا انداز اور بوچھاڑ کسی سمجھنے والے طالب علم کی طرح نہیں ہوتی، ان کے اعتراض میں قرآن حکیم کی ناکارگی اور اس پر جمود اور ابہام کے الزام ہوتے ہیں۔ لوگو! قرآن بارگاہ الٰہی ہے، یہاں جس نے آداب اطاعت اور ایمان کو ملحوظ نہ رکھا تو اس کے پرخچے اڑ جائیں گے، یوم الحساب قریب ہے، میرے اس دعویٰ کا ہر کوئی اس دن کو مشاہدہ کرے گا۔

دلیل دھم

قرآن مجید کی متعدد آیات پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ومن حیث خرجت فول وجھك شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ** (2.150) یعنی اور جہاں کہیں سے آپ نکلیں، اپنے منہ کو مسجد کی طرف پھیر لیا کریں اور جہاں بھی تم ہو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرلیا کرو۔ اس آیت سے

معلوم ہوا کہ ہر وقت ہر حال میں منہ کعبہ کی طرف رہنا چاہیے، کیا یہ ممکن ہے؟ آخر یہ حکم کس وقت کیلئے ہے؟ کون بتائے کس طرح اس پر عمل ہو؟ (اس آیت کے متعلق سوال پورا ہوا)

جناب قارئین افسوس ہے کہ قرآن اور رسول اللہ کی کائناتی اور آفاقی حیثیت کو سوال کرنے والے نے سمجھا ہی نہیں ہے جبکہ اللہ نے رسول اللہ کو عالمگیر انقلاب کیلئے بھیجا ہے، ساتھ ساتھ اس فکری لیول کی کتاب بھی اسے دی ہے۔ ملا سے کسی نے سوال پوچھا کہ دو اور دو کا جمع کتنا ہوا تو اس نے جواب دیا کہ چار روٹیاں۔ سو جس کی ذہنیت میں عالمی اور کائناتی لیول کی پرواز نہ ہوگی وہ قرآن کی پرواز کو کہاں پہنچ سکے گا۔ یہاں بقرۃ کی آیت نمبر 150 کے حوالہ سے سوال کیا گیا ہے۔ یہ بحث اور موضوع آیت نمبر 142 سے آرہا ہے کہ **سیقول السفہاء من الناس ما ولھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا** یعنی مدینہ کے یہ اہل کتاب رسول کو مدینہ میں ہجرت کر کے آنے کے بعد ملے جلے، باتیں سنی تو انہوں نے دیکھا کہ یہ خود کو خاتم الانبیاء کہنے والا اپنا مرکز تو مکہ کی مسجد الحرام کو قرار دے رہا ہے تو انہوں نے یہ شورش بپا کی کہ محمد اور اس کے ساتھی یہاں جو مکہ سے ہجرت کر کے آئے ہیں یہ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ اگلے انبیاء تو بیت المقدس کو قبلہ قرار دیئے ہوئے تھے۔ اس نے تو آکر ان کے مقابلہ میں نئی بات کی ہے۔ تو اللہ نے اپنے رسول کے ذریعے لوگوں کو سمجھانے کی تعلیم دی کہ اطراف واکناف عالم یہ سب اللہ کے ہیں، ان پر کسی کی کوئی اجارہ داری نہیں چلے گی۔ اے محمد! انہیں سمجھاؤ کہ یہودیت اور نصرانیت نے اپنے قبلہ کو بیت المقدس کو کل کائنات اور انسانیت سے ہٹا کر، گرا کر اپنا گروہی، قومی، فرقہ وارانہ قبلہ بنا رکھا ہے۔ اللہ نے محمد کو تو **رحمۃ للعالمین** بنا کر پوری کائنات کی طرف بھیجا ہے اس لئے مکہ کی مسجد الحرام کو نئے قرآنی پروگرام کی ایسی تو مرکزیت کی علامت بنایا ہے جو وہ کسی کی گروہی جاگیر نہیں ہوگی اور چونکہ محمد علیہ السلام بھی یہ حقیقت سمجھتے تھے اس لئے مکہ سے آتے ہی مدینہ میں پہلے مہبط وحی مکۃ المکرمہ جو کہ کم سے کم خطہ حجاز کی اور عرب قوم کی مرکزیت کا مسلمہ مرکز تھا، اسے حاصل کرنے، اسے قبضہ میں لانے، اسے فتح کرنے کی باتیں شروع

کیس اور یہ اس لئے بھی کہ اسی کی طرف تو قرآن نے بھی اشارہ فرمایا کہ **کذالك جعلنا كم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيد**ا (2.143) یعنی اللہ کا پروگرام یہ ہے کہ تم امت محمدیہ کو بھی مرکزیت عطا کر کے پوری انسانی برادری پر نگران بنا دے اور محمد علیہ السلام کو تم سب پر نگران اعلیٰ بنائے۔ تو اس پس منظر میں اللہ کے پروگرام کے اندر مکہ کی مسجد الحرام کو محمد رسول اللہ کی طرح بین القومی سے بڑھا کر بین الاقوامی بنانے کی طرح مسجد الحرام کو بھی **جعل الكعبة البيت الحرا م قياما للناس** (5.97) انسان ذات کو، کمزور کردہ انسانوں کو، اپنے پاؤں پر کھڑا کر کے خود کفیل بنانے اور جاگیرداری شاہی اور سرمایہ دار شاہی سے نجات دلانے کا مرکز بنائیں اور اس لئے بھی تجھے یہ مرکز عطا کیا ہے کہ اہل کتاب کا بھی امتحان ہو جائے کہ جب ان کی کتابوں توریت اور انجیل میں بھی اے محمد ہم نے لکھ بھیجا تھا کہ موسیٰ و عیسیٰ کے بعد فارقلیط آئے گا، عیسیٰ سے بھی اعلان کروایا کہ **انی رسول الله اليكم مصدقا لما بين يدی من التورة مبشرا برسول ياتی من بعدی اسمه احمد** (61.6) یعنی میں عیسیٰ تمہیں اپنے بعد آنے والے رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔ سوائے محمد! **قد نرىٰ تقلب وجهك فی السماء** ہم بھی دیکھ رہے ہیں کہ تیرے جذبات اور خواہشیں ابھر رہی ہیں، خیالات پرواز کر رہے ہیں کہ کس طرح کعبہ کو مسجد الحرام کو، فتح کر سکوں، اپنے مرکز کو حاصل کر سکوں، سو تسلی رکھ **فلنولينك قبلة ترضها** ہم بھی تجھے ضرور ضرور اس ہیڈ کوارٹر کا متولی بنائیں گے، اسے فتح کرائیں گے۔

جناب قارئین اب آئیں بقرۃ کی سوال کردہ آیت 150 کی طرف۔ اس کو آیت 144 سے ملا کر پڑھیں کیونکہ سوال کردہ جملے دونوں آیتوں میں یکساں ہیں۔ اب آگے حکم ہے **ومن حيث خرجت** یعنی اے محمد! اس انقلاب کے جس جس یونٹ سے بھی نکلو وہاں ابراہیمی مسجد الحرام کے مرکز والا منشور **انی جاعلك للناس اماما** (2.124) اسی ٹارگٹ اور ہدف کی طرف تیری دعوت ہونی چاہیے **وانه للحق من ربك** آج کا

لیٹسٹ اور فائنل مینوفیسٹو، ربوبیت عالمین کیلئے تیرے رب کا یہی ہے کہ جہاں کہیں انقلاب کا لیکچر دینا ہے، تنظیم کی بھرتی کرنی ہے، ممبر شپ کی دعوت دینی ہے، ابراہیمی مرکز مسجد الحرام پر قبضہ کرنے اور جنگ یا مصالحت ہر طرح سے اس پر قبضہ کے پروگرام کو اپنا ہدف بنائے رکھنا ہے۔

جناب قارئین یہ ہے ترجمہ اور مفہوم **فول وجهك شطر المسجد الحرام** کا۔

جناب قارئین سورۃ بقرۃ کی 142 سے لے کر 150 نمبر آیتوں کے اندر یعنی نو آیتوں کے اندر یزدجری حدیث ساز اماموں نے یہودیوں سے مل کر اس پر ایک حدیث بنائی ہے جو امام بخاری نے اپنے مشہور مجموعہ میں کتاب التفسیر کے اندر ان آیات کے شروع میں وہ قرآن دشمن حدیث لائی ہے، مناسب لگتا ہے کہ میں قرآن کی روشنی میں اس موضوع کے حوالے سے عرض کرتا چلوں۔ حوالہ تو بخاری کتاب کا میں نے عرض کر دیا ہے، اب مختصر اس کی وضاحت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ مکہ المکرمہ سے جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے آئے تو آتے ہی شام کی طرف یہودیوں کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے جو اندازاً سولہ سترہ مہینے تک سلسلہ ایسے رہا۔ پھر کسی فجر کی نماز کے دوران بیچ نماز پڑھنے کے وحی آئی، اس نے حکم دیا پھر نماز کے اندر ہی شام کی طرف سے منہ پھیر کر کعبہ کی طرف مکہ کو رخ پھیرا۔ اس طرح کی اندازاً سات حدیثیں بخاری نے لکھی ہیں اور تقریباً اتنی ہی مسلم نے بھی، مزید حدیث کی کتابیں میری لائبریری میں موجود نہیں۔

پہلی بات تو یہ جملہ حدیثیں جھوٹی ہیں، دلائل آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ پہلے تو ان حدیثوں کے حق میں یہ دلائل ہم نے استادوں سے سنے ہیں کہ رسول اللہ نے مکہ سے مدینہ کو آتے ہی وہاں یہودیوں کو خوش کرنے یا ان کی تالیف قلب کیلئے ان کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تا کہ یہ لوگ ہم سے اپنا پن محسوس کر کے اسلام میں داخل ہوں اور گویا کہ رسول دل میں خوش نہیں تھے کہ ایسے کریں کیونکہ قرآن نے بتایا ہے کہ **قد نرى تقلب وجهك فی السماء فلنولينك قبلة ترضها** (2.144) تو اس سے معلوم ہوا کہ رسول کسی جبر سے یہ سولہ سترہ مہینے شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ اچھا آؤ

تلاش کرو کہ نبی پر کس کا جبر چل سکتا تھا اور کیا نبی کسی ایسی پوزیشن میں تھے کہ دین کے معاملہ میں کسی سے سودے بازی کرتے کہ کچھ تمہاری مانتے اور تم بھی کچھ ہماری مانو۔ تو یہ بات تو ہجرت سے پہلے قریش کے سرداروں نے بھی رسول اللہ کو درخواست کی تھی کہ **قال الذین لا یرجون لقائنا ائت بقرآن غیر ھذا او بدلہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقائی نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم** (10.15) یعنی جن لوگوں میں قرآنی اصولوں اور حقائق کے سامنے بالمقابل آنے کا دم نہیں تھا تو ایسے لوگوں نے کہا کہ اس قرآن کے بغیر کوئی دوسری کتاب یا اس میں کچھ تبدیلیاں لاؤ (وحی خفی یا غیر متلو کے بہانوں سے) تو رسول اللہ نے جواب میں فرمایا کہ میری مجال ہی کیا ہے جو اپنی طرف سے اس کتاب کو تبدیل کرسکوں میں تو اپنی طرف ہونے والی وحی کا تابعداری کرنے والا ہوں۔ میں اس تبدیلی کے حوالے سے اگر تھوڑی سی بھی نافرمانی کروں تو میں اللہ کے بہت ہی بڑے عذاب سے ڈرتا ہوں، مجھ سے ایسا کام نہیں ہوسکے گا۔ اب کوئی بتائے کہ یہ سولہ سترہ مہینے اس اللہ نے یہ کام اپنے رسول سے کرایا ہے کیا؟ جس اللہ کا اعلان ہے **ما یبدل القول لدی** (50.29) یعنی میرے قوانین ٹھوس ہیں میرے اصول کسی بھی پھنے خان کیلئے بدلا نہیں کرتے۔ اب جناب قارئین اللہ کے شواہد بھی مل گئے کہ اس کے اصول بدلا نہیں کرتے پھر اگر دوبارہ رسول اللہ کیلئے تفتیش کرو اگرچہ اوپر رسول اللہ کے بیان (10.15) کے بعد بھی یہ سوچنا کہ بخاری اور مسلم کی وحی غیر متلو اور وحی خفی میں جو آیا ہے کہ رسول نے سولہ سترہ مہینے یہودیوں کے نسلی گروہی فرقہ واریت والے قبلہ کو اپنے آباء ابراہیم کا پوری انسانیت کیلئے بنائے ہوئے قبلہ کو چھوڑ کر رسول اللہ نے یہودیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ایسا کیا ہوگا۔ اگرچہ آیت (10.15) میں رسول کے ایسے بیان اور صفائی کے بعد ایسا تصور بھی کرنا کفر ہے، چاہے ایسی بات بخاری کرے یا مسلم کرے لیکن ہمارے ہاں قرآن کی شہادت اور رسول کی شہادت سب سے اتم اور اعلیٰ ہے۔ ایک طرف اللہ دان یہودیوں کو خوب جانتا ہے جو

ان کی بین کے اجزاء کو وہ جانتا ہے سو اللہ نے تو رسول کو مدینہ میں پہنچتے ہی بتا دیا تھا کہ یہ لوگ ایسے تو ڈھیٹ ہیں کہ **ولئن اتیت الذین اوتوا الکتاب بکل آیۃ ما تبعوا قبلتک** اے محمد اگر تو ان اہل کتاب کے پاس قرآن، سارے دلائل لا کر سامنے ڈھیر بھی کر دو تو بھی یہ تیرے قبلہ کو، تیرے مینوفیسٹو کو نہیں مانیں گے اور اے محمد ہم یہ بھی شہادت دیتے ہیں کہ تو بھی انٹرنیشنل عالمگیر قیادت کیلئے اپنے اباء ابراہیم کے قبلہ کو چھوڑ کر ان کی فرقہ وارانہ مسجد کو نہیں جاؤ گے خواہ یہ وحی خفی والے کچھ بھی بنڈل چھوڑتے رہیں۔ اس طرح سولہ سترہ مہینوں تک تیرے لئے قبلہ بدلانے کے جھوٹ مارتے ہیں۔ لیکن اے محمد میں اللہ تیرا شاہد ہوں کہ تو ان کے قبلہ کو نہیں قبول کرے گا **وما انت بتابع قبلھم** آگے قرآن فرماتا ہے کہ **ولئن اتبعت اھواء ھم من بعد ما جاءك من العلم انك اذا لمن الظلمین** (2.145) ایسا تو کرے گا تو نہیں لیکن اگر قبلہ بدلانے کیلئے ان کی تالیف قلب یا کسی اور قسم کی رواداری کیلئے تو نے ان کی خواہشوں کی اتباع کیلئے ایسا کیا وہ بھی قرآن کے ملنے کے باوجود تو یاد رکھنا اے محمد ہمارا قانون اتنا تو اٹل ہے کہ پھر تجھے بھی ظالموں کی لسٹ میں شمار کیا جائے گا۔ جناب قارئین اب کوئی بتائے کہ بخاری اور مسلم کی درجن بھر یہ وحی خفی اور غیر متلو کی کیا ویلیو رہ گئی۔ قرآن نے وحی جلی نے وحی متلو نے کون سی کسر باقی چھوڑی، کون سا ابہام چھوڑا، جسے ان دشمنان قرآن بخاری اور مسلم نے آ کر اس کی تفصیل کر کے دکھائی۔

اس کے بعد فاضل مصنف کتاب تفہیم اسلام مسعود احمد صاحب سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر 282 جو کہ پوری ایک آیت چودہ سطروں پر مشتمل ہے اس اتنی بڑی آیت سے اس کا صرف ایک جملہ ماقبل مابعد کو چھوڑ کر قرآن کو ناقص اور مبہم ثابت کرنے کیلئے صاحب موصوف نے سوال کیلئے لکھا ہے کہ **واشھدوا اذا تبایعتم** جب تم خرید و فروخت کیا کرو تو گواہ کر لیا کرو۔ اس کے اوپر لکھتا ہے کہ بتائیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کے خریدتے وقت ہر دکان دار و خریدار گواہ کر لیا کریں۔ کیا یہ حکم قرآنی ممکن العمل ہے؟

مصنف مسعود احمد قرآن کو اس نے اپنے زعم میں جو جس طرح ناممکن العمل ہونے کا یہ ثبوت دیا ہے تو اس کی دیانت داری پر یہ بھی فرض اور لازم تھا کہ ایسی حدیث وحی خفی لے آتا کہ جس سے ٹافی، چائے، بیڑی، سگریٹ یا کئی سی چھوٹی بڑی چیز لینے کی غیر قرآنی آسان العمل راہ دکھاتا۔ بہر حال مسعود کی یہ عادت یہاں کے چند اوراق سے ثابت ہوئی ہے کہ وہ صرف اور صرف قرآن حکیم کی تذلیل کرنا چاہتا ہے وہ تو صرف قرآن کو رسوا اور خوار کرنے کیلئے اپنے آقاؤں کے ہاں اپنا گریڈ بڑھانا چاہتا ہے

اس آیت کی شروعات تو اس طرح ہوئی ہے کہ **یایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ** یعنی اے ایمان والو جب تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اس کیلئے اس کی لکھ پڑھ کر لیا کرو۔ پھر اسی آیت میں آگے حکم دیتا ہے کہ **واستشھدوا شھیدین** اس معاہدے کیلئے تحریر کیلئے دو شاہدوں کا بھی بندوبست کرو۔ آگے آیت میں قرآن کے اندر خواہ مخواہ کے اعتراضات پیدا کرنے اور بے جا تہمت کے قرآن پر ناقص اور مبہم ہونے کے الزام لگا کر فارس کے یزدجری حدیث ساز اماموں کے قرآن دشمن وحی خفی اور غیر متلو ایرانی علم کے پاس لے جانے کیلئے قرآن پر جھوٹے الزام لگانے والے مسعود احمد اور اس کے دیگر ہمنواؤں کو رد دینے اور منہ پر مارنے کیلئے قرآن نے فرمایا اسی آیت میں کہ **الا ان تکون تجارة حاضرة تدیرونها بینکم فلیس علیکم جناح ان تکتبوها** یعنی ہاں اگر قرض اور ادھار کی لین دین نہ ہو اور سودا دست بدست نقد ہو، ادھر چیز خرید کی اور وہیں کے وہیں پیسے ادا کر دیئے تو اس صورت میں **لیس علیکم جناح ان تکتبوها** قرضہ والی لکھ پڑھ، دستاویز اور شاہد وغیرہ یہ سارا کچھ ضروری نہیں ہوگا۔ تو محترم قارئین یہ بحث آیت کے شروع سے تو اصل میں ادھار اور قرضہ کی لین والوں کے متعلق قرآن نے سمجھانا شروع کیا تھا لیکن بیچ میں اللہ کو خیال آیا کہ یہاں جنگل کی حویلی والے اور یزدجری تنخواہ خور نقد لین دین کے اوپر نہ کہیں اس آیت کو فٹ کریں تو برسبیل تذکرہ چلتے چلاتے قرآن نے کہہ دیا یہ حکم چھوٹی بڑی، چیز

دکانداروں سے خریدتے وقت نقد لین دین کی صورت میں ہو تو اس صورت میں یہ لکھ پڑھ نہیں ہوگی۔ اس کے بعد اس جملہ معترضہ سمجھانے کے بعد قرآن شروع آیت کے موضوع کو بڑھاتے ہوئے پھر فرماتے ہیں کہ **واشھدوا اذا تبایعتم** جناب اسی جملہ سے جناب مسعود احمد ماقبل کی قرآنی وضاحت بتائے بغیر قرآن پر حملہ آور ہوا ہے۔ امید ہے کہ قارئین مسعود احمد قرآن سے جو بدنیتی دل میں رکھتے ہیں اسے سمجھ گئے ہوں گے۔

آگے اس دسویں اور آخری دلیل کی آخری آیت لا کر مسعود احمد صاحب لکھتا ہے کہ اس پر بھی وحی خفی کے سوا عمل نہیں ہو سکتا۔ آیت ہے کہ **یابنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد** (7.31) جناب قارئین پہلے مصنف مسعود احمد کا اعتراض والا نوٹ پڑھیں پھر اصل جواب پڑھیں۔ لکھتا ہے کہ اس آیت پر کس طرح عمل کیا جائے؟ زینت تو لباس بھی ہے، زیورات بھی ہیں، کیا اس آیت کی رو سے عورتوں کو زیورات پہن کر نماز پڑھنی چاہیے؟ جواب یہ ہے کہ مسجد کا معنی ہے وہ جگہ جہاں اللہ کے احکام اور قوانین کے ماتحت فیصلے کئے جائیں۔ تو پبلک افیئرز اور عوامی مسائل اور حاجات کے حل کی کورٹس، ہر محکمہ کے آفس، جن میں بیٹھنے والوں کو حکم ہے کہ وہ قوانین خداوندی کے مطابق فیصلے کیا کریں۔ یہ جملہ آفس مسجدیں ہیں جن کا معنی ہے کہ جن جگہوں پر اللہ کے احکام کے آگے جھکا جائے تو آفس کے عملے اور اسٹاف کو اس آیت میں حکم ہے کہ آفس کو جاتے وقت زینت کیا کرو یعنی میل کچیل اتارنے کیلئے غسل کیا کرو، کپڑے صاف ستھرے پہن کر جایا کرو، بال بکھرے ہوئے نہ ہوں، کنگھی دے کر جایا کرو اور آفسوں میں سٹاف مسلم غیر مسلم ہر قسم کا ڈیوٹیوں پر ہوتا ہے اس لئے اللہ نے **یایھا الذین امنوا** کہنے کی بجائے آیت میں **یا بنی آدم** کا حکم دیا ہے۔

حدیث پرست لوگ قرآن کو سمجھیں یہ کتاب کائنات کی رہنمائی کو چلانے کی تعلیم دیتی ہے دو اور دو صرف چار روٹیاں نہ بنائیں۔

وہ وقت آ گیا ہے جو یہ لوگ، حرم کو پھر سے بتکدہ بنائینگے

اٹھارہویں صدی کے اواخر میں نپولین نے مصر پر حملہ کیا تو مراد بک نے جامع ازہر کے علماء کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟ علماء ازہر نے بالاتفاق یہ رائے دی تھی کہ جامع ازہر میں صحیح بخاری کا ختم شروع کر دینا چاہیے کہ انجاح مقاصد کے لئے تیر بہدف ہے چنانچہ ایسا کیا گیا لیکن ابھی صحیح بخاری کا ختم ختم نہیں ہوا تھا کہ اہرام کی لڑائی نے مصر کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

ماخوذ از غبار خاطر۔ صفحہ 161
مصنفہ: مولانا ابوالکلام آزاد
مطبوعہ مکتبہ جمال اردو بازار لاہور

گورنمنٹ پاکستان نے آج سے اندازاً پچیس 25 سال پہلے سندھ کے شہر پنوعاقل کے ساتھ فوجی چھاونی قائم کرنے کا فیصلہ کیا، سندھ کی عوام اور سیاسی پارٹیوں نے بڑی ہلچل مچائی کہ پنوعاقل چھاونی نامنظور عوام کا رجحان دیکھ کر پنوعاقل کے قریب بستی ہالیجی شریف خانقاہ کے سجادہ نشین نے حکم دیا کہ چھاونی کی مصیبت سے بچنے کیلئے صحیح بخاری شریف کا ختم دفع بلا سے پڑھا جائے، پھر علماء نے بیٹھ کر ختم پورا کیا، لیکن علماء کا یہ عمل چھاونی کی تعمیر کو روک نہ سکا جو آج وہ پورے آب و تاب سے قائم ہے۔

یہ کرشمے ہیں خلاف قرآن علم سے پیدا ہونے والی ذہنیت کے